اہم مسائل

جن میں ابتلائے عام ہے

جلد نہم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

تالیف:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	: المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة
مؤلف	: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	: معاون مفتیانِ کرام دارالافتاء
کمپیوٹر کتابت وترتیب	: عبدالمتین اشاعتی کانڑگانوی
طبع اول	: ۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ء
صفحات	: ۳۹۸
تعداد مسائل	: ۲۲۸
قیمت	:
باہتمام	: ابوحمزہ وستانوی
ناشر	: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَسْـَٔلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورة الأنبياء :۷)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"

(صحيح البخاري)

فہرست عناوین

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم أما بعد !

أعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم O بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم O

﴿من اٰمن وعمل صٰلحًا من ذکر واُنثی فلنحیینّہ حیوۃ طیبۃ﴾ . (النحل :۹۷)

قال رسول اللّٰہ ﷺ : " سلّط اللّٰہ علیکم ذلا لا ینزعہ عنکم حتی ترجعوا إلی دینکم " . (فقہ الواقع للألباني : ۱/ ۲۲)

وقال الإمام مالک رحمہ اللّٰہ : " لا یصلح آخر ھذہ الأمۃ إلا بما صلح بہ أولھا " . (شرح العقیدۃ الطحاویۃ للحوالي : ۱/ ۹، مقدمۃ)

محترم برادرانِ اسلام! میرا اور آپ کا یہ یقین ہے کہ ہماری دنیوی کامیابی وسعادت مندی اور اُخروی سرخ رُوئی صرف اور صرف دینِ اسلام کی مکمل اتباع وپیروی میں ہے، جب تک امتِ مسلمہ اسلامی تعلیمات واحکام پر عمل پیرا رہی ہر طرح کی کامیابی نے اس کے قدم چُومے، اور اسے حیاتِ طیبہ حاصل رہی، لیکن جیسے جیسے اتباع میں کمی آتی گئی، یہ امت دیگر اقوام سے پیچھے ہوتی گئی، اور اب یہ حال ہے کہ دیگر قومیں دنیا کی امامت کر رہی ہیں، اور یہ امت ان کی اقتدا وتقلید۔ اگر ہمیں اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ پانا ہے، تو پھر سے دینِ اسلام کی کامل اتباع کرنی ہوگی، کیوں کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

آج مسلم معاشرہ؛ بدعات ورُسومات، ناجائز معاملات وکاروبار، غیر اسلامی طرزِ زندگی ومعاشرت اور سنگین بداخلاقی وبدکرداری وغیرہ برائیوں کا شکار ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے آئے دن اُس کے لیے نت نئے مسائل کھڑے کیے جا رہے ہیں، اس کے نوجوانوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا دی جا رہی ہے، علماء کو خوف وہراس میں مبتلا کیا جا رہا ہے، دینی مدارس کو نہ صرف شک وشبہ کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے، بلکہ انہیں ملک مخالف سرگرمیوں کے مراکز قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے، یہ سب مسائل ومصائب ہمارے گناہوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، اور

ان سے خلاصی وچھٹکارے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ ہے ...... اِلی الاسلام من جدید...... کہ مسلمان ازسرِ نو اپنی زندگی کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھال لیں، اور اپنی، اور اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے اسی نسخے کو اَپنائیں، جس نسخے کو اولین نے اَپنایا تھا، اور وہ نسخہ ہے...... علومِ شرعیہ کو حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا، اور اس کی اشاعت وتبلیغ کرنا۔

تبلیغِ دین کے جہاں بہت سے طریقے ہیں، اُنہی میں سے ایک طریقہ تالیف وترتیبِ کتبِ شرعیہ بھی ہے۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ''المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ'' یعنی ''**اہم مسائل**'' کی یہ نویں جلد (جو زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ۲۲۸/مسائل پر مشتمل ہے) آپ کے ہاتھوں میں ہے، خدائے ذوالجلال والاکرام سے دعا کرتے ہیں کہ دین کی اِس ادنیٰ خدمت کو اپنے ہاں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور ذخیرۂ آخرت بنائے!

میں مشکور ہوں!...... رئیسِ جامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم وأطال اللہ ظلہم بالصحۃ والعافیۃ کا؛ اُن کے اِس سلسلے کو بنظرِ استحسان دیکھنے پر،...... ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ زید مجدہم وفضلہم کا؛ اُن کی تحریک وتحریض پر،...... اپنے معاون حضرات مفتیانِ کرام؛ (مفتی عبد المتین، مفتی مجیب الرحمٰن، مفتی افضل، زادہم اللہ شرفاً وعلماً) کا؛ اُن کی تخریج وتحقیق پر،...... اور دیگر مخلصین ومحبین کا؛ اُن کا بندے کے حق میں خدمتِ دین کے واسطے صحت وتن درستی کی دعاؤں پر۔...... اللہ پاک ہر ایک کو ان کے شایانِ شان اجرِ عظیم وجزیل عطا فرمائے!

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم!

وتب علینا إنک أنت التواب الرحیم!

محمد جعفر ملی رحمانی

۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

کتاب الإیمان والعقائد

ایمان وعقائد سے متعلق مسائل

امرِ ناجائز کا سبب بھی ناجائز

مسئلہ(۱): ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلاَ تَسُبُّوْ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوْا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾– ’’(مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں، تم اُن کو بُرا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالَم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہنے لگیں۔‘‘(۱)

اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ کافروں کے سامنے اُن (باطل دیوتاؤں) کے لیے نازیبا الفاظ استعمال نہ کیا کریں (جن کو ان لوگوں نے خدا بنا رکھا ہے)، اس لیے کہ کافر لوگ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں، اگر انہوں نے ایسا کیا تو اس کا سبب تم بنو گے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے، اسی طرح اس کا سبب بننا بھی ناجائز ہے۔ نیز اس آیت سے فقہائے کرام نے یہ اُصول مستنبط کیا (نکالا) ہے کہ اگر کوئی کام بذاتِ خود تو جائز یا مستحب ہو، لیکن اندیشہ ہو کہ اس کے نتیجے میں کوئی دوسرا شخص گناہ کا ارتکاب کرے گا، تو ایسی صورت میں وہ جائز یا مستحب کام بھی چھوڑ دینا چاہیے۔......لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کافروں، مشرکوں کے معبودانِ باطل کو بُرا بھلا نہ کہیں، کہ وہ بھی جواباً اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی شان میں گستاخیاں کریں، اور اُن کو بُرا بھلا کہیں۔(۲)

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) (سورة الأنعام : ۱۰۸)

(۲) ما في " روح المعاني " : ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من اللّٰه﴾ أي لا تشتموهم ولا تذكروهم بالقبيح ، والمراد من الموصول إما المشركون على معنى لا تسبوهم من حيث عبادتهم لآلهتهم كأن تقولوا : تبًّا لكم ولما تعبدونه مثلا أو آلهتكم ، فالآية صريحة في النهي عن سبّها . ... ومعنى سبهم للّٰه عزّ وجلّ إفضاء كلامهم إليه كشتمهم له ﷺ ولمن يأمره ، .... وقيل : المراد بسبّ اللّٰه تعالى سبّ الرسول ﷺ ، ونظير ذلک من وجه قوله تعالى : ﴿إن الذين يبايعونک إنما يبايعون اللّٰه﴾ . الآية .

(۵/۳٦۳ ، ۳٦۴ ، سورة الأنعام/ تفسير الآية : ۱۰۸ ، ط: زكريا بكڈپو ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم سبّ آلهة المشركين لقوله سبحانه : ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون اللّٰه فيسبوا اللّٰه عدوا بغير علم﴾ . قال ابن العربي : اتفق العلماء على أن معنى الآية : لا تسبوا آلهة الكفار فيسبوا اللّٰه إلٰهكم .

(۲۴/۱۴۲ ، سبّ ، النهي عن سبّ آلهة المشركين)

ما في " تبصرة الحكام لإبن فرحون " : فقوله تعالى : ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون اللّٰه فيسبوا اللّٰه عدوا بغير علم﴾ .فمتى خاف المسلم إذا سبّ دين الكفر يؤدّي إلى سبّ اللّٰه أو رسوله أو الإسلام أو أهله لم يجز له أن يسبّ دينهم ولا صُلبانهم ولا ما يتعرض إلى ما يدعو إلى ذلک ، قاله ابن العربي في أحكام القرآن . اهـ .

(۲/۳۷۷ ، فصل في القضاء بسدّ الذرائع ، ط : دار المعرفة بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما سبّ الكفار ومعبوداتهم فقد ورد النهي عنه في قوله تعالى : ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون اللّٰه فيسبوا اللّٰه عدوا بغير علم﴾ . فإن اللّٰه سبحانه وتعالى نهى المؤمنين عن سبّ أوثان الكفار وأصنامهم لعلمه سبحانه وتعالى أن المؤمنين إذا سبُّوها ازداد هؤلاء الكفار كفرًا ونفوذًا فيسبّوا المؤمنين بمثل ما سبّوهم به ، وحكم هذه الآية كما قال العلماء باقٍ في هذه الأمة على كل حال ، فمتى كان الكافر في مَنَعَةٍ وخيفَ أن يسبّ الإسلام أو النبي عليه الصلاة والسلام ، أو اللّٰه عزّ وجلّ فلا يحل لمسلم أن يسبّ=

=صلبانهم ولا دينهم ولا كنائسهم ، ولا يتعرّض إلى ما يؤدّي إلى ذلك ؛ لأنه بمنزلة البعث على المعصية . (۲۷۳/۲۱ ، ذمّ الكفار والمنافقين ، ذمّ)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال القرافي المالكي : اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها ، وتُكره وتُندب وتُباح ، فإن الذريعة هي الوسيلة ، فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة . اهـ . (۲۸۱/۲۴ ، سدّ الذرائع ، فتح الذرائع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قوله تعالى : ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون اللّٰه فيسبوا اللّٰه عدوا بغير علم﴾ . فحرّم اللّٰه تعالى سبّ آلهة المشركين مع كون السبّ غيظًا وحميّة للّٰه وإهانة لآلهتهم لكونه ذريعة إلى سبّهم للّٰه تعالى ، وكانت مصلَحة ترك مَسَبّته تعالى أرجح من مصلحة سبّنا لآلهتهم ، وهذا كالتنبيه بل كالتصريح على المنع من الجائز لئلا يكون سببًا في فعل ما لا يجوز . (۱۸۸/۲۸ ، ضرر ، القسم السابع : التصرف المؤدّي إلى المفسدة ظنًّا ، اعلام المؤقعين :۱۱۰/۳ ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " معارف القرآن " : ''اورفقہائے رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگرکوئی شخص اس آیت کوبھی مشرکین کی چڑانے کے سبب سے پڑھے،تو اس کے لیے اس وقت یہ تلاوت کرنا بھی سبِّ ممنوع میں داخل اور ناجائز ہے،جیسے مواضعِ مکروہہ میں تلاوتِ قرآن کا ناجائز ہونا سب کومعلوم ہے۔روح المعانی''............جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجے مں محمود بھی ہومگراس کے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو،یا اس کے نتیجے میں لوگ مبتلائے معصیت ہوتے ہوں،وہ کام بھی ممنوع ہوجاتا ہے،کیوں کہ معبوداتِ باطلہ یعنی بتوں کو بُرا کہنا کم ازکم جائز تو ضرور ہے،اور ایمانی غیرت کے تقاضے سے کہا جائے،تو شاید اپنی ذات میں ثواب اور محمود بھی ہو،مگر چوں کہ اس کے نتیجے میں یہ اندیشہ ہوگیا کہ لوگ اللہ جل شانہٗ کو بُرا کہیں گے،تو بتوں کو بُرا کہنے والے اس بُرائی کا سبب بن جائیں گے،اس لیے اس جائز کام کو بھی منع کردیا گیا۔اس کی ایک اور مثال بھی حدیث میں اس طرح آئی ہے،کہ آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرام کومخاطب کرکے فرمایا کہ:''کوئی شخص اپنے ماں باپ کوگالی نہ دے،صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) یہ تو کسی شخص سے ممکن ہی نہیں کہ اپنے ماں باپ کوگالی دے؟ فرمایا کہ ہاں! انسان خودتو ان کوگالی نہیں دیتا،لیکن جب وہ کسی دوسرے شخص کے ماں باپ کوگالی دے اوراس کے نتیجے میں وہ دوسرا اس کے ماں باپ کوگالی دے،تو اس گالی دلوانے کا سبب یہ بیٹا بنا،تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اُس نے خودگالی دی۔''=

....
....
....
....
....
....
....

= ....خلاصہ اس اصول کا جو آیتِ مذکورہ سے نکلا ہے یہ ہوگیا کہ جو کام اپنی ذات میں جائز بلکہ طاعت وثواب بھی ہو، مگر مقاصدِ شرعیہ میں سے نہ ہو، اگر اس کے کرنے پر کچھ مفاسد لازم آجائیں، تو وہ کام ترک کردینا واجب ہوجاتا ہے، بخلاف مقاصدِ شرعیہ کے کہ وہ لزومِ مفاسد کی وجہ سے ترک نہیں کیے جاسکتے۔"

(۳/ ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۳، سورۂ انعام: آیت نمبر: ۱۰۸)

(مستفاد از توضیح القرآن: ۱/ ۴۱۶، سورۂ انعام: آیت نمبر: ۱۰۸، حاشیہ نمبر: ۴۶)

ما في " بیان القرآن ": "**ف:** بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امرِ مباح ہے، مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امرِ حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہوجاوے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہوجاتا ہے، اور ہر چند کہ اوپر یا دوسری آیات میں جو مضامین اثباتِ توحید ورسالت وابطالِ شرک وکفر کے مذکور ہیں، بعض اوقات ان پر بھی کفار گستاخی بجناب باری جل شانہٗ وتکذیبِ حضور پُر نور ﷺ کے کلمات کہا کرتے تھے، چنانچہ مقاماتِ متعددہ میں وہ منقول ہیں، لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا۔ وجہ فرق یہ کہ ان مضامین کا ظاہر کرنا واجب اور مطلوب عند الشرع تھا ایسے امر پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہوجاویں، تو اس امر کو ترک نہ کیا جاوے گا۔ یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا۔ اور دشنامِ بت امرِ مباح تھا واجب مطلوب عند الشرع نہ تھا، ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہوں گے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا، یہی فرق ہے دونوں امر میں۔............اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو معبودانِ باطلہ کی تحقیر مذکور ہے وہ بقصدِ سبّ وشتم نہیں بلکہ مناظرہ میں بطور تحقیق مطلوب واستدلال والزام خصم کے ہے جو مناظرات میں مستعمل ہے، اور قرائن سے مخاطب کو فرق معلوم ہوجاتا ہے کہ تحقیق مقصود ہے یا تحقیر، اول جائز، دوسرا ناجائز۔ فقط۔"

(۱/ ۵۸۰، سورۂ انعام، آیت نمبر: ۱۰۸، نہی از مشاتمت با کفار، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان)

انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں

مسئلہ (۲): اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صفتِ عصمت (گناہوں سے معصوم ہونا)(۱)، انبیاء علیہم السلام کے لیے لازم ہے، یہ صفت اُن سے کسی بھی وقت جدا نہیں ہوتی(۲)، نبوت سے پہلے بھی حضراتِ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا(۳)، اور اُن کی جن لغزشوں کا ذکر قرآن کریم وغیرہ میں آیا ہے، وہ سب ایسی خلافِ اَولیٰ باتیں ہیں، جو صورۃً معصیت ہیں، حقیقۃً نہیں، مگر انبیاء علیہم السلام کو اُن کی جلالتِ قدر کی وجہ سے اِن پر بھی تنبیہ کی گئی(۴)، اس لیے ہم سب کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : العصمة في اللغة : مطلق المنع والحفظ ، وعصمة الله عبده : أن يمنعه ويحفظه مما يوبقه . .... تختلف الأحكام المتعلقة بالعصمة باختلاف إطلاقها : أ – العصمة : بمعنى حفظ الله للمكلف من الذنوب مع استحالة وقوعها منه . ... فالعصمة بالمعنى الأول لا تثبت إلا للأنبياء والملائكة وهي : ملكة يودعها الله فيهم تعصمهم من الوقوع في المحرمات والمكروهات ، وخلاف الأولى . اهـ .
(۳۰/۱۳۷ ، عصمة ، التعريف ، الأحكام المتعلقة بالعصمة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لقد كان لكم فيهم اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الأخر ومن يتولّ فان الله هو الغني الحميد﴾ . (سورة الممتحنة : ٦) . وقوله تعالى : ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرًا﴾ .=

....

=(سورة الأحزاب : ۲۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وبذلك يثبت أن الرسل عليهم الصلاة والسلام بعد نبوتهم وبعد الأمر بالاقتداء بهم معصومون عن الوقوع في المعاصي ، وهذا ما يسمى : عصمة الرسل . (۱۳۸/۳۰ ، عصمة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأنبياء معصومون عن الكبائر عند عامة المسلمين . ونقل القاضي عِياض الإجماع على المعصية عن الصغيرة المفضية للخسّة وسقوط المروء ة والحِشمة . ومنع الحنفية وبعض الشافعية صدور الصغائر غير الخسيسة أيضًا .
(۲۱۸/۳۸ ، عصمة الأنبياء من المعاصي ، معصية)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما عصمتهم قبل النبوة فقد اختلف فيها ، فمنعها قوم ، وجوزها آخرون ، والصحيح تنزيههم من كل عيب . ... ولكن سيرة الأنبياء التي أثرت عنهم قبل نبوتهم تشهد بأنهم كانوا من أبعد الناس عن المعاصي : كبائرها وصغائرها .
(۱۳۸/۳۰ ، عصمة)

ما في " تفسير محمود " : ''حضراتِ انبیاء صغائر وکبائر سے معصوم ہوتے تھے، نبوت ملنے سے قبل بھی اور نبوت ملنے کے بعد بھی، قرآن وحدیث میں اس کے متعدد دلائل ہیں، جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ مختصر یہ ہے کہ انبیاء منبع ومرکزِ شریعت ہوتے ہیں، اور آسمانی کتابوں میں حضرات انبیاء کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، خدانہ کرے اگر وہ معصوم ومحفوظ نہ ہوں، تو پھر ان کی ایک ایک ادا قابلِ تقلید کیسے ہوسکتی ہے؟''
(۳۰/۲، سورۂ انعام، مسئلہ عصمتِ انبیاء اور مودودی صاحب، افادات: فقیہ ملت مفکر اسلام حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، ناشر: جمعیۃ پبلی کیشنز لاہور)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعصٰی اٰدم ربه فغوی﴾ . (سورة طه : ۱۲۱)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿وعصٰی اٰدم ربه فغوی﴾ أي : ترك أمره بأكله من الشجرة ﴿فغوی﴾ أي : أخطأ ولم يصب بأكله ما أراد وما وعد له من الخلود . (۳۵۷/۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ . (سورة الأعراف :۲۳)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ بأكلنا الشجرة فاغفر لنا وتجاوز عن معصيتنا .... وقد ذكر الله تعالى قبول توبتهما في سورة البقرة وهو قوله تعالى :=

....

= ﴿فتاب عليه﴾ أي قبل توبته . وفي الآية دليل أن اللّٰه تعالى يعذب عباده إذا أصرّوا على الذنوب ويتجاوز عنهم إذا تابوا ؛ لأن إبليس لم يتب وسأل النظرة فجعل مأواه جهنم ، وتاب آدم ورجع عن ذنبه فقبل توبته . (۱/۵۳۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قال بل فعله كبيرهم هذا فاسئلوهم ان كانوا ينطقون﴾ .

(سورة الأنبياء :۶۳)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿بل فعله كبيرهم هذا﴾ يعني : عظيمهم عندكم ، وإنما قال هذا على وجه الاستهزاء لا على وجه الجدّ . (۲/۳۷۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولهم علي ذنب فأخاف ان يقتلون﴾ . (سورة الشعراء :۱۴)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿ولهم عليّ ذنبٌ﴾ يعني : قصاص بقتل القبطي ﴿فأخاف أن يقتلون﴾ به قال القتبي : على معنى عندي أي لهم عندي ذنب ﴿قال﴾ اللّٰه تعالى : ﴿كلا﴾ أي : لا تخف . وقال الزجاج : كلا ردعٌ وتنبيه أي : لا يقدرون على ذلک . (۲/۴۷۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قال فعلتها إذا وأنا من الضآلّين﴾ . (سورة الشعراء :۲۰)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿قال فعلتها إذا﴾ يعني : قتلت النفس ﴿وأنا من الضّآلّين﴾ عن النبوة كقوله : ﴿ووجدک ضآلًّا فهدى﴾ ويقال : من الجاهلين ولم أتعمد القتل . قال القتبي : أصل الضلالة العدول عن الحق ثم يكون لمعاني منها النسيان ؛ لأن الناسي عادل عنه فكما قال هاهنا : ﴿فعلتها إذا وأنا من الضآلّين﴾ أي : من الناسين . وكما قال : ﴿أن تضل إحداهما فتذكر إحداهما الأخرى﴾ . (۲/۴۷۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا اله الا انت سبحانک اني كنت من الظّٰلمين﴾ .

(سورة الأنبياء :۸۷)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿سبحانک﴾ إني تبت إليک ﴿إني كنت من الظالمين﴾ لنفسي ، قال اللّٰه تعالى : ﴿فاستجبنا له ونجّيناه من الغمّ﴾ . (۲/۳۷۷)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وظنّ داود انما فتنّٰه فاستغفر ربه﴾ . (سورة صٓ :۲۴)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿فاستغفر ربه وخرّ راكعًا وأناب﴾ يعني وخرّ وقع راكعًا ساجدًا ﴿وأناب﴾ يعني أقبل إلى طاعة اللّٰه تعالى بالتوبة . وروى عطاء بن السائب عن أبي=

....
....
....
....
....
....
....
....
....

=عبد اللّٰه الجبلي قال : إن داود لم يرفع رأسه إلى السماء مذ أصاب الخطيئة حتى مات ، .... يقول اللّٰه عز وجل : ﴿فغفرنا له ذلک﴾ يعني ذنبه . ﴿وإن له عندنا لزلفى﴾ لقربة ﴿وحسن مآب﴾ أي المرجع في الآخرة . (۳/۱۳۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ليغفرلک اللّٰه ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر﴾ .

(سورة الفتح : ۲)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿ليغفر لک﴾ قال بعضهم : هذه لام كي ، فكأنه قال : لكي يغفر لک ﴿اللّٰه ما تقدم من ذنبک﴾ يعني ذنب آدم ﴿وما تأخر﴾ يعني ذنب أمتک . اهـ . (۳/ ۲۴۹ ، تفسير سورة الفتح)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستغفر لذنبک﴾ .(سورة غافر : ۵۵ ، و سورة محمد : ۱۹)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿واستغفر لذنبک﴾ وهذا قبل نزول قوله : ﴿ليغفر لک اللّٰه ما تقدم من ذنبک وما تأخّر﴾ ، ويقال : استغفر لذنبک أي لذنب أمتک .

(۳/ ۱۷۱ ، تفسير سوة غافر)

(فتاویٰ عثمانی:۱/ ٦٦، ٦٧، مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام، امداد الفتاویٰ :۵/۴۱۲،۴۱۳، دلیل عصمت انبیاء، وایضاً:٦/ ۱۱۷، ۱۱۸، عصمت انبیاء، فتاویٰ عزیزی:ص/۳۹۲ – ۳۹۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، جامع الفتاویٰ: ۱/ ۱۱۵، ۱۱٦، انبیاء کے معصوم ہونے کی دلیل، ط: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ پاکستان)

شاتم رسول ﷺ کی سزا

مسئلہ (۳): جو شخص کافر ہو یا مسلم، سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ پر ہنسی اُڑاتا ہے، یا آپ ﷺ کی سیرت وزندگی کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہے، یا آپ کی توہین وتنقیص کرتا ہے، یا آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، یا آپ کو گالی بکتا ہے، یا آپ کی طرف بُری باتوں کو منسوب کرتا ہے، یا آپ کی ازواجِ مطہرات اور امہات المؤمنین -رضی اللہ عنہن- کے حق میں نازیبا باتیں کرتا ہے، یا حضراتِ صحابۂ کرام -رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین- کی شان میں نامناسب ونا درست الفاظ استعمال کرتا ہے،...... ایسا آدمی سراسر کافر، مرتد، زندیق وملحد ہے، اگر ایسا شخص کسی مسلم ملک میں یہ حرکت کرتا ہے، تو اس کو کیفرِ کردار تک پہنچانا (قتل کرنا) مسلم حکومت پر واجب ہے۔[1] لیکن ہم جس ملک کے باشندے ہیں، نہ تو وہ مسلم ملک ہے، اور نہ اس کا دستور وقانون اسلامی ہے، بلکہ یہ ایک ایسا جمہوری ملک ہے جس کا ہر شہری اس کے جمہوری دستور وقانون کا مکلّف وپابند ہے، اور اس کی رُو سے ہر شہری پر ایک دوسرے کی جان ومال اور مذہب ودھرم کا احترام لازم ہے، نیز حکومت بھی اپنی عمل داری میں اقلیتوں کے وجود اور قومی، نسلی، ثقافتی، مذہبی ولسانی تشخُّص کی حفاظت کی پابند ہے، مگر یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ کچھ عرصہ سے بعض شر پسند عناصر؛ اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز واشتعال انگیز بیانات دے کر ملک کے امن وامان، اخوت

و بھائی چارے کی فضا کو مسموم کر کے، اس کے اتحاد و سالمیت کے لیے خطرات پیدا کرنے میں مصروف ہیں، اور حکومتِ وقت ان کے خلاف کاروائی کرنے میں لیت ولعل کر کے اپنی جانب داری کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔

ایسے حالات میں ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ؛......صبر و حلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیں، پُر تشدُّد ردِّ عمل سے گُریز کریں، کہ وہ ہمارے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، البتہ اپنے دستوری حقوق؛ دین و مذہب، جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے حسنِ تدبیر کے ساتھ حکومتِ وقت پر دباؤ بنائیں، اور اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز واشتِعال انگیز بیانات دینے والوں کو، ملکی قوانین میں موجود دفعات کا سہارا لے کر قرارِ واقعی سزا دلوانے کے لیے عدالتوں سے رُجوع کریں۔

اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه!

آمین یا رب العالمین!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاٰخرة واعدّ لهم عذابًا مهينًا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۷) – وقوله تعالى : ﴿ومنهم الذين يؤذون النبيّ ويقولون هو اُذن قل اُذن خير لكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين ورحمةٌ للذين اٰمنوا منكم والذين يؤذون رسول الله لهم عذابٌ اليمٌ . (سورة التوبة : ۶۱) – وقوله تعالى : ﴿ألم يعلموآ أنه من يحادد الله ورسوله فإن له نار جهنّم خالدًا فيها ، ذلك الخزي العظيم﴾ .

(سورة التوبة :۶۳)

ما في " التفسير المظهري " : من آذى رسول الله ﷺ بطعن في شخصه أو دينه أو نسبه=

....

= أو صفة من صفاته أو بوجه من وجوه الشين فيه صراحة أو كناية أو تعريضاً أو إشارة كفر، ولعنة اللّٰه في الدنيا والآخرة وأعدّ لهم عذاب جهنم .... قال ابن همام : كل من أبغض رسول اللّٰه ﷺ بقلبه كان مرتدًا فالسباب بالطريق الأولى ويقتل عندنا حدًا .

(۷/ ۳۸۲ ، مكتبة زكريا ديوبند)

ما في " معارف القرآن " : مسئله : "جو شخص رسول اللہ ﷺ کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے، آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے، خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً وہ کافر ہوگیا، اور اس آیت کی رُو سے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔" (کذا قال القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری)۔

(۷/ ۲۲۹، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۵۷)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد اللّٰه بن مغفل قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " اللّٰه اللّٰه في أصحابي ، لا تتخذوهم غرضًا بعدي ، فمن أحبهم فبحبي أحبهم ، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ، ومن آذاهم فقد آذاني ، ومن آذاني فقد آذى اللّٰه ، ومن آذى اللّٰه فيوشک أن يأخذه " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه .

(۶۹۶/۵، رقم : ۳۸۶۲ ، ط: دار احياء التراث العربي بيروت)

ما في " سنن النسائي " : عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه : " أن أعمى كان على عهد رسول اللّٰه ﷺ وكانت له أم ولد وكان له منها ابنان ، وكانت تكثر الوقيعة برسول اللّٰه ﷺ وتسب فيزجرها فلا تنزجر ، وينهاها فلا تنتهي ، فلما كان ذات ليلة ذكرت النبي ﷺ فوقعت فيه ، فلما صبر أن قمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليه فقتلتها فأصبحت قتيلاً ، فذكر ذلک للنبي ﷺ فجمع الناس وقال : أنشد اللّٰه رجلاً لي عليه حق فعل ما فعل إلا قام ، فأقبل الأعمى يتدلدل فقال : يا رسول اللّٰه ! أنا صاحبها كانت أم ولدي وكانت بي لطيفة رفيقة ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين ولكنها كانت تكثر الوقيعة فيک وتشتمک فأنهاها فلا تنتهي ، فأزجرها فلا تنزجر ، فلما كانت البارحة ذكرتک فوقعت فيک فقمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليها حتى قتلتها ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : " ألا ! أشهدوا أن دمها هدر " . (۱۵۲/۲ ، كتاب المحاربة ، الحكم فيمن سبّ النبي ﷺ ،سنن أبي داود: ۵۹۹/۲ ، كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ)=

....

=ما في " سنن أبي داود " : عن علي رضي الله عنه : " أن يهودية كانت تشتم النبي ﷺ وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فأبطل رسول الله ﷺ دمها " .

(۲/ ۲۰۰، كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سبّ النبي ﷺ)

ما في " مصنف عبد الرزاق " : عن عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما : " أن النبي ﷺ سبّه رجل ، فقال : " من يكفيني عدوي ؟ " فقال الزبير : أنا ، فبارزه فقتله الزبير ، فأعطاه النبي ﷺ سلبه " . (۵/ ۳۰۷ ، باب من سبّ النبي ﷺ)

ما في " بذل المجهود " : اختلف العلماء فيمن سبّ النبي ﷺ ، فقال ابن القاسم عن مالک : يقتل من سبّه ﷺ منهم إلا أن يسلم ، وأما المسلم فيقتل بغير استتابة ، وروي عن الأوزاعي ومالک في مسلم أنها ردة يستتاب منها ، وعن الكوفيين إن كان ذمياً عزر ، وإن كان مسلمًا فهي ردة . (۱۲/ ۴۲۶)

ما في " الصارم المسلول على شاتم الرسول " : المسألة الأولى — أن من سبّ النبي ﷺ من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله . هذا مذهب عليه عامة أهل العلم ، قال ابن المنذر : أجمع عوام أهل العلم على أن حدّ من سبّ النبي ﷺ القتلُ ، وممن قاله مالک والليث وأحمد وإسحاق ، وهو مذهب الشافعي . اهـ . (ص/۳ ، من سبّ النبي ﷺ يجب قتله مسلما كان أو ذميا ، المسألة الأولى ، شيخ الإسلام الإمام أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام الحرّاني الدمشقي المعروف بابن تيمية ، ط : المكتبة العصرية صيدا بيروت)

ما في " رد المحتار " : قال الحنابلة : إنه يقتل سابّ الرسول ﷺ ولا تقبل توبته سواء كان مسلماً أو كافراً ، وعامة هؤلاء لما ذكروا المسئلة قالوا يستتاب ، فإن تاب وإلا قتل كالمرتد . (۶/ ۲۸۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة الحصكفي رحمه الله : وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا الكافر بسبّ النبي ﷺ من الأنبياء فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقاً ، ومن شک في عذابه وكفره كفر، من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبّه النبي ﷺ أو بفعله بأن بغضه قتل حداً كما مرّ التصريح به ، لكن صرح في آخر الشفاء بأن حكمه كالمرتد . (در مختار) . وفي الشامية : وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب ، ثم نقل عن =

....

=مالک ومن ذكر بعده أنه لا تقبل توبته........ ثم قال : وبمثله قال أبوحنيفة وأصحابه أي قال إنه يقتل يعني قبل التوبة لا مطلقاً . (۲۸۲/٦)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبياً بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر .

(۲۴۳/۴، فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومن قال : لا أدري أن النبي ﷺ كان إنسياً أو جنياً يكفر . كذا في فصول العمادية . (۲۶۳/۲، فصل في أحكام المرتدين)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ومن سمع حديثه عليه السّلام فقال : سمعناه كثيرا بطريق الاستخفاف يكفر . (٦/ ۳۲۷ ، الفصل الثالث في الأنبياء ، كذا في مجمع الأنهر : ۲/ ۵۰۶، البحر الرائق : ۵/ ۲۰۳)

وما في " الفتاوى الهندية " : ما كان في كونه كفراً اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط ....وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته . (۲/ ۲۸۳، قبيل باب العاشر في البغاة ، كذا في الفتاوى التاتارخانية : ۴/ ۲۳۴، كتا ب أحكام المرتدين)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقد صرّح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي وحاوي الزاهدي ، وغيرهما بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سبّ الرسول فإنه مرتد ، وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد .

(٦/ ۲۸۴ ، كتاب الجهاد ، حكم سباب الأنبياء)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۶۲-۶۴، مسئلہ نمبر: ۶، کتاب الایمان والعقائد، فتاویٰ ختم نبوت: ۱/ ۲۵۸، ۲۵۹، و: ۱/ ۳۰۳، و: ۳/ ۱۰۳، و: ۳/ ۱۵۳، اسلام میں شاتمِ رسول کی سزا)

ما في " حاشية فتاوى محموديه " : ''راجح قول کے مطابق سب النبی ا کے مرتکب کی توبہ مقبول ہے، لیکن اگر قبل از توبہ قتل کیا گیا تو گناہ نہیں۔'' (فتاویٰ محمودیہ: ۲/ ۴۹۴، ما یتعلق بالاستخفاف باللہ وشعائرہ، کراچی)

گستاخِ رسول ﷺ کو حرامی کہنا

مسئلہ (۴): بعض لوگ سورۂ قلم کی آیت نمبر ۱۳: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ﴾ [۱] میں لفظ "زنیم" (نچلے نسب والا/ حرام زادہ [۲]) سے استدلال کر کے گستاخِ رسول ﷺ کو "حرامی" کہتے ہیں، کیوں کہ قرآنِ کریم کی آیتِ مذکورہ میں آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش رہنے والے کافروں، مثلاً: اخنس بن شُرَیق، اسود بن عبد یغوث، یا ولید بن مُغِیرہ [۳] وغیرہ کو "زنیم" (نچلے نسب والا/ حرام زادہ) کہا گیا، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کی، یا کسی بھی نبی ورسول کی شان میں گستاخی کرنا بدترین کفر ہے [۴] (نعوذ باللہ)، مگر قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ میں جس شخص کو "زنیم" کہا گیا ہے، اس کو گستاخیٔ رسول ﷺ کی وجہ سے "زنیم" نہیں کہا گیا، بلکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے کہ وہ شخص واقعۃً ایسا ہی بدنام اور مشکوک نسب کا تھا [۵]، لہٰذا آیتِ کریمہ سے یہ اُصول نہیں نکالا جا سکتا کہ جو شخص گستاخیٔ رسول ﷺ کا ارتکاب کرے، اُس کو "حرامی" کہہ سکتے ہیں۔ [۶]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (القرآن الكريم ، سورة القلم : ۱۳)

(۲) ترجمہ : "سخت مزاج ہو اس کے علاوہ حرام زادہ ہو۔"

(بیان القرآن: ۲/ جز ۱۲، ص/ ۲۹، ط: مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری جوگیشوری)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= ''بدمزاج ہے، اوراس کے علاوہ نچلے نسب والا بھی۔''

(آسان ترجمۂ قرآن:۳/۱۷۸۲، مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ)

(۳) (توضیح القرآن/آسان ترجمۂ قرآن:۳/۱۷۸۲، آیت نمبر:۱۳، سورۂ قلم، حاشیہ نمبر:۴)

(۴) **ما في '' تنبیه الولاة والحکام ...... ملحقه رسائل ابن عابدین '' : قال أبو یوسف : وأیما رجل مسلم سبّ رسول اللّٰه ﷺ أو کذّبه أو عابه أو تنقّصه فقد کفر باللّٰه تعالی .**

(۱/ ۳۲۴ ، بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل:۲/ ۵۷، حاشیہ نمبر:۲، جدید ایڈیشن)

(امدادالفتاویٰ:۵/ ۳۹۸، توہین خدااوررسول کفر ہے، فتاویٰ ختمِ نبوت:۱/ ۲۵۸)

ما في '' الموسوعة الفقهیة '' : ولا فرق بین نبي وغیره من سائر الأنبیاء ، وکذا الرسل إذ النبي أعم من الرسول علی المشهور . (۲۴/ ۱۳۷ ، **سب الذمي النبي ﷺ**)

(۵) **ما في '' معارف القرآن شفیعي '' :** ''زنیم'' کے معنی؛ وہ شخص جس کا نسب کسی باپ سے ثابت نہ ہو، جس شخص کے یہ اوصاف بیان کیے گئے تھے وہ ایسا غیر ثابت النسب تھا۔'' (۸/۵۳۳)

ما في '' تفسیر محمود '' : ''زنیم'' کا معنی؛ ولد الزنا ہے، یعنی حرام زادہ، ولید بن مغیرہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کی عمر ۱۸/ سال تھی اوراس وقت تک اس کا نسب معلوم نہ تھا، پھراس کے باپ نے دعویٰ کردیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔'' الخ۔ (۳/ ۳۸۸، افادات حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ، ط:جمیعۃ پبلی کیشنز لاہور)

(۶) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲/ ۵۷، موجباتِ کفر، کیا گستاخ رسول کو حرامی کہہ سکتے ہیں؟ جدید ایڈیشن، فتاویٰ ختم نبوت:۱/ ۲۳۷)

مسلمان کعبۃ اللہ کی عبادت نہیں کرتے

مسئلہ (۵): مخالفینِ اسلام کو استقبالِ قبلہ؛ یعنی کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے اور اُس کا طواف کرنے پر اعتراض ہے، کہ مسلمان کعبہ کی پرستش کرتے ہیں، اُس کا جواب یہ ہے کہ ہم کعبہ کی پرستش نہیں کرتے، بلکہ خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور صرف منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں [1]، اور اس کے لیے

ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں:

۱- ہم خود اُس کی معبودیت کی نفی کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ کوئی عابد اپنے معبود کی معبودیت کی نفی نہیں کیا کرتا۔

۲- نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کے دل میں کعبہ کا خیال بھی نہ آئے، مگر کعبہ کی طرف منہ رہے، تو نماز درست ہے، چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ مسجد میں آکر نماز شروع کر دیتے ہیں، اور کعبہ کا کچھ بھی خیال اُن کو نہیں آتا، تب بھی اُن کی نماز درست ہوتی ہے، اگر ہم کعبہ کی عبادت کرتے، تو اس کی نیت کرنا شرط ہوتا، مگر ایسا نہیں ہے۔

۳- اگر کسی وقت کعبہ نہ رہے، جب بھی نماز فرض رہے گی، اور اس سمت منہ کیا جائے گا، جس سمت میں کعبہ موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کعبہ کے اینٹ پتھروں کو نہیں پوجتے، ورنہ انہدامِ کعبہ (کعبہ کی عمارت گر جانے) کے بعد نماز موقوف ہو جاتی۔

۴- اگر کوئی شخص کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے، تو اس کی نماز درست ہے، اگر

کعبہ مسلمانوں کا معبود ہوتا، تو اس کے اوپر چڑھ کر نماز صحیح نہ ہوتی، کیوں کہ اب کعبہ اس کے سامنے نہیں ہے، نیز معبود کے اوپر چڑھنا گستاخی ہے، تو اس حالت میں نماز کس طرح درست ہوگی، مگر فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ کعبہ کی چھت پر بھی نماز صحیح ہوجاتی ہے۔ (۲)

الغرض! ہماری نماز کعبہ کے وجود پر موقوف ہے، نہ اس کی نیت ضروری ہے، نہ اس کی دیواروں کا ہونا ضروری ہے، بلکہ مسلمان دراصل تجلّیِ الٰہی کا استقبال کرتے ہیں، دیواروں کا نہیں، مگر چوں کہ تجلّیِ الٰہی کا احساس ہر شخص کو نہیں ہوتا، اس لیے حق تعالیٰ نے اس خاص خطے اور جگہ کی حد مقرر فرمادی، پس یہ عمارت (خانۂ کعبہ) محض اس تجلّیِ اعظم کی جگہ دریافت کرنے کے لیے ہے، خود عمارت مقصود بالذات نہیں ہے۔ (۳) (مستفاد از: امداد الحجاج، حصہ دوم: ص/ ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قد نرى تقلُّب وجهک في السمآء فلنولّينّک قبلة ترضاها فول وجهک شطر المسجد الحرام ، وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره﴾ . (سورة البقرة : ۱۴۴) وقوله تعالى : ﴿ومن حيث خرجت فول وجهک شطر المسجد الحرام﴾ . (سورة البقرة : ۱۴۹) وقوله تعالى : ﴿ومن حيث خرجت فول وجهک شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۰)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب الحنفية والشافعية وهو رواية عن الحنابلة إلى أنه تصح الفريضة على ظهر الكعبة ، ...... واستدل الحنفية بأنه مستقبِل لهوائها والكعبة عندهم هواء ، لا بناءٌ . (۳۴/ ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، كعبة ، الصلاة على ظهر الكعبة)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وحين شاهد البيت كبر) ثلاثا ، ومعناه : الله =

کعبۃ اللہ شریف کے غلافِ اطہر کو چومنا

مسئلہ (۶): کعبۃ اللہ شریف کے غلافِ اطہر کو چومنے کے سلسلے میں احادیثِ مبارکہ میں کوئی روایت صراحۃً نہیں ملتی ہے، البتہ جس طرح قرآن پاک کو اس کے کلام اللہ ہونے کی وجہ سے چومنا جائز ہے، اسی طرح کعبۃ اللہ شریف کے غلافِ اطہر کو اس وجہ سے کہ وہ بیت اللہ شریف کی بابرکت اور مقدس دیواروں کے ساتھ لگا رہتا ہے، بطورِ تبرُّک چومنا بھی جائز ہوگا۔ (۱)

=أكبر من الكعبة (وهلل لئلا يقع نوع شرك . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لئلا يقع نوع شرك) أي بتوهم الجاهل أن العبادة للبيت .

(۳/۵۰۳ ، كتاب الحج ، مطلب في دخول مكة ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذكر الحنفية : وهو المشهور عند الحنابلة ، وروي عن أحمد استحبابه لما رُوي عن عمر رضي اللّٰه عنه أنه : كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبّله ويقول : عهدُ ربي ومنشور ربي عزّ وجلّ . وكان عثمان يقبل المصحف ويمسحه على وجهه. وقال النووي في التبيان : روينا في مسند الدارمي بإسناد صحيح عن ابن أبي مُليكة أن عكرمة بن أبي جهل كان يضع المصحف على وجهه ويقول : كتاب ربّي كتاب ربّي . اهـ .

(۱۳/۱۳۳، تقبيل ، تقبيل المصحف ، الدر المختار مع الشامية :۵/۲۴۶، ط: احياء التراث العربي بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۹۶۲۵)

تبرّکات کی زیارت

مسئلہ (۷): حضور نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی یا کسی بزرگ کے تبرُّکات کی زیارت باعثِ خیر وبرکت ہے، مگر اس کے لیے غیر مشروع طریق پر اہتمام کرنا شرک ومعصیت ہے، زیارت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے اِس بات کی تحقیق کرلے کہ جو تبرّکات جس بزرگ سے منسوب ہیں، فی الواقع وہ اس کے ہیں بھی یا نہیں؟ جب اس کی سند مل جائے تو وہاں جس وقت چاہے جاکر زیارت کرلے، اور اس موقع پر ایسی حرکت نہ کرے جو شرع کے خلاف ہو[۱]، یعنی اُسے نہ چومے اور نہ سجدہ کرے[۲]، نہ اُس کا طواف کرے، نہ اس کی منت مانے، اس پر چڑھاوا نہ چڑھائے[۳]، اس کی زیارت کے لیے کوئی خاص دن مقرر کرکے مجمع نہ کرے، وہاں عورتوں کو نہ جانے دے[۴]، اور نہ گانے بجانے کا اہتمام کرے[۵]، ورنہ جو خیر وبرکت متوقع ہے، وہ شر ومعصیت میں بدل جائے گی۔[۶]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، حديث : ۲۶۹۷ ، و:ص/۷۷۴ ، احياء التراث العربي بيروت ، صحيح مسلم : ۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، حديث : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)=

....

=ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود . (۳۳/۱۳)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲۵٦/۲ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(۲) عن أبي هريرة ، أن رسول الله ﷺ قال : " قاتل الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد " . (۱۱۹/۱ ، حديث :۴۳۷ ، ط : دار الشعب القاهرة)

وفيه أيضًا : " أولئک قوم إذا مات فيهم العبد الصالح أو الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ، وصوروا فيها تلک الصور ، أولئک شرار الخلق عند الله " .

(٦۲/۱ ، كتاب الصلاة ، باب الصلوة في البيعة ، ط : قديمي)

ما في " تفسير المظهري " : قال القاضي ثناء الله العثماني الحنفي رحمه الله : لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها . (٦۵/۲)

ما في " حجة الله البالغة " : قال العلامة المحدث الشاه ولي الله الدهلوي : كان أهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ويتبرّكون بها ، وفيه من التحريف والفساد ما لا يخفى فسدّ النبي ﷺ باب الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ، ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله . (۴۸۰/۱)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير ومآ أهل لغير الله به﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : الرابع : ما أهل لغير الله به ، والإهلال : رفع الصوت ...... وكانوا يقولون عند الذبح بإسم اللات والعزى فحرّم الله تعالى ذلک .

(۲۸۳/۴ ، سورة المائدة :۳)

(۴) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة : " أن رسول الله ﷺ لعن زوّارات القبور ".

(۳٦۲/۳ ، ط : الحلبي)=

....

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : أما النساء : فمذهب الجمهور أنه تكره زيارتهنّ للقبور، لقوله ﷺ : " لعن اللّٰه زوّارات القبور " . ولأن النساء فيهن رقة قلب وكثرة جزع وقلة احتمال للمصائب ، وهذا مظنة لطلب بكائهن ورفع أصواتهن . اهـ .

(۸۸/۲۴ ، زيارة القبور، حكم زيارة القبور)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل اللّٰه بغير علم﴾ . (سورة لقمان : ٦)

ما في " رد المحتار " : جاء في التفسير أن المراد الغناء .

(۵۰۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالى : وفي السراج : ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام . قال ابن مسعود : " صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات " . (۵۰۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

(٦) ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها التيامن من مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة ، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته . (۲/۷۳۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة ومنكر . (۲٦/۳)

ما في " السعاية في كشف ما في شرح الوقاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل له في الشرع . (ص/۲٦۵ ، باب صفة الصلاة)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم ، والتخصيص من غير مخصص مكروها .

(۴۹۰/۳ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول ، الثاني والأربعون)

(اسلامی اخلاق وآداب: ص/۳۳۴، آدابِ زیارت وتبرکات)

خزینہ یا دفینہ میں جنات کا اثر

مسئلہ (۸): اگر کسی شخص کو اپنے گھر، کھیت یا اپنی ملکیت کی زمین میں سونا چاندی یا مال (خزینہ ودفینہ) وغیرہ قیمتی چیز ملے، تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں جنات کا اثر ہوتا ہے، اور اس کے استعمال سے جنات کی طرف سے تکلیف ہوسکتی ہے، ان لوگوں کی یہ بات صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جس شخص کی زمین میں سونا چاندی یا مال وغیرہ ملے، تو وہ اس کا مالک ہے، وہ اس کو استعمال کرسکتا ہے، اس کے استعمال سے جنات کی طرف سے تکلیف کا ہونا شرعاً ثابت نہیں ہے۔ (۱)

واللہ اعلم بالصواب!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .

(ص/۶۵۴ ، المادة : ۱۱۹۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال إمام الحرمين : القاعدة المعتبرة أن المُلاک مختصون بأملاكهم لا يُزاحم أحد مالكًا في ملكه من غير حق مستَحق .

(۳۹/۳۲ ، حرمة الملک في الإسلام)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۸۷۳۱)

قیمتی پتھروں سے قسمت پر اثر

مسئلہ (۹): بعض لوگ موتیوں مثلاً؛ عقیق، یاقوت، زَبَرْجَدْ، زُمَرَّدْ اور نیلم وغیرہ قیمتی پتھروں کو ہار یا انگوٹھی وغیرہ میں لگاتے ہیں، اور یہ سمجھ کر اُنہیں پہنتے ہیں کہ اس سے قسمت پر اثر پڑتا ہے، اُن کا یہ فہم وخیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ موتیوں کا استعمال شرعاً جائز و درست تو ہے (۱)، مگر یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے پہننے سے قسمت پر اثر پڑتا ہے، درست نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة " : [۱۱] (حديث) : " من تختم بالعقيق ونقش عليه – وما توفيقي إلا بالله – وفقه الله تعالى لكل خير وأحبه الملكان المؤكلان به . (ابن الجوزي) من حديث علي ، وفيه أبو سعيد الحسن بن علي العدوي – وهو من عمله .

[۱۲] (حديث) : " تختموا بالياقوت فإنه ينفي الفقر " . (أبو الغنائم النرسي) في كتاب أنس الغافل من حديث ابن عباس ، وفيه محمد بن عبد الله للشيباني .

[۱۳] (حديث) : " من اتخذ خاتمًا فصه ياقوت نفى الله عنه الفقر " . (عد) من حديث أنس ، وفيه أحمد بن عبد الله بن حكيم الفرياناني .

(۲/ ۲۷۰ ، كتاب اللباس والزينة ، الفصل الأول)

ما في " كتاب الموضوعات لإبن الجوزي " : عن علي عليه السلام قال : قال رسول الله ﷺ : " من تختم بالعقيق ونقش عليه : وما توفيقي إلا بالله ، وفقه الله لكل خير وأحبه الملكان المؤكلان به " .

عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال : " من تختم بالعقيق لم يزل يرى خيرًا " .

عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " تختموا بالعقيق فإنه مبارك " . =

....

=عن عائشة قالت : أتي ببعض بني جعفر إلى رسول اللّٰه ﷺ فقال : بأبي أنت وأمي يا رسول اللّٰه ! أرسل معي من يشتري لي نعلا وخاتمًا ، فدعا له بلال ابن رباح ، فقال : انطلق إلى السوق فاشتر لها نعلا واستحدها ولا تكن سوداء ، واشتر لها خاتمًا وليكن فصه عقيقًا فإنه " من تختم بالعقيق لم يُقض له إلا بالذي هو أسعد " .

عن عائشة أم المؤمنين رضي اللّٰه عنها قالت : قال رسول اللّٰه ﷺ : " أكثر خرز أهل الجنة العقيق " .

عن أنس أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر " .

هذه الأحاديث كلها ليس فيها ما يصح . أما حديث علي فهو [من] عمل أبي سعيد الحسن بن علي . وأما حديث فاطمة ففي إسناده أبو بكر بن شعيب ولا نعرف اسمه ، قال ابن حبان : يروي عن مالك ما ليس من حديثه لا يحل الاحتجاج به .

وأما حديث عائشة ففي الطريق الأول يعقوب بن الولد ، قال أحمد بن حنبل : هو من الكذابين الكبار كان يضع الحديث ، وقال يحيى : ليس بشيء ، وقال ابن حبان : كان يضع الحديث على الثقاة .

قال ابن عدي : هذا الحديث يعرف بيعقوب إبراهيم الزهري ، سرقه منه يعقوب بن الوليد، ويعقوب بن إبراهيم ليس بالمعروف ، وفي الطريق الثاني محمد بن أيوب ، قال ابن حبان : يروي الموضوع لا يحل الاحتجاج به ، فأما أبوه أيوب فقال ابن المبارک : ارم به ، وقال يحي : ليس بشيء ، وقال النسائي : ليس بثقة ، وفي الطريق الثالث : سلم بن سالم كذاب ، كان ابن المبارک يكذبه ، وقال أبو زرعة : لا يكتب من حديثه ، وقال السعدي : غير ثقة ، وقال ابن حبان : روى عن القاسم ما ليس من حديثه ، لا يحل ذكره إلا اعتبارًا . وأما حديث أنس فقال ابن عدي : هو حديث باطل ، والحسن بن إبراهيم مجهول . قال العقيلي : ولا يثبت في هذا عن النبي ﷺ شيء . اهـ . (ص/۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، باب التختم بالعقيق)

وفيه أيضًا : عن عبد اللّٰه بن عباس قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " تختموا بالياقوت فإنه ينفي الفقر " .

عن أنس عن النبي ﷺ قال : " من اتخذ خاتمًا فصّه ياقوت نفى اللّٰه عنه الفقر " .=

....

=هذا حديثان لا أصل لهما . أما حديث ابن عباس ففيه محمد بن عبد اللّٰه الشيباني ، قال أبو بكر الخطيب : كان يضع الحديث . قال الأزهري : كان دجالا . وأما حديث أنس فقال ابن حبان : هذا خبر باطل ، ما قاله أنس ولا رسول اللّٰه ﷺ ولا حدث به حميد ، وأحمد بن عبد اللّٰه الفريابانی كان يروي عن الثقات ما ليس من أحاديثهم .

(ص/۲۵۴ ، ۲۵۵ ، باب التختم بالعقيق ، تأليف : الإمام أبو الفرج عبد الرحمن بن علي ابن الجوزي ، المتوفى سنة :۵۹۷هـ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، موسوعة أطراف الحديث النبوي الشريف :۳۴۸/۴ ، ط : بيروت)

ما في " هامش – المصنوع في معرفة الحديث الموضوع " : قال الشيخ عبد الفتاح أبو غدة رحمه اللّٰه : وجاء في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح للعلامة علي القاري : ۴۴۵/۴ : قال بعض الشراح : وأما ما روي في التختم بالعقيق من أنه ينفي الفقر ، وأنه مبارك ، وأن من تختم به لم يزل في خير – فكلها غير ثابتة على ما ذكره الحفاظ . قلت : القائل علي القاري – حديث " تختموا بالعقيق فإنه مبارك " رواه العُقيلي في الضعفاء وابن لال في " مكارم الأخلاق " والحاكم في " تاريخه " والبيهقي والخطيب وابن عساكر والديلمي في " مسند الفردوس " عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، وكثرة الطرق تدل على أن الحديث له أصل . وروى ابن عدي في " الكامل " عن أنس : " تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر " انتهى كلام علي القاري . وقوله هنا : (وكثرة الطرق تدل على أن الحديث له أصل) أي له شيء من الثبوت في الجملة ، وانظر من أمثلة ذلك أيضًا في هذا الكتاب " المصنوع " الحديث ۸۶ حديث " بُني الدين على النظافة " فسترى مما علّقته عليه أن لهذا الحديث أصلا – أي ثبوتًا في الجملة – وأمثال ذلك كثيرة لا تحصى ، تراها في كتب التخارج .

(ص/۲۵ ، المصنوع للقاري ، والتحقيق لعبد الفتاح أبو غدة ، الناشر : مكتب المطبوعات الإسلامية بحلَب ، طبع : دار البشائر الإسلامية بيروت)

ما في " كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق " : " تختموا بالزبرجد ؛ فإنه يسر لا عسر فيه " . (فر) . وفي هامشه : الأسرار (۱۵۷) ، والكشف : ۳۵۵/۱ ، وعزاه إليه وقال : لا يصح . (۲۲۷/۱ ، رقم : ۲۸۸۲ ، حرف التاء ، تأليف : عبد الرؤوف بن علي بن زين =

یمنی عقیق پتھر کے نگینے والی انگوٹھی پہننے کا ثبوت

مسئلہ (۱۰): یمنی عقیق پتھر کے نگینے کے ساتھ انگوٹھی پہننا، رسولِ پاک ﷺ سے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اور جن احادیث میں عقیق کے پہننے کا ذکر ملتا ہے وہ سب حدیثیں بہت ضعیف ہیں[۱]، تاہم ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہوئے کوئی پہنے، تو اس کی گنجائش ہے۔[۲]

=العابدين بن المناوي الشافعي ، م : ۱۰۳۱ھـ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

وفيه أيضًا : " تختموا بالعقيق ؛ فإنه مبارك " . (ک) وفي هامشه : والأسرار (۱۵۸) ، وابن عدي : ۷/۲۶۰۴ ، والتنزيه : ۲/۲۷۵ ، والتذكرة (۱۵۸) ، واللآلي : ۲/۱۴۶، والضعيفة (۲۲۶) ، وضعيف الجامع : ص/۳۵۶ ، حديث : ۲۴۱ ، وقال : موضوع .

(۱/۲۲۸ ، رقم : ۲۸۸۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فيجوز من حجر وعقيق وياقوت وغيرها . (در مختار). (۹/۵۱۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : زكريا وبيروت)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السماوات والأرض بخمسين ألف سنة " . (۲/۳۳۵ ، كتاب القدر ، باب حجاج آدم وموسیٰ عليهما الصلوٰة والسلام)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۵۲۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الموضوعات لابن الجوزي " : عن علي عليه السلام قال : قال رسول الله ﷺ : " من تختم بالعقيق ونقش عليه : وما توفيقي إلا بالله ، وفقه الله لكل خير وأحبه الملكان المؤكلان به " . عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال : " من تختم بالعقيق لم يزل يرى خيرًا " . عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " تختموا بالعقيق فإنه مبارك " . عن عائشة قالت : أتي ببعض بني جعفر إلى رسول الله ﷺ فقال : بأبي أنت وأمي يا رسول =

....

=الله ! أرسل معي من يشتري لي نعلا وخاتمًا ، فدعا له بلال ابن رباح ، فقال : انطلق إلى السوق فاشتر لها نعلا واستحدها ولا تكن سوداء ، واشتر لها خاتمًا وليكن فصه عقيقًا فإنه " من تختم بالعقيق لم يُقض له إلا بالذي هو أسعد " . عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " أكثر خرز أهل الجنة العقيق " . عن أنس أن رسول الله ﷺ قال : " تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر " . هذه الأحاديث كلها ليس فيها ما يصح . أما حديث علي فهو [من] عمل أبي سعيد الحسن بن علي . وأما حديث فاطمة ففي إسناده أبو بكر بن شعيب ولا نعرف اسمه ، قال ابن حبان : يروي عن مالك ما ليس من حديثه لا يحل الاحتجاج به . وأما حديث عائشة ففي الطريق الأول يعقوب بن الولد ، قال أحمد بن حنبل : هو من الكذابين الكبار كان يضع الحديث ، وقال يحيى : ليس بشيء ، وقال ابن حبان : كان يضع الحديث على الثقاة . قال ابن عدي : هذا الحديث يعرف بيعقوب إبراهيم الزهري ، سرقه منه يعقوب بن الوليد، ويعقوب بن إبراهيم ليس بالمعروف ، وفي الطريق الثاني محمد بن أيوب ، قال ابن حبان : يروي الموضوع لا يحل الاحتجاج به ، فأما أبوه أيوب فقال ابن المبارک : ارم به ، وقال يحي : ليس بشيء ، وقال النسائي : ليس بثقة ، وفي الطريق الثالث : سلم بن سالم كذاب ، كان ابن المبارک يكذبه ، وقال أبو زرعة : لا يكتب من حديثه ، وقال السعدي : غير ثقة ، وقال ابن حبان : روى عن القاسم ما ليس من حديثه ، لا يحل ذكره إلا اعتبارًا . وأما حديث أنس فقال ابن عدي : هو حديث باطل ، والحسن بن إبراهيم مجهول . قال العقيلي : ولا يثبت في هذا عن النبي ﷺ شيء . اهـ .

(ص/۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، باب التختم بالعقيق ، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة : ۲/۲۷۰ ، كتاب اللباس والزينة ، الفصل الأول)

وفيه أيضًا : عن عبد الله بن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " تختموا بالياقوت فإنه ينفي الفقر " . عن أنس عن النبي ﷺ قال : " من اتخذ خاتمًا فصّه ياقوت نفى الله عنه الفقر " . هذا حديثان لا أصل لهما . أما حديث ابن عباس ففيه محمد بن عبد الله الشيباني ، قال أبو بكر الخطيب : كان يضع الحديث . قال الأزهري : كان دجالا . وأما حديث أنس فقال ابن حبان : هذا خبر باطل ، ما قاله أنس ولا رسول الله ﷺ ولا حدث به حميد ، وأحمد بن=

....

= عبد الله الفرياباني كان يروي عن الثقات ما ليس من أحاديثهم .
(ص/۲۵۴ ، ۲۵۵ ، باب التختم بالعقيق ، موسوعة أطراف الحديث النبوي الشريف : ۳۴۸/۴ ، كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق : ۲۲۷/۱ ، حديث : ۲۸۸۲)

ما في " كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق " : " تختموا بالزبرجد ؛ فإنه يسر لا عسر فيه " . (فر) . وفي هامشه : الأسرار (۱۵۷) ، والكشف : ۳۵۵/۱ ، وعزاه إليه وقال : لا يصح . (۲۲۷/۱ ، رقم : ۲۸۸۲ ، حرف التاء ، تأليف : عبد الرؤوف بن علي بن زين العابدين بن المناوي الشافعي ، م : ۱۰۳۱ھـ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في " هامش – المصنوع في معرفة الحديث الموضوع " : قال الشيخ عبد الفتاح أبو غدة رحمه الله : وجاء في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح للعلامة علي القاري : ۴۴۵/۴ : قال بعض الشراح : وأما ما روي في التختم بالعقيق من أنه ينفي الفقر ، وأنه مبارك ، وأن من تختم به لم يزل في خير – فكلها غير ثابتة على ما ذكره الحفاظ . قلت : القائل علي القاري – حديث " تختموا بالعقيق فإنه مبارك " رواه العُقيلي في الضعفاء وابن لال في " مكارم الأخلاق " والحاكم في " تاريخه " والبيهقي والخطيب وابن عساكر والديلمي في " مسند الفردوس " عن عائشة رضي الله عنها ، وكثرة الطرق تدل على أن الحديث له أصل . وروى ابن عدي في " الكامل " عن أنس : " تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر " انتهى كلام علي القاري . وقوله هنا : (وكثرة الطرق تدل على أن الحديث له أصل) أي له شيء من الثبوت في الجملة ، وانظر من أمثلة ذلك أيضًا في هذا الكتاب " المصنوع " الحديث ۸۶ حديث " بُني الدين على النظافة " فسترى مما علّقته عليه أن لهذا الحديث أصلا – أي ثبوتًا في الجملة – وأمثال ذلك كثيرة لا تحصى ، تراها في كتب التخارج .
(ص/۲۵ ، المصنوع للقاري ، والتحقيق لعبد الفتاح أبو غدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال العلماء : يجوز العمل بالحديث الضعيف بشروط منها : أ – أن لا يكون شديد الضعف فإذا كان شديد الضعف ككون الراوي كذابا أو فاحش الغلط فلا يجوز العمل به . ب – أن لا يتعلق بصفات الله تعالى ولا بأمر من أمور العقيدة ، ولا بحكم من أحكام الشريعة من الحلال والحرام ونحوها . ج – أن يندرج تحت أصل عام=

....

....

....

....

....

....

....

= من أصول الشريعة . د – أن لا يُعتقد عند العمل به ثبوته بل يُعتقد الاحتياط .

(۱۶۰/۲۲، ۱۶۱ ، فضائل ، حادي عشر – العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال، تدريب الراوي في شرح تقريب النووي : ۲۹۸/۱ ، م : عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، تحقيق : د . عبد الوهاب عبد اللطيف ، ط : مكتبة الرياض الحديثة ، الرياض)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فائدة : شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه وأن يدخل تحت أصل عام ، وأن لا يعتقد سنية ذلک الحديث .

(۲۵۳/۱ ، كتاب الطهارة ، ط: بيروت وزكريا)

ما في " رد المحتار " : قال محقق الشافعية الرملي : فيعمل به في فضائل الأعمال وإن أنكره النووي . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (في فضائل الأعمال) أي لأجل تحصيل الفضيلة المترتبة على الأعمال ، قال ابن حجر في شرح الأربعين : لأنه إن كان صحيحًا في نفس الأمر فقد أعطي حقه من العمل ، وإلا لم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق للغير ، وفي حديث ضعيف " من بلغه عني ثواب عمل فعمله حصل له أجره وإن لم أكن قلته " أو كما قال . اهـ . قال السيوطي : ويعمل به أيضًا في الأحكام إذا كان فيه احتياط . (۲۵۲/۱ ، كتاب الطهارة ، ط : بيروت وزكريا)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فيجوز من حجر وعقيق وياقوت وغيرها . (در مختار). (۵۱۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : زكريا وبيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۳۰)

حرمین شریفین کی مٹی میت کے بدن پر مَلنا

مسئلہ (۱۱): بعض لوگ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے لائی ہوئی مٹی میت کے چہرے ودیگر اعضاء پر مَلتے ہیں، ہوسکتا ہے اس عمل کے پیچھے یہ عقیدہ وخیال کارفرما ہو کہ اس سے میت کے حق میں اُمورِ قبر میں تخفیف ہوتی ہے، اُن کا یہ عمل اور عقیدہ وخیال بے اصل وبے بنیاد ہے، شرعاً ثابت نہیں، اسے ترک کردینا چاہیے، کیوں کہ اُمورِ قبر میں تخفیف خود انسان کے اعمالِ صالحہ سے ہوتی ہے، اِس طرح کی منسوب چیزوں اور نسبتوں سے نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ، اور صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے فرمایا تھا: ''اپنے آپ کو دوزخ سے بچالو، کیوں کہ میں تمہارے لیے اللہ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں، اور بحیثیتِ رشتہ داری میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔''(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحیح البخاري '' : عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه أن النبي ﷺ قال : '' یا بني عبد مناف ! اشتروا أنفسکم من اللّٰه ، یا بني عبد المطلب ! اشتروا أنفسکم من اللّٰه ، یا أم الزبیر بن العوام عمة رسول اللّٰه ! یا فاطمة بنت محمد ! اشتریا أنفسکما من اللّٰه ، لا أملک لکما من اللّٰه شیئًا ، سلاني من مالي ما شئتما '' . (۲۲۴/۴ ، حدیث :۳۵۲۷ ، کتاب المناقب ، باب من انتسب إلی آبائه في الإسلام والجاهلیة ، باب :۱۲ ، ط : دار الشعب القاهرة ، و:ص/۶۳۰ ، ط : احیاء التراث العربي بیروت)

ما في '' صحیح مسلم '' : عن أبي هریرة قال : لما أنزلت هذه الآیة : ﴿وأنذر عشیرتک=

خرمن (غلے کے ڈھیر) کو اُٹھاتے وقت بجانا و مارنا

مسئلہ (۱۲): بعض علاقوں میں لوگ خرمن (غلے کا وہ ڈھیر جس سے بھوسا الگ نہ کیا گیا ہو) اُٹھاتے وقت اس کو دو چار بار بجاتے اور مارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہر جان دار اور بے جان چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر وتسبیح کرتی ہے، اور بجانے ومارنے سے وہ اللہ کا ذکر وتسبیح بند کردیتی ہے، اس لیے ہم بھی غلے کے ڈھیر کو مارتے ہیں، تاکہ وہ ذکر وتسبیح بند کردے، اور پھر ہم صاف کرکے

=الأقربين﴾ دعا رسول الله ﷺ قريشًا فاجتمعوا فعم وخصّ فقال : " يا بني كعب بن لؤيّ ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا بني مرة بن كعب ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا بني عبد شمس ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا بني عبد مناف ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا بني هاشم ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا بني عبد المطلب ! أنقذوا أنفسكم من النار ، يا فاطمة ! أنقذي نفسک من النار ، فإني لأ أملک لكم من الله شيئًا غير أن لكم رحما سأبلها ببلالها " .

(۱/۱۳۳ ، حديث :۵۲۲ ، كتاب الإيمان ، باب في قوله تعالى : وأنذر عشيرتک الأقربين ، ط : دار الجيل ودار الآفاق الجديدة بيروت)

ما في " صحيح مسلم " : عن عائشة قالت : لما نزلت : ﴿وأنذر عشيرتک الأقربين﴾ قام رسول الله ﷺ على الصفا فقال : يا فاطمة بنت محمد ! يا صفية بنت عبد المطلب ! يا بني عبد المطلب ! لا أملک لكم من الله شيئًا ، سلوني من مالي ما شئتم " .

(۱/۱۳۳ ، حديث :۵۲۴ ، باب في قوله تعالى : وأنذر عشيرتک الأقربين ، وحديث : ۵۲۵ ، جامع الترمذي :۴/۵۵۴ ، حديث :۲۳۱۰ ، إنذار النبي ﷺ ، ط : احياء التراث العربي ، و:۵/۳۳۸ ، حديث :۳۱۸۴ ، ۳۱۸۵ ، ط : احياء التراث العربي ، سنن النسائي :۶/۲۴۹ ، حديث :۳۶۴۶ ، ۳۶۴۷ ، باب إذا أوصى لعشيرته الأقربين ، ط : مكتب المطبوعات الإسلامية حلب ، مسند أحمد :۲/۳۳۳ ، حديث :۸۳۸۳ ، مسند أبي هريرة ، ط : مؤسسة قرطبة القاهرة ، مصر) (مستفاد از فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۲۸۰۱۹)

اُسے استعمال کرلیں، اُن کی اتنی بات تو صحیح ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی چیز کو مارنے سے وہ ذکر وتسبیح بند کردیتی ہے، لہٰذا خرمن (غلے کے ڈھیر) کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ لکڑی مارنے سے اُس کی زندگی ختم ہوتی ہے، اور پھر اس کا ذکر کرنا بند ہوجاتا ہے، صحیح نہیں ہے، اس طرح کے عقیدے سے پرہیز کرنا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿تسبح له السمٰوٰت السَّبُعُ والارض ومَن فيهنّ ، وان من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾ . (سورة الإسراء : ۴۴)

ما في " إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم– المعروف بـ [تفسير أبي السعود]" : (وإن من شيء) من الأشياء حيوانا كان أو نباتا أو جمادا (إلا يسبح ..... بحمده) أي ينزّهه تعالى بلسان الحال عما لا يليق بذاته الأقدس من لوازم الإمكان ولواحق الحدوث ، إذ ما من موجود إلا وهو بإمكانه وحدوثه يدل دلالة واضحة على أن له صانعًا عليما قادرا حكيمًا واجبا لذاته قطعا للسلسلة .

(۳/۴۵۲ ، المؤلف : أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى ، م : ۹۸۲هـ ، ت : عبد القادر أحمد عطا ، ط: مكتبة الرياض الحديثة ، الرياض ، و:۴/۱۹۹، من موقع المكتبة الشاملة ، روح المعاني : ۹/۱۱۹ ، سورة الإسراء ، ط: مكتبه زكريا ديوبند)

ما في " مدارک التنزيل وحقائق التأويل [تفسير النسفي] " : (وإن من شيء إلا يسبح بحمده) أي : يقول : سبحان الله وبحمده ، عن السدّي : قال عليه السلام : ما اصطيد حوت في البحر ولا طائر يطير إلا بما يضيّع من تسبيح الله تعالى . (۲/۲۵۹)

(فتاویٰ فلاحیہ:۱/۵۷۸،۵۷۹)

پاؤں کی طرف سے پیدا ہونے والوں کے متعلق عقیدہ

مسئلہ (۱۳): لوگوں میں مشہور ہے کہ جو لوگ اپنی ماؤں کے پیٹ سے اُلٹے پیدا ہوتے ہیں، یعنی پیدائش کے وقت جن کا پیر آگے کو ہوتا ہے، وہ بہت سے درد، خصوصاً دردِ پُشت (پیٹھ کے درد) کے مریض کو اگر اپنے پاؤں سے چھو دیں، تو مریض کو صحت ہوجاتی ہے، تو اس طرح اُلٹے پاؤں کی طرف سے پیدا ہونے والے لوگوں کے متعلق مذکورہ عقیدہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی بابت ایسا عقیدہ وخیال رکھنا درست نہیں، اگر کسی کو دردِ پُشت (پیٹھ کے درد) کی شکایت ہو، تو وہ کسی ماہر حکیم وطبیب سے دوا علاج کرائے، اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی درخواست کرتا رہے، وہی حقیقی شافی (شفا دینے والا) ہے، سب کچھ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلاّ ما كتب اللّٰه لنا هو مولٰنا وعلى اللّٰه فليتوكل المؤمنون﴾. (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط اللّٰه لأجلنا في اللوح ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء اللّٰه تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء اللّٰه﴾ . (سورة الدهر : ۳۰)

وقوله تعالى : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء اللّٰه ربُّ العٰلمين﴾ . (سورة التكوير : ۲۹)

ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : فأخبر تعالى : إنا لا نشاء شيئا إلا قد شاء اللّٰه أن يشاءه .... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء اللّٰه كان ، وما لم يشأ لم يكن وردا لقول اللّٰه عزّ وجلّ ﴿وما تشآء ون إلآ ان يشآء اللّٰه﴾ . (ص/۱۲)=

’’بِن بلائے تو اللہ کے گھر بھی نہ جاؤں‘‘ کہنا

مسئلہ (۱۴): بعضے لوگ کسی کے یہاں بِن بلائے نہ جانے پر اپنی خود داری کا ثبوت اِن الفاظ سے پیش کرتے ہیں کہ: ’’بِن بُلائے تو اللہ کے گھر بھی نہ جاؤں‘‘، یعنی جب میں بغیر بلائے نماز کے لیے مسجد نہیں جاتا، تو کسی انسان کے دعوت دیئے بغیر میں اُس کے ہاں کیسے چلا جاؤں، شرعاً یہ الفاظ گستاخانہ ہیں، لہٰذا اِس طرح کے الفاظ سے توبہ کی جائے، اور تجدید ایمان کی جائے، اور اگر نکاح ہو چکا ہو، تو تجدید نکاح بھی کی جائے۔(۱) واللہ اعلم بالصواب !

=ما في ” مرقاة المفاتيح “ : من اعتقد أن شيئاً سوى اللّٰه ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک أي شرکاً جلياً . (۸/۳۹۸ ، حديث : ۴۵۸۷)

ما في ” القول المفيد على كتاب التوحيد “ : وأما النوع الثاني : فالشرک في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالک المدبر المعطي المانع الضار النافع الخافض الرافع المعز المذل ، فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرک بربوبيته .... قوله ﷺ لإبن عباس رضي اللّٰه عنهما : ” واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوک لم ينفعوک إلا بشيء قد كتبه اللّٰه لک “. فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا اللّٰه ولا يضرّ غيره . (۱/۱۲ ، تعريف التوحيد وأقسامه)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وكان القفّال يقول : فإن الأمور كلها بيد اللّٰه ، يقضي فيها ما يشاء ، ويحكم ما يريد ، لا مؤخر لما قدّم ولا مقدّم لما أخّر . اهـ . (۱۹/۲۰۳ ، خطبة ، خامسًا — الخُطبة قبل الخِطبة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۸۷، جواب:۱۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل “ : وصح بالنص أن كل من استهزأ باللّٰه تعالى .... فهو كافر . (۳/۱۴۲ ، الكلام فيمن يكفر ولا يكفر ، م : علي بن=

فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا

مسئلہ (۱۵): فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا مسنون ہے، اور احادیث میں اس کے بڑے فضائل وارد ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ''جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے وہ اگلی نماز تک اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوتا ہے''(۱)، اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے کہ ''جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اُس کے جنت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی چیز مانع نہیں ہے''(۲)، یعنی وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا، مگر سر پر ہاتھ رکھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا مسنون نہیں ہے، البتہ فی نفسہٖ جائز ہے۔

= أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري أبو محمد ، ناشر : مكتبة الخانجي القاهرة)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : ما كان في كونه كفراً اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط .... وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك ، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته . (۲/ ۲۸۳ ، قبيل باب العاشر في البغاة ، الفتاوى التاتارخانية :۴/۲۳۴، كتاب أحكام المرتدين) (آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۲/ ۵۵، جدید)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي : ما يكون كفراً اتفاقاً: يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا ، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح . (در مختار) . (۶/ ۳۹۰، ۳۹۱ ، كتاب الجهاد ، باب المرتد ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الترغيب والترهيب '' : وعن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : '' من قرأ آية الكرسي في دبر الصلاة المكتوبة كان في ذمة الله إلى =

منکراتِ محرم

مسئلہ (۱۶): محرم الحرام میں ایسے جلسے جلوس کرنا جن میں شہادتِ حسین کے قصے سنے سنائے جاتے ہیں، شرعاً منع ہیں، کیوں کہ اس میں اہلِ باطل کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے (۱)، اوران قصوں کوسن کر صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی ہے، جو اسلامی تقاضوں کے خلاف ہے، کیوں کہ اسلام مسلمانوں میں بلند ہمتی اور بہادری کا خواہاں ہے (۲)، یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے بزدلی سے پناہ مانگی ہے (۳)، نیز شہادت کے موضوع پر جتنے بھی رونے رلانے کے واقعات سنائے جاتے ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر غلط ہیں، جن کا سننا سنانا درست نہیں ہے (۴)، کیوں کہ تاریخ پر اہلِ تشیُّع (شیعہ) کا تسلُّط، تقیہ باز منافق شیعوں کا......

=الصلاة الأخرى " . (۲/۲۹۹ ، حديث : ۲۴۶۸ ، كتاب الذكر والدعاء ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : ۲/۳۴۵ ، حديث : ۲۸۹۲ ، باب ما يقول من الذكر والدعاء عقيب الصلاة ، ط : دار الفكر بيروت ، الدعاء للطبراني : ۱/۲۱۴ ، حديث : ۶۷۴ ، باب منه ، و: ۱/۲۱۴ ، حديث : ۶۷۵ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۳/۱۴۱ ، حديث : ۲۶۶۷ ، مناقب الأسد الغالب علي بن أبي طالب : ۱/۴۶ ، حديث : ۶۲ ، المؤلف : علامه شمس الدين محمد بن الجزري ، تحقيق : طارق الطنطاوي ، الناشر : مكتبة القرآن القاهرة مصر ، الدر المنثور للسيوطي : ۳/۱۶۹ ، الناشر : دار هجر مصر)

(۲) ما في " الترغيب والترهيب " : وعن أبي أمامة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت " رواه النسائي والطبراني بأسانيد أحدها صحيح . (۲/۲۹۹ ، حديث : ۲۴۶۸ ، ۲۴۶۹ ، كتاب الذكر والدعاء ، ط : دار الكتب العلمية بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۳۹۷۵)=

مسلمانوں میں گھس کر مَن گھڑت روایات کی اشاعت کرنا، اور مسلمانوں کا آلِ رسول ﷺ سے غیر معمولی محبت وعقیدت کی وجہ سے ہر واقعۂ شہادت کو صحیح باور کرلینا، یہ وہ اُمور ہیں کہ ان کی وجہ سے واقعۂ شہادت کی صحیح حقیقت کا انکشاف ناممکن ہے، حتی کہ بظاہر معتبر ومستند کتابوں میں درج تفاصیل بھی قابلِ اعتماد نہیں، اکثر روایات آپس میں متضاد اور عقل واصولِ شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے یقیناً غلط ہیں، بلکہ نفسِ شہادت کے سوا اِن تفاصیل کا شاید ہی کوئی جزئیہ ایسا ہو، جس کی صحت پر پورا اعتماد کیا جاسکے، جگر گوشۂ رسول ﷺ کو شہید کرنے والوں نے اپنی اِس شقاوت پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو مسخ کرنے کی غرض سے جھوٹی روایات وضع کرنے میں اپنی مخصوص مہارت سے کام لیا ہے، لہٰذا ہمیں مذکورہ بالا خرافات سے بچنے کا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔(۵)

اللّٰہم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ ، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ ! آمین یا رب العالمین !

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)

ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .

(۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ۴۳۴۷)=

....

=ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲ ، حديث :۴۳۴۷)

ما في " فيض القدير " : (من تشبه بقوم) أي تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه بفعلهم وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ . ... وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث الله المصطفى صلى الله عليه وسلم بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضآلّين فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور – منها أن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ . ... وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولّهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلک ، وقد يحمل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلک. (۶/۱۰۴ ، حديث :۸۵۹۳ ، ط : دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في " اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم " : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ . ... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلک كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ. (ص/۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، ط : مطابع المجد التجارية ، و: ۱ / ۲۷۱ ، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، ط : دار عالم الكتب بيروت)=

....

=ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۲/۱۰۱٦)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) . قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲٦۲ ، حديث : ٦۸۸۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۹)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : " اللّٰهم إني أعوذبک من الجُبن " . الحديث .

(۴/۲۷ ، حديث : ۲۸۲۲ ، باب ما يُتعوّذ من الجبن ، ط : دار الشعب القاهرة مصر)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوآ إن جآء كم فاسق بنبأ فتبينوآ أن تصيبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نٰدمين﴾. (سورة الحجرات : ٦)

ما في " أحكام القرآن للشيخ ظفر أحمد التهانوي " : مقتضى الآية التثبت في خبر الفاسق، والنهي عن الإقدام على قبوله والعمل به ، إلا التبين والعلم بصحة مخبره ، وذلک لأن قراء ة هذه الآية على وجهين : ﴿فتثبتوا﴾ من التثبت ﴿فتبينوا﴾ من التبيّن ، وكلتاهما يقتضى النهي عن قبول خبره إلا بعد العلم . (۴/۲۵۵)

(۵) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترک ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۴/۸۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي اللّٰه تعالى . (۲/۳۸۱)

ما في " جمهرة القـــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/٦۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴٦) (احسن الفتاویٰ:۱/۳۹۲،۳۹۳،باب رد البدعات،منکرات محرم)

حضرت حسن کے لیے لفظ ''امام'' کا استعمال

مسئلہ (۱۷): ''امام'' کا لفظ اہلِ حق کے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے، اور شیعوں کے ہاں بھی، اہلِ حق کے ہاں اس کے معنیٰ ''پیشوا، رہبر، اور مقتدیٰ'' کے ہیں، اور اہلِ تشیُّع کے ہاں ''امام'' عالم الغیب اور معصوم ہوتے ہیں، یعنی اُن کے یہاں ''امام'' کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے، اہلِ حق یعنی اہلِ سنت والجماعت جب لفظ ''امام'' استعمال کرتے ہیں، تو ظاہری معنیٰ ''پیشوا، رہبر، مقتدیٰ'' ہی مراد ہوتے ہیں، اس اعتبار سے تمام انبیاء، صحابہ، تابعین، اولیاء اللہ اور علماء امام ہیں، اس لیے امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امام عثمان رضی اللہ عنہ، امام حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کہنا چاہیے [۱]، لیکن سوچنے کی بات ہے کہ لوگ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ''امام'' نہیں کہتے، بلکہ صرف حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ہی ''امام'' کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں یہ اثر کہیں غیر سے آیا ہے، یہ تشیُّع (شیعیت) کا اثر ہے، جو مسلمانوں میں سرایت کرگیا ہے، ہاں! البتہ اگر اہلِ حق میں سے کسی نے ان کو امام کہا ہے، تو وہ صحیح معنیٰ میں کہا ہے، مگر اِس سے مُغالَطہ ضرور ہوتا ہے، اس لیے اِس سے احتراز ضروری ہے۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحیح مسلم '' : عن أبي بردة عن أبیه قال : صلّینا المغرب مع رسول اللّٰه ﷺ ثم قلنا : لو جلسنا حتی نصلي معه العشاءَ ، قال : فجلسنا فخرج علینا فقال : =

....

....

....

....

....

....

....

=" ما زلتم هاهنا " . قلنا : يا رسول الله ! صلّينا معك المغربَ ثم قلنا نجلسُ حتى نصلي معك العشاءَ . قال : " أحسنتم " أو : " أصبتم " . قال : فرفع رأسَه إلى السماء وكان كثيرا مما يرفع رأسه إلى السماء فقال : " النجوم أمَنَةٌ للسماء فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعَدُ ، وأنا أمنة لأصحابي ، فإذا ذهبتُ أتى أصحابي ما يوعَدون ، وأصحابي أمنة لأمتي ، فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون " .

(۸/۱۴۱ ، كتاب فضائل الصحابة ، باب بيان أن بقاء النبي ﷺ أمان لأصحابه وبقاء أصحابه أمان الأمة ، رقم : 2531/۱۳-۲۴۲-۲۰۷ ، احياء التراث)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : قوله ﷺ : " وأصحابي أمنة لأمتي " الخ — معناه ؛ من ظهور البدع والحوادث في الدين والفتن فيه . اهـ . (۸/۱۴۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأئمة لغةً : من يُقتدَى بهم من رئيس أو غيره ، مفرده ؛ إمام . ... يُطلق على الأنبياء عليهم السلام أنهم " أئمة " من حيث يجب على الخَلق اتباعهم ، قال الله تعالى عقِب ذكرِ بعض الأنبياء ﴿وجعلناهم أئمة يهدون بأمرنا﴾ كما يُطلق على الخلفاء " أئمة " ، لأنهم رُتّبوا في المحل الذي يجب على الناس اتباعهم وقبول قولهم وأحكامهم . اهـ . (۱/۷۵ ، أئمة ، الإطلاقات المختلفة لهذا المصطلح)

(۲) ما في " جمهـرة القـــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/۲۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴۶) (احسن الفتاویٰ:۱/۳۹۰،باب رد البدعات،منکرات محرم)

حضراتِ حسنین کو بطورِ دعا ''علیہ السلام'' کہنا

مسئلہ (۱۸): بعض لوگ خصوصاً اہلِ تشیُّع (شیعہ)، حضراتِ حسنین (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کو بطورِ دعا ''علیہ السلام'' کہتے ہیں، اس لیے کہ وہ اُنہیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں (۱)، اہلِ سنت والجماعت کو اِس سے احتراز لازم ہے (۲)، جس طرح دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا جاتا ہے، وہی معاملہ اِن حضرات کے ساتھ بھی رکھنا چاہیے (۳)، جس طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں، ایسے ہی دعائیہ کلمات حضراتِ حسنین (حسن وحسین) کے ساتھ بھی کہے اور لکھے جائیں۔ (۴) (احسن الفتاویٰ: ۱/ ۳۹۱، علیہ السلام کا اِطلاق)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) **ما في " هدية الشيعة "** : ''چنانچہ مذہب امامیہ بہ نسبت تمام ائمہ ہُدیٰ کے کہتا ہے کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں۔'' (ص/ ۲۳۰، م: حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، ط: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ پاکستان، بولتے حقائق: ص/ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، م: علامہ یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ، ط: مکتبہ لدھیانوی کراچی، بحوالہ بحار الانوار: ۲۶/ ۳۱۶، ۳۱۷)

ما في " ارشاد الشيعة " : ''شیعہ وامامیہ کا عقیدہ ہے کہ حضراتِ ائمہ کرام (رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ کا نور، مفترض الطاعۃ اور معصوم ہیں'' الخ۔ (ص/ ۹۷، باب سوم، شیعہ اور عقیدۂ امامت، م: مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ط: مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، تفہیماتِ الٰہیہ: ۲/ ۲۴۴ - ۲۵۰، م: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، بحوالہ ارشاد الشیعۃ: ص/ ۸۷، ۸۸، ۸۹)=

مسلمانوں کے ناموں میں شیعہ کا اثر

مسئلہ (۱۹): جہاں مسلمانوں میں اہلِ باطل کی بدعات وخُرافات کا اثر پایا جاتا ہے، وہیں اُن کے ناموں پر بھی اہلِ تشیُّع (شیعہ) کا اثر پایا جاتا ہے[1]، مثلاً: اصل نام کے ساتھ جس طرح محض تبرُّک کے لیے ''محمد'' اور ''احمد'' ملانے کا دَستُور ہے، اسی طرح ''علی، حسن، حسین'' ملایا جاتا ہے، ''صدیق، فاروق، عثمان'' یا اور کسی صحابی کا نام یا لقب بطورِ تبرُّک، اصل نام کے ساتھ ملانے کا دستور نہیں، نیز نسبتِ غلامی بھی ''علی، حسن، حسین'' کی طرف تو کی جاتی ہے، مگر اور کسی

=ما في " اسلام اور خميني مذهب " : ''شیعی نقطۂ نظر سے امام میں علم وفضیلت اور زہد وتقویٰ کے علاوہ عصمت بھی ضروری ہے، تاکہ اس کا غلط طرزِ عمل احکامِ شریعت پر اثر انداز ہوکر مفادِ امت کو مجروح نہ کردے۔'' (ص/ ۹۸، م: مولانا بدرالقاسمی مصباحی، ط: المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور، اعظم گڈھ)

ما في " تحفۂ اثنا عشريه اُردو " : ''شیعہ خصوصاً امامیہ اور اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ علم میں غلطی سے پاک ہونا اور عمل میں گناہ سے کہ اُن کا صدور اس سے ممتنع ہو، ان کے نزدیک انبیاء کی طرح امام بھی ہوتا ہے، اُن کا یہ عقیدہ بھی کتاب وعترت کے خلاف ہے۔'' (ص/ ۳۵۳، مسئلہ: ۳، م: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، ترجمہ اردو: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ط: دارالاشاعت کراچی)

ما في " معين العقائد " : عقيده : (۴۴) ''ہم امام کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں مانتے۔ الخ .... عقيده : (۴۹) ''انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں۔''

(ص/ ۲۶، ۲۷، حصہ دوم، م: مفتی محمود حسن صاحب اجمیری رحمہ اللہ، تحفۂ اثنا عشریہ اُردو: ص/ ۳۵۳، مسئلہ: ۳)

(۳) ما في " معين العقائد " : عقيده : (۵۱) ''ہم آنحضرت ﷺ کے سارے صحابہ کا احترام اور اُن کی عزت کرتے ہیں۔'' (ص/ ۲۷، حصہ دوم)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والسّٰبقون الاوّلون من المهٰجرين والانصار والذين اتّبعوهم باحسانٍ رضي الله عنهم ورضُوا عنه﴾ . (سورة التوبة : ۱۰۰)=

صحابی کی غلامی کو گوارا نہیں کیا جاتا، عورتوں میں بھی ''کنیز فاطمہ'' کا نام تو پایا جاتا ہے، مگر ''خدیجہ، عائشہ'' اور دیگر ازواجِ مطہرات اور صاحب زادیوں کی کنیز، کہیں سنائی نہیں دیتی، اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں میں ''الطاف حسین، فضل حسین، اور فیض الحسن'' جیسے شرکیہ نام بھی بکثرت پائے جاتے ہیں، لہٰذا ہم مسلمانوں کو اس طرح کے مُشتَبَہ نام رکھنے سے احتراز واحتیاط کرنا چاہیے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/٥٥٩ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (١٢/٥٩، مرقاة المفاتيح :٨/٢٢٢ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .
(٨/٢٢٢ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ٤٣٤٧)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (٨/٢٣٢ ، حديث :٤٣٤٧)

(٢) ما في " موسوعة قواعد الفقهية " : " ما أفضى إلى الحرام كان حراماً " . (٩/٤٢)

ما في " بدائع الصنائع" : " ما أدى إلى الحرام فهو حرام " . (٦/٤٨٨) " الوسيلة إلى الحرام حرام" . (١/٢٦٨)

ما في " الموسوعة الفقهية " : " ما كان سببًا لمحظور فهو محظور " . (٩/٤٢)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/٤٦ ، مسلم الثبوت :ص/٣٨)

(احسن الفتاویٰ:١/٣٩١، باب ردالبدعات، مسلمانوں کے ناموں میں اہلِ تشیع کا اثر)

عشرۂ محرم الحرام میں مسجد کی تعمیر ومرمت

مسئلہ (۲۰): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عشرۂ محرم الحرام میں مسجد کی تعمیر اور اس کی مرمت وغیرہ نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ غم کا مہینہ ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، اس لیے کہ مسجد کی تعمیر ومرمت میں کسی وقت کی خصوصیت نہیں، بلکہ مسجد کی تعمیر ومرمت کی فضیلت عام ہے، کیوں کہ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿**إنما یعمر مسٰجد اللّٰه من اٰمن باللّٰه والیوم الاٰخر**﴾[۱]۔ اورارشادِ نبوی ﷺ: ”**من بنی للّٰه مسجدًا بنی اللّٰه له بیتًا في الجنة**“[۲] یہ نصوص عام ہیں، کسی مہینہ اوردن کی تخصیص اِن میں نہیں ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) (سورة التوبة :۱۸)

(۲) ما في ” مشکوة المصابیح “ : وعن عثمان رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : ”من بنی للّٰه مسجدًا بنی اللّٰه له بیتًا في الجنة “ . متفق علیه .

(ص/۶۸، کتاب الصلاة ، باب المساجد ومواضع الصلاة ، الفصل الأول)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷/ ۳۸۶، متفرق مسائل، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

دسویں محرم کو کھچڑے کا التزام

مسئلہ (۲۱): دسویں محرم کو کھچڑا پکانا اور اس کی پابندی کرنا، شرعاً اس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے، حدیثِ پاک " مَنْ وسَّعَ عَلٰى أهْلِهٖ فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَنَتَهٗ كُلَّهَا "- "جو شخص عاشورہ (۱۰/محرم) کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں وُسعت کرے، تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں برکت ووُسعت فرمائیں گے"(۱)- کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا نفقہ اپنے اوپر واجب ہے، یا جو لوگ اپنی کفالت میں ہیں، اُنہیں اُس دن ذرا وسعت کے ساتھ دے دیا جائے، شاید کسی نے اِس وسعت کو یوں سمجھ لیا ہو کہ- کھچڑے میں چوں کہ بہت سے اَناج آجاتے ہیں، اس لیے کھچڑا پکا لیا جائے، تاکہ اس حدیثِ پاک پر عمل ہوجائے، مگر اب اُس کو ایسا ضروری سمجھ لیا گیا کہ نماز قضا ہوجائے، تو کوئی بات نہیں، مگر یہ قضا نہ ہو، سو ایسا اِصرار بدعت ہے(۲)، اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله ﷺ : " من وسع على أهله في يوم عاشوراء وسع الله عليه سنته كلها " . رواه الطبراني في الأوسط . (۱۸۸/۳ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، الترغيب والترهيب : ۷۱/۲ ، حديث : ۵۳۶، ط : الكتب العلمية بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال بعض الفقهاء : تُستحب التوسِعة على العِيال والأهل في عاشوراء ، واستدلوا بما روي عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال :

" من وسع على أهله في يوم عاشوراء أوسع الله عليه سائرَ سنته " . اهـ . =

....

=(۱۶۸/۱۴، توسعة ، التوسعة في عاشوراء)

(۲) ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها التيامن من مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة ، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته . (۴۳۷/۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة ومنكر .

(۲۶/۳ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء ، حديث : ۹۴۷ ، شرح الطيبي : ۴۴۶/۲)

ما في " السعاية في كشف ما في شرح الوقاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل له في الشرع . (ص/۲۶۵ ، باب صفة الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الإصرار لغة : مداومة الشيء وملازمته والثبوت عليه . واصطلاحا : الإصرار هو العزم بالقلب على الأمر وعلى ترك الإقلاع عنه ، وأكثر ما يُستعمل الإصرار في الشر والإثم والذنوب .... الإصرار ..... أما إذا كان عن علم بالحكم فإن الفاعل يكون آثما إذا كان على معصية ويتضاعف إثمه بمقدار ما هو عليه من جرم ؛ لأن الإصرار على الصغيرة كبيرة . اهـ .

(۵۴/۵ ، إصرار ، التعريف ، الحكم الإجمالي ، حاشية قليوبي وعميرة على شرح المحلى : ۳۱۹/۴ ، ط: عيسى الحلبي)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۳۷۱/۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، حديث : ۲۶۹۷ ، و:ص/۴۷۷ ، احياء التراث العربي بيروت ، صحيح مسلم : ۷۷/۲ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، حديث : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود . (۳۳/۱۳)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً . (۲۵۶/۲ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)(مستفاد از: ماہنامہ اذانِ بلال، اکتوبر ۲۰۱۵ء:ص/۵۵)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

دسویں محرم کو تعطیل کی قباحتیں

مسئلہ (۲۲): دسویں محرم کو کاروبار بند کرنے، اور مدارس وغیرہ میں چھٹی کرنے میں کئی قباحتیں ہیں، مثلاً اہلِ تشیُّع (شیعہ) کے ساتھ تشبُّہ ہے(۱)، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اُن کی تائید وتقویت ہے، نیز اس دن شیعہ اپنے مذہب کے لیے بے پناہ مشقت اور سخت محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کے برعکس مسلمان تمام دینی ودنیوی کاموں کی چھٹی کرکے اپنی بے کاری اور بے ہمتی کا مُظاہَرہ کرتے ہیں، اسی طرح چھٹی کی وجہ سے اکثر مسلمان تعزیہ کے جلوس اور ماتم کی مجلسوں میں چلے جاتے ہیں، جس پر کئی گناہ مرتب ہوتے ہیں، مثلاً: اس سے دشمنانِ اسلام کی رونق بڑھتی ہے، جب کہ دشمنوں کی رونق بڑھانا بہت بڑا گناہ ہے(۲)، اور اس میں گناہ کو دیکھنا پایا جاتا ہے، جب کہ گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے، اس لیے دسویں محرم کو نہ کاروبار بند کرنا چاہیے، اور نہ مدارس وغیرہ میں چھٹی دینا چاہیے، کیوں کہ ممنوع کاموں کا ذریعہ بھی ممنوع ہوتا ہے۔(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخیر عند الله تعالی . (۱۲/۵۹، مرقاة المفاتیح :۸/۲۲۲، کتاب اللباس والزینة)=

. . . .

=ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار ، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .
(٨/٢٢٢ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ٤٣٤٧)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (٨/٢٣٢ ، حديث : ٤٣٤٧)

ما في " فيض القدير " : (من تشبه بقوم) أي تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه بفعلهم وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ . ... وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث اللّٰه المصطفى ﷺ بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضآلّين فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور – منها أن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ . ... وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولّهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلک ، وقد يحمل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلک. (٦/١٠٤ ، حديث :٨٥٩٣ ، ط : دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في " اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم " : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر باللّٰه ؟ .... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في =

....

....

....

=الجملة، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلک كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ. (ص/٢١٥ ، ٢١٦ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، مطابع المجد التجارية ، و: ١/ ٢٧١، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، دار عالم الكتب بيروت)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولاتركنوٓا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود : ١١٣)

ما في " التفسير المنير " : ولا تميلو إلى الظالمين بمودة أو مداهنة أو رضىً بأعمالهم أو استعانة بهم أو اعتماد عليهم فتصيبكم النار بركونكم إليهم . (٦/ ٤٩٢)

ما في " كنز العمال " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من كثّر سواد قوم فهو منهم " . " ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله " .

(كنز العمال : ٩/ ١١ ، حديث:٢٤٧٣٥)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أن الاستماع إلى المعازف المحرمة حرام والجلوس في مجلسها حرام ، قال مالک : أرى أن يقوم الرجل من المجلس الذي يُضرب فيه الكبر المزمار أو غير ذلک من اللهو ، وقال أصبغ : دعا رجل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه إلى وليمة ، فلما جاء سمع لهوًا فلم يدخل ، فقال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "من كثّر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم كان شريكًا لمن عمله " .

(١٧٨/٣٨ ، معازف ، الاستماع إلى المعازف)

(٣) ما في " موسوعة قواعد الفقهية " : " ما أفضى إلى الحرام كان حراماً " . (٩/ ٤٢)

ما في " بدائع الصنائع" : " ما أدى إلى الحرام فهو حرام " . (٤٨٨/٦) " الوسيلة إلى الحرام حرام ". (١/ ٢٦٨)

ما في " موسوعة قواعد الفقهية " : " ما كان سببًا لمحظور فهو محظور " . (٩/ ٤٢)

(احسن الفتاویٰ:١/٣٩٤، باب رد البدعات، منکرات محرم، دسویں محرم کی چھٹی کرنا)

موجودہ زمانے کے یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۲۳): ہمارے زمانے کے یہود ونصاریٰ اپنی تمام مجرمانہ حرکتوں کے باوجود اہلِ کتاب ہی ہیں، تاہم وہ یہود ونصاریٰ جو اپنے اصلی مذہب کو پسِ پُشت ڈال کر دہریت کا شکار ہو چکے، اور خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے مُنکِر ہو چکے ہیں، ایسے یہود ونصاریٰ اہلِ کتاب میں قطعًا شامل نہیں، بلکہ دہری ہیں، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس قسم کے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ، یعنی وہ جانور جسے انہوں نے ذبح کیا، کھانا درست نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تفسير المظهري " : روى ابن الجوزي بسنده عن علي قال : " لا تأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب ، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشيء إلا شربهم الخمر " ورواه الشافعي بسند صحيح عنه . الخ . (۳/۳۴ ، سورة المائدة)

ما في " دعوة التقريب بين الأديان " : وجماع القول : أن القوم ما داموا ينتسبون إلى أديانهم ويظهرون تعظيم أنبيائهم وبيعهم وكنائسهم ويحتفلون بأعيادهم الدينية وغير ذلک من شعائرهم الظاهرة وتقاليدهم الدينية الخاصة ، فهم أهل الكتاب ، الذي عنى الله بكتابه ورسوله ﷺ في سنته ، فتتعلق بهم أحكام أهل الكتاب العلمية والعملية ، ولا يزول هذا الوصف عن جملتهم وآحادهم إلا إذا فارقوا ذلک بإيمان بالله ورسوله ﷺ فيكونون من جملة المسلمين ، أو تحولٍ إلى ملة من الملل الإلحادية أو الوثنية سوى اليهودية والنصرانية فحينئذ تجري عليهم أحكام سائر المشركين والملحدين وتزول عنهم خاصية أهل الكتاب.
(ص/۵۳، البحث الثاني ؛ أهل الكتاب)

ما في " تفسير عثماني " : شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارے زمانے کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں، نہ مذہب کے =

عامل سے عملیات وتعویذات کروانا

مسئلہ (۲۴): اگر عامل (عملیات کرنے والا شخص) متبعِ شریعت (شریعت کا پابند) ہے، بذریعۂ عملیات کسی کو دھوکہ نہیں دیتا ہے، اس سے علاج کرانے میں فسادِ عقیدہ نہیں ہے، تو فی نفسہٖ اس سے علاج کرا لینے کی گنجائش ہے[1]، لیکن اِس جہاں میں ٹھگوں اور دھوکہ دِہَندوں کی بھی کمی نہیں، اس لیے ان سے ہوشیار رہنے کی بھی ضرورت ہے۔[2]

= نہ خدا کے، اُن پر اہلِ کتاب کا اِطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہلِ کتاب کا سا نہ ہوگا۔''
(ص/۱۴۲، سورۂ مائدہ، آیت:۵، حاشیہ نمبر:۱۲)

ما في '' إمداد الفتاوی '' : حکیم الامت شاہ اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس زمانے میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں۔'' الخ
(۲/۲۱۳، کتاب النکاح، بیان القرآن:۳/۹)

ما في '' فتاویٰ دار العلوم دیوبند '' : '' آج کل لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں، مگر حکمِ شرع میں ایسے لوگ اہلِ کتاب نہیں ہوسکتے۔'' (بحوالہ فتاویٰ فریدیہ:۴/۴۷۰، حاشیہ، معارف القرآن کاندھلوی: ۲/۴۴۶، سورۂ مائدہ، آیت:۵، پارہ:۶، ط: فرید بکڈ پو دہلی، فتاویٰ فریدیہ:۴/۴۷۲، عیسائی عورت سے نکاح الخ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۷/۳۹۳، سوال نمبر:۱۸۵۶، موجودہ دور کے عیسائی اہلِ کتاب ہیں یا نہیں؟)
(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۵۲۳۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' مرقاة المفاتیح '' : وعن عوف بن مالک الأشجعي قال : کنا نرقی في الجاهلیة ، فقلنا : یا رسول اللّٰہ ! کیف تری في ذلک ؟ فقال : '' اعرضوا علي رقاکم ، لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرک '' . رواه مسلم . قال الشیخ الملا علي القاري رحمه اللّٰہ تعالی : '' ان الرقی یکره منها ما کان بغیر اللسان العربي ، وبغیر أسماء اللّٰہ تعالی ، وصفاته=

وکلامه في کتبه المنزّلة ، وإن اعتقد أن الرقية نافعة لا محالة فيتکل عليها وإياها ''.
(۳۵۸/۸ ، ۳۵۹ ، کتاب الطب والرقی)

ما في '' فتح الباري '' : وقد أجمع العلماء علی جواز الرقية عند اجتماع ثلاثة شروط : أن يکون بکلام اللّٰه تعالی ، أو بأسمائه ، وصفاته ، وباللسان العربي ، أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات اللّٰه تعالی .
(۲۴۰/۱۰ ، کتاب الطب ، باب الرقی بالقرآن والمعوذات)

ما في '' رد المحتار '' : قالوا : وإنما تکره العوذة إذا کانت لغير لسان العرب ولا يدري ما هو ، ولعله يدخله سحر أو کفر أو غير ذلک ، وأما ما کان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به . اهـ . (۵۲۳/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس ، ط : دار الکتب العلمية بيروت ، و: ۳۶۳/۶ ، ط : دار الفکر)

ما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة '' : ''آج کل بہت سے لوگ اپنے مکانوں ،دوکانوں اور گاڑیوں کے اندر یاباہر بدنظری یا حسد سے بچنے کے لئے تعویذات لٹکاتے ہیں ،ان کی دوقسمیں ہیں :قسم اول جائز ،قسم دوم ناجائز۔قسم اول : (۱) تعویذ کلام الٰہی ،اسماء الٰہی اورصفات الٰہی سے ہو۔(۲) عربی زبان میں ہو،اورایسے کلمات سے ہوں جن کے معانی معلوم ومعروف ہوں ۔(۳) اعتقاد یہ ہوکہ تعویذات خودمؤثرنہیں ،مؤثرحقیقی اللہ کی ذات ہے،اگروہ چاہے تو اسے اثرانداز بناسکتا ہے۔قسم ثانی : جن تعویذات میں جن وغیرہ کی پناہ طلب کی گئی ہو،یاایسے کلمات لکھے گئے ہوں کہ ان کے معانی معلوم ومعہود نہ ہوں ،یاان میں کلمات شرکیہ ہوں ،ایسی تعویذات شرعاً ناجائز ہیں۔''
(۲۳/۱ ،مسئلہ نمبر :۴ ،مکان ،دکان اورگاڑیوں کے اندرتعویذات ،طبع چہارم)

وما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة '' : ''جوتعویذات آیاتِ مبارکہ یااحادیثِ مبارکہ سے تیار کیے گئے ہوں ،یابزرگوں سے منقول ہوں ،ان کے الفاظ درست ہوں ،توایسے الفاظ یاان کے ابجدحروف سے تعویذ بنانا اوراس کا استعمال کرنا درست اورشرعاً جائز ہے،جب کہ مبہم غیرمعلوم المعنیٰ یاشرکیہ الفاظ سے تیارکی گئی تعویذ کا استعمال جائزنہیں ہے۔'' (۵۲/۵ ،مسئلہ نمبر :۱۹ ،ابجدحروف کاتعویذ اوراس کا استعمال ،طبع دوم)

(۲) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنی المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الإحتياط ، وبمعنی الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۱۰۰/۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ،رقم الفتویٰ :۱۷۵)

کتاب الصلوۃ

باب الأذان

اذان ونماز کے مسائل

اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا

مسئلہ (۲۵): حضورِ اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین وتبعِ تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں اذان ''اللہ اکبر'' سے شروع ہوکر ''لا الہ الا اللہ'' پر ختم ہوتی تھی، ۷۸۱ھ میں کچھ سرکاری لوگوں نے اذان کے بعد، اور پھر کچھ عرصہ بعد اذان سے پہلے دُرود شریف پڑھنا شروع کیا، پھر مختلف اَدوار میں مختلف طُرق سے پڑھا جاتا رہا، اور اب اذان سے پہلے خطاب کے صیغوں کے ساتھ پڑھنے کا رَواج ہوگیا ہے [۱]، اِس طرح مخاطب کے صیغوں کے ساتھ دُرود شریف پڑھنا، اُسے اذان کے ساتھ مخصوص کرنا، بدعت ہے [۲]، جب کہ اسے کسی موقع کے ساتھ مخصوص کیے بغیر [۳]، درود شریف کا پڑھنا بلا شبہ بہت بڑی نیکی اور باعثِ ثواب عمل ہے۔ [۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' شرح معاني الآثار '' : عن أبي محذورة قال : علمني رسول الله ﷺ الأذان كما تؤذنون الآن : الله أكبر الله أكبر ، أشهد أن لا إله إلا الله ، أشهد أن لا إله إلا الله ، أشهد أن محمدًا رسول الله ، أشهد أن محمدًا رسول الله ، حي على الصلاة ، حي على الصلاة ،=

....

=حي على الفلاح ، حي على الفلاح ، اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر ، لا إله إلا اللّٰه " .

(۹۸/۱ ، ۹۹ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان كيف هو؟ ط : مكتبه دار السلام سهانفور)

ما في " حاشية ابن عابدين " : فائدة : التسليم بعد الأذان حدث في ربيع الآخر سنة سبع مائة وإحدى وثمانين في عشاء ليلة الإثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل إلا المغرب (ثم فيها مرّتين وهو بدعة حسنة) . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (سنة ۷۸۱) كذا في النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ، ثم نقل عن القول البديع للسخاوي أنه في سنة ۷۹۱ ، وأن ابتداءه كان في أيام السلطان الناصر صلاح الدين بأمره . (۲۶۱/۱ ، ط: احياء التراث العربي ، و: ۵۶/۲ ، ۵۷ ، باب الأذان ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : واعتبره الحنفية والمالكية بدعة حسنة ، وقد ذكر الشيخ أحمد البِشبِشيُّ في رسالته المسماة – بـ " التحفة السَّنيّة في أجوبة الأسئلة المرضية – أن أول ما زيدت الصلاة والسلام على النبي ﷺ بعد كل أذان على المنارة زمنَ السلطان المنصور حاجي بن الأشرف شعبانَ وذلک في شعبان سنة ۷۹۱ هـ ، وكان قد حدث قبل ذلک في أيام السلطان يوسفَ صلاح الدين بن أيوب أن يقال قبل أذان الفجر في كل ليلة بمصر والشام : السلام عليک يا رسول اللّٰه ، واستمرّ ذلک إلى سنة ۷۶۷ هـ فزيدَ فيه بأمر المُحتسِب ثم جعل ذلک عقِبَ كل أذان سنة (۷۹۱) اهـ .

(۳۶۲/۲ ، أذان ، الصلاة على النبي ﷺ بعد الأذان ، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير : ۱۹۳/۱ ، ط: دار الفكر بيروت)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۳۷۱/۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، حديث : ۲۶۹۷ ، و:ص/۴۷۷ ، احياء التراث العربي بيروت ، صحيح مسلم : ۷۷/۲ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، حديث : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود . =

....

=(۱۳/ ۳۳ ، حدیث : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .
(۲/ ۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(۳) ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها التيامن من مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة ، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته . (۲/ ۴۳۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة ومنكر . (۳/ ۲۶)

ما في " السعاية في كشف ما في شرح الوقاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل له في الشرع . (ص/ ۲۶۵، باب صفة الصلاة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ومن المكروهات الصلاة على النبي ﷺ في ابتداء الإقامة ؛ لأنه بدعة . (ص/ ۲۰۰ ، ط: مكتبه شيخ الإسلام ديوبند ، و: ۱/ ۱۳۴ ، باب الأذان ، ط : المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الله وملائكته يصلون على النبي يآ أيها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليمًا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۶)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " من صلى علي واحدة صلى الله عليه عشرًا " . (۲/ ۱۷، حديث : ۹۳۹ ، كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبي بعد التشهد ، ط : دار الآفاق الجديدة ودار الجيل بيروت ، سنن أبي داود : ۱/ ۵۶۲ ، حديث : ۱۵۳۲ ، كتاب الوتر ، باب في الاستغفار ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، سنن النسائي : ۳/ ۵۰ ، حديث : ۱۲۹۶ ، باب الفضل في الصلاة على النبي ﷺ ، ط: مكتب المطبوعات الإسلامية حلب) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۴۳۸۵)

منفرد اور عورتوں کے لیے اذان واقامت

مسئلہ (۲۶): اگر مسجد میں اذان واقامت ہوچکی ہو، تو منفرد کے لیے مسجد کے اندر اذان واقامت کہنا مکروہ ہے[1]، اسی طرح مدرسۃ البنات وغیرہ میں صرف عورتوں کی نماز کے لیے اذان واقامت کہنا مکروہ ہے، حتی کہ اگر وہ جماعت سے نماز پڑھیں، تب بھی اُن کے لیے اذان واقامت کا حکم نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (أو) مصل (في مسجد بعد صلاة جماعة فيه) بل يكره فعلهما . (۲/۶۳ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، ط : دار الكتب العلمية وزكريا)

(احسن الفتاویٰ:۲/۲۷۹، باب الاذان والاقامۃ، کتاب المسائل:۱/۳۵۴)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا يسن) ذلك (فيما تصليه النساء أداءً وقضاءً) ولو جماعة كجماعة صبيان وعبيد . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولا يسن ذلك) أي الأذان والإقامة ، وأفرد الضمير على تأويل المذكور ، وأراد بنفي السنة الكراهة.

(۲/۵۸ ، باب الأذان ، ط: زكريا وبيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وليس على النساء أذان ولا إقامة فإن صلين بجماعة يصلين بغير أذان وإقامة ، وإن صلين بهما جازت صلاتهن مع الإساءة . (۱/۵۳)

(کتاب المسائل:۱/۳۵۵)

مینٹل (پاگل) شخص کی اذان

مسئلہ (۲۷): اگر کوئی بندہ تھوڑا سا مینٹل (پاگل) ہو، ہوش وحواس رکھتا ہو، اوقاتِ اذان ونماز کی واقفیت [۱]، اور اُن کے درست بجالانے پر قدرت رکھتا ہو، اور پاکی وناپاکی میں بھی تمیز رکھتا ہو، تو ایسے بندے کا اذان دینا جائز ودرست ہے، کیوں کہ اذان کا مقصود، وقتِ نماز کے داخل ہونے کا اعلان کرنا ہے، اور بس! [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وأهلية الأذان تعتمد بمعرفة القبلة والعلم بمواقيت الصلاة . كذا في فتاوى قاضي خان . وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقيا عالما بالسنة . كذا في النهاية . وينبغي أن يكون مهيبًا .

(۱/۵۳ ، كتاب الصلاة ، الباب الثاني في الأذان الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : الأصل في مشروعية الأذان الإعلام بدخول الوقت .

(۲/۴۷ ، باب الأذان ، ط : دار الكتب العلمية بيروت وزكريا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والأذان قد شُرع للإعلام بدخول الوقت وتنبيه الغائبين إليه ودعوتهم إلى الحضور للصلاة . (۱۱/۱۹۱ ، ترسل ، و: ۲/۳۶۳ ، شرائط الأذان)

ما في " رد المحتار " : ان المقصود الأصلي من الأذان في الشرع الإعلام بدخول الوقت ثم صار من شعار الإسلام في كل بلدة أو ناحية من البلاد الواسعة على ما مر .

(۲/۶۲ ، باب الأذان ، مطلب في المؤذن إذا كان غير مستحب في أذانه ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، و: ۱/۳۹۴ ، ط : دار الفكر بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۵۹۹)

تعیینِ سمت کے لیے الفاظِ اذان کا استعمال

مسئلہ (۲۸): بڑے اِجلاس واجتماعات کے موقع پر عموماً نمازیں جلسہ گاہ واجتماع گاہ میں ہی اَدا کی جاتی ہیں، اور صفوں کی درستگی وبرابری کے لیے یہ آواز لگائی جاتی ہے کہ ”حي علی الصلوۃ“کی جانب جگہ خالی ہے، اِدھر آجائیں، یا ”حي علی الفلاح“ کی جانب جگہ خالی ہے، اُدھر تشریف لے جائیں، اُسے پُر کیجیے،......صفوں کی درستگی یقیناً امرِ واجب ہے، لیکن اُس کے لیے ”حي علی الصلوۃ“یا ”حي علی الفلاح“ کے الفاظ کا استعمال ناپسندیدہ ومکروہ ہے، اس لیے کہ ”حي علی الصلوۃ“ اور ”حي علی الفلاح“کوئی سمت نہیں، بلکہ شعارِ اسلام ''اذان'' کے کلمات میں سے ہیں، دائیں بائیں سمت کی تعیین کے لیے ان کا استعمال کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے کہ-اگر کوئی شخص کپڑا فروش کے پاس کپڑا خریدنے کے لیے جائے، اور وہ کپڑے کا تھان کھول کر اُس کی عمدگی ومضبوطی بتلانے کے لیے ''سبحان اللہ'' کہے، تو اُس کا یہ ''سبحان اللہ'' کہنا مکروہ ہے، کیوں کہ اُس نے ''سبحان اللہ'' کا استعمال کپڑے کی عمدگی ومضبوطی بتلانے کے لیے کیا، اللہ کی پاکی بیان کرنے کے لیے نہیں، لہٰذا اِس سے بچنا چاہیے، اور ”حي علی الصلوۃ“ ، ”حي علی الفلاح“ کے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے، امام کی دائیں جانب یا بائیں جانب، جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں، تاکہ کلماتِ اذان کا بے جا استعمال نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین![1]=

باب الإمامة

نماز کی امامت کا منصب ایک عظیم منصب ہے

مسئلہ (۲۹): نماز کی امامت کا منصب ایک عظیم منصب ہے، اِس منصب میں اسی کے شایانِ شان کام ذمہ میں ہونا چاہیے، مسجد کی صفائی بھی یقیناً بہت بڑے ثواب کی چیز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے لیے الگ سے کسی دوسرے شخص کا انتظام کیا جائے، صفائی کا کام مسجد کے امام سے متعلق کرنا مناسب نہیں ہے، البتہ اذان کی ذمہ داری متعلق کی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں ذمہ داری کے بڑھ جانے کی وجہ سے تنخواہ بھی مناسب طے ہونی چاہیے، ہاں! اگر کوئی امام اپنی خوشی سے مسجد کی صفائی کی ذمہ داری بھی لینا چاہتا ہے، تو اس کو یہ ذمہ داری

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : وعرّف الأصوليون المكروه بتعريفات منها : ما يُمدَح تاركُه ولا يُذمُّ فاعله . (۳۸/ ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، التعريف ، مكروه)

ما في " الفتاوى الهندية " : من جاء إلى تاجر يشتري منه ثوبا فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالى وصلى على النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم ، أراد به إعلام المشتريَ جودة ثوبه فذلك مكروه . هكذا في المحيط .

(۵/ ۳۱۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراء ة القرآن ، ط : قديمي الهند ، ودار الفكر بيروت ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني :۶/ ۳۷ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن والذكر ، مسائل التسبيح ، ط: احياء التراث العربي)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۴۶۶۸)

دینے میں مضائقہ نہیں، لیکن اس کی وجہ سے اُس کی عظمت واحترام میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ امام ایک دینی منصب پر فائز ہوتا ہے، اُس کی حیثیت عام کام کرنے والوں میں سے محض ایک کام کرنے والے کی نہیں ہوتی، بلکہ وہ دین کے اہم رکن؛ نماز پڑھانے کی ذمہ داری ادا کرتا ہے، اس لیے ممکن حد تک اس کی عظمت واحترام کا خیال رکھنا چاہیے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الإمامة الصغرى (وهي إمامة الصلاة) فهي ارتباط صلاة المصلي بمصل آخر بشروط بيّنها الشرع .... إمامة الصلاة تعتبر من خير الأعمال التي يتولاها خير الناس ذوا الصفات الفاضلة من العلم والقراءة والعدالة وغيرها .

(٦/ ٢٠١ ، إمامة الصلاة – الإمامة الصغرى – التعريف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فذهب الحنفية في المعتمد وهو المشهور عند المالكية ، وهو قول عند بعض أصحاب الشافعي ، ورواية عند أحمد ، إلى أن الإمامة أفضل من الأذان ؛ لأن النبي ﷺ تولاها بنفسه ، وكذلك خلفاؤه الراشدون ، ولم يتولوا الأذان ، وهم لا يختارون إلا الأفضل ، ولأن الإمامة يُختار لها من هو أكمل حالا وأفضل.

(٣٢/ ١٥٧ ، سادسًا : فضل الأذان على الإمامة أو العكس ، فضائل)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:٦١٩٩٢)

باب صفة الصلاة

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے تسبیح پڑھنا

مسئلہ (۳۰): بعضے لوگ نمازوں کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے تسبیح پڑھتے ہیں، تو کچھ لوگ اُنہیں منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تسبیح صرف دائیں (سیدھے) ہاتھ سے ہی پڑھنا جائز ہے، بائیں (اُلٹے) ہاتھ سے نہیں، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ دائیں ہاتھ سے پڑھنا مسنون ہے، کیوں کہ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھتے تھے[1]، اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اچھے کاموں کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے[2]، لہٰذا دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا مسنون و بہتر ہوگا، اور بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا جائز ہوگا، ناجائز نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو قال : " رأيت رسول الله ﷺ يعقد التسبيح " . قال ابن قدامة : " بيمينه " . (ص/۲۱۰ ، كتاب الصلاة ، باب التسبيح بالحصى، ط : قديمي ، و: ۵۵۶/۱ ، حديث :۱۵۰۴، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، شرح سنن أبي داود :۲۳۰/۸ ، م : عبد المحسن عباد ، از مكتبه شامله ، عون المعبود :ص/۶۸۲، حديث :۱۵۰۲ ، كتاب الوتر ، باب التسبيح بالحصى ، ط : الأردن ، شرح أبي داود للعيني :۴۱۳/۵ ، كتاب الصلاة ، باب التسبيح بالحصى ، ط : مكتبة الرشد الرياض ، سنن الترمذي :۱۸۶/۲ ، أبواب الدعوات ، ما جاء في عقد التسبيح باليد ، ط : قديمي ،=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=و:۵/۵۲۱ ، حديث :۳۴۸۶ ، و:۵/۴۷۸ ، حديث : ۳۴۱۱ ، باب منه ، ط : احياء التراث، سنن النسائي : ۱/۱۵۲ ، كتاب الصلاة ، باب عقد التسبيح ، ط : قديمي ، و:۳/۷۹، حديث :۱۳۵۵ ، ط: مكتب المطبوعات الإسلامية حلب ، الأذكار للنووي : ۱/۱۸ ، تحقيق : عبد القادر الأرنوط ، ط : دار الفكر بيروت ، و:ص/۱۹ ، ط: الحلبي ، وص/۲۸ ، ط: دار الغد العربي ، الموسوعة الفقهية : ۱۱/۲۸۴ ، ما يجوز به التسبيح ، و: ۲۱/۲۵۸ ، تكرار الأذكار وعدّها)

ما في " بذل المجهود " : (قال ابن قدامة) الشيخ الثاني لأبي داود : (بيمينه) أي بيده اليمنى ، زاد هذا اللفظ ابن قدامة ولم يذكره عبيد الله .

(۶/۲۳۳ ، حديث :۱۵۰۲ ، كتاب الصلاة ، باب التسبيح بالحصى ، ط : دار البشائر)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : وعن عائشة رضي الله عنها قالت : " كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وبعامه ، كانت يد اليسرى لخلائه وما كان من الأذى " .

(ص/۵ ، ط: مكتبه بلال ديوبند)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱/۱۰۵،۱۰۶، ذکر ودعا کا بیان، داہنے ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بہتر ہے، ط: مکتبہ دار العلوم دیوبند، وفتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۶۳۶۵۸)

مفسدات الصلوۃ ومکروھاتھا

لوٹائی جانے والی نماز میں نئے لوگوں کی شرکت

مسئلہ (۳۱): اگر فرائضِ نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ گیا، اور اس کی وجہ سے دوبارہ فرض کا اِعادہ کیا جارہا ہو، تو دوسری جماعت میں وہ لوگ شامل ہوسکتے ہیں جو پہلی جماعت میں شامل نہیں تھے، اور اگر واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب چھوٹ گیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا گیا، اس لیے نماز کا اعادہ کیا جارہا ہو، تو اس صورت میں وہ لوگ جو پہلی جماعت میں شامل نہیں تھے شریک ہوسکتے ہیں، یا نہیں؟ اس میں حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں: شریک ہوسکتے ہیں، اُن کی نماز صحیح ہوگی، اور یہ قول راجح واَوسع ہے، اور بعض کہتے ہیں: شریک نہیں ہوسکتے ہیں، اُن کی نماز صحیح نہیں ہوگی، یہ قول احتِیاط پر مبنی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جو حضراتِ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ پہلی جماعت میں شامل تھے وہی شریک ہوسکتے ہیں، اور جو شامل نہیں تھے وہ شریک نہیں ہوسکتے، تو پہلی جماعت میں شامل ہونے کی حد کیا ہے؟ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ پہلی جماعت میں از اول تا آخر شامل رہے ہوں، یا پھر مسبوق یعنی وہ لوگ جن کی ایک دو رکعتیں چھوٹ گئیں وہ بھی شامل مانے جائیں گے؟ تو اس سلسلے میں کوئی صریح جزئیہ نظروں سے نہیں گزرا، البتہ ''امداد الاحکام: ۲/۱۶۳'' پر حضرت مولانا عبد الکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے ایک فتویٰ سے- جس کی تصویب حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے- معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جماعت میں

شامل مسبوقوں نے اگر اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کر لی تھی، تو ان کو پہلی جماعت میں شامل مانا جائے گا، اور وہ اس جماعتِ ثانیہ میں شریک ہو سکتے ہیں، اور اگر ان مسبوقوں نے دوسری جماعت کی تیاری سن کر اپنی نماز توڑ دی تھی، تو ان کو پہلی جماعت میں شامل نہیں مانا جائے گا، وہ نئے اشخاص کی طرح ہوں گے، یعنی اُن کے لیے اس دوسری جماعت میں شریک ہونا درست نہیں ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ: اس لوٹائی جانے والی نماز میں شریک ہونے والے لوگوں کی نماز صحیح ہو جائے گی، یہ قول اَرجح واَوسع ہے، اور نئے شریک ہونے والوں کی نماز صحیح نہ ہوگی، یہ قول اِحتِیاط پر مبنی ہے، لہٰذا اگر کوئی نیا شخص شریک ہو گیا، تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی، البتہ احتیاط یہ ہے کہ اپنی نماز علیٰحدہ پڑھ لے، جماعت میں شریک نہ ہو، تا کہ اس کی نماز صحیح ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہو جائے۔ (۱)

ھذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (لها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له ، وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً ، وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها ، والمختار أنه جابر للأول لأن الفرض لا يتكرر.

(۱۴۶/۲ ، مطلب واجبات الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : وعن السرخسي : من ترك الاعتدال تلزمه الإعادة ، ومن المشايخ من قال تلزمه ويكون الفرض هوالثاني ولا إشكال في وجوب الإعادة إذ هو الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم يكون جابراً للأول ؛ لأن الفرض لا يتكرر وجعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالأول وهو لازم ترك الركن لا الواجب . (۵۲۳/۱ ، الصلاة ،=

کیمرے والا موبائل جیب میں رکھ کر نماز

مسئلہ (۳۲): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیمرے والا موبائل جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز ہی نہیں ہوتی ہے، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ فی نفسہٖ کیمرے والے موبائل میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ کیمرے کا ناجائز استعمال ناجائز ہے [۱]، مثلاً جاندار کی تصویریں کھینچنا، موبائل میں کسی جاندار کا فوٹو رکھنا، خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان، یہ ممنوع ہے [۲]، نیز فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق اگر جاندار کی تصویر نمازی کے سامنے ہو تب بھی نماز صحیح ہوجاتی ہے، البتہ تصویر سامنے ہونے کی وجہ سے نماز میں کراہت آجاتی ہے [۳]، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، خصوصاً اہلِ علم؛ علماء وطلبہ کے طبقے کو اس سے اشدّ اجتناب ضروری ہے۔ [۴]

= باب صفة الصلاة ، فتح القدير لإبن الهمام : ۱/۳۰۸ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

ما في " حاشية الطحطاوي " : وإن تركه الواجب عمداً آثم ووجب عليه إعادة الصلاة تغليظاً عليه لجبر نقصها فتكون مكملة وسقط الفرض بالأولى ، وقيل تكون الثانية فرضاً فهي المسقطة .

(ص/۴۶۲ ، باب سجود السهو) (امداد الفتاویٰ:۱/۳۶۴، باب السہو فی الصلوۃ، امداد الاحکام:۲/۱۷۷، ۱۷۸، و:۲/۱۶۳، کتاب الصلوۃ، امداد الفتاح:ص/۵۵۱، باب سجود السہو، ط: احیاء التراث العربی بیروت، بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا، کفایت المفتی:۳/۱۳۸، امامت وجماعت، ط: دار الاشاعت کراچی، و:۳/۴۳۵، قدیمی، احسن الفتاویٰ:۳/۳۵۲، باب الامامۃ والجماعۃ، فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۱۸، ۳۱۹، فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۳۷۰، ۳۷۱،فصل ششم، اقتدا کے احکام، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۲/۳۷، مسئلہ نمبر:۴۶،طبع سوم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الأمور بمقاصدها " . (۱/۱۱۳)=

....

=ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴٦ ، مسلم الثبوت :ص/۳۸)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : [عن] عبد اللّٰه قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند اللّٰه المصوّرون " .

(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : وعن ابن عباس قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول : " لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال ، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار ، يقول لهم الرحمٰن : قوموا إلى ما صورتم ، فلا يزالون يعذبون حتىّٰ تنطق الصورة ولا تنطق " .

(۱۱/۱۵۷ ، حديث : ۱۱۴۷۸ ، مجمع الزوائد :۵/۲۲٦ ، اللباس ، باب ما جاء في التماثيل والصور ، حديث :۸۸۹۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيءٍ أي شيء كان. (۱۴/۲۷۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثالَ إنسان أو طير . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۹/۵۱۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية ": قال في البحر: ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر . (۲/۳٦۱ ، مطلب مكروهات الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفقت كلمة الفقهاء على أن من صلى وفي قبلته صورة حيوان محرّمة فقد فعل مكروها ؛ لأنه يشبه سجود الكفار لأصنامهم وإن لم يقصد التشبه .... ولا يكره لو كانت تحت قدميه أو محل جلوسه إن كان لا يسجد عليها ، أو في يده ، أو كانت مستترة بكيس أو صرة أو ثوب . اهـ .

(۱۲/۱۲٦ ، تصوير ، الصور والمصلي)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : إذا كان تمثال تحت رجليه أو في محل جلوسه وقد نصوا على أنه لا كراهة في ذلك . (ص/۳۵٦)

(۴) (المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۱/۱۷۹، مسئلہ نمبر:۱۹۳، طبع چہارم)

اعادہ والی نماز میں اذان واقامت

مسئلہ (۳۳): اگر کسی نماز کا، کسی فساد کی وجہ سے، وقت ہی کے اندر، اِعادہ کیا جارہا ہو، تو یہ اِعادہ بلا اذان واقامت ہی ہوگا، اذان واقامت کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي المجتبی : قوم ذکروا فساد صلاة صلوها في الوقت قضوها بجماعة فیه ، ولا یُعیدون الأذان والإقامة . (۲/۵۸ ، باب الأذان ، مطلب في أذان الجوق ، ط: بیروت ، و: ۱/۳۹۱ ، ط : سعید کراچي)

ما في " الفتاوی التاتارخانیة " : وفي جامع الهاروني : قوم ذکروا فساد صلاة ...... فإن ذکروها في وقتها صلوها في ذلک المسجد ولا یعیدون الأذان والإقامة .

(۱/۵۲۴ ، کتاب الصلاة ، نوع آخر فیمن یقضي الفوائت یقضیها بأذان وإقامة أو بغیرهما ، ط : إدارة القرآن کراچي ، السعایة في کشف ما في شرح الوقایة :۲/۳۱ ، الفتاوی الهندیة : ۱/۵۵ ، البحر الرائق : ۱/۴۵۶ ، باب الأذان ، ط : رشیدیه وبیروت)

ما في " رد المحتار " : لأن تکرارها غیر مشروع إذا لم یقطعها قاطع من کلام کثیر أو عمل کثیر أیضًا . (۲/۷۰ ، کتاب الصلاة ، باب الأذان ، قبیل مطلب ها باشر النبي ﷺ الأذان بنفسه ؟ ، ط: بیروت)

(فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۵۲،نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہوالخ، ط: کراچی، فتاویٰ رحیمیہ:۴/۹۵،اعادۂ نماز کے لیے اقامت الخ، ط: دارالاشاعت کراچی، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۵/۷۹،مسئلہ نمبر:۴۴، فاسد نماز کی ادائیگی کے لیے اذان واقامت)

مرد کا باریک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۴): اگر کوئی شخص اتنا باریک کپڑا پہن کر نماز پڑھے، جس سے بدن کا اندرونی حصہ (ستر) باہر سے صاف جھلکتا ہے، تو ایسے باریک کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه . كذا في التبيين . (۱/۵۸ ، الباب الثالث في شروط الصلاة ، ط : زكريا ودار الفكر ، الدر المختار مع الشامية : ۸۴/۲ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، ط : زكريا وبيروت)

ما في " تبيين الحقائق " : والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه ؛ لأنه مكشوف العورة . (۹۵/۱ ، ط : دار الكتاب الإسلامي بيروت ، الموسوعة الفقهية : ۵۴/۳۱ ، العورة في الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ج – ستر العورة : لقول الله تعالى : ﴿يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد " . قال ابن عباس – رضي الله عنهما : المراد به الثياب في الصلاة ، ولقول النبي ﷺ : " لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار " ، ولأن ستر العورة حال القيام بين يدي الله تعالى من باب التعظيم . (۶۰/۲۷ ، صلاة ، ستر العورة)

ما في " بدائع الصنائع " : (ومنها) ستر العورة : ...... ولأن ستر العورة حال القيام بين يدي الله تعالى من باب التعظيم ، وأنه فُرض عقلا وشرعا ، وإذا كان الستر فرضا كان الانكشاف مانعًا جوازَ الصلاة . اهـ . (۱۱۶/۱ ، ط: المكتبة العلمية بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يجوز لبس الرقيق من الثياب إذا كان يَشِفُّ عن العورة ، فيُعلم لون الجلد من بياض أو حمرة ...... ولا تصح الصلاة في مثل تلك الثياب .

(۱۳۶/۶ ، ألبسة ، لبس ما يشف أو يصف)

(کتاب المسائل: ۲۷۴/۱، انتہائی باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا)

عورت کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۵): بعض عورتیں اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھتی ہیں، جس میں سے سر کے بال (جو ستر میں داخل ہیں) صاف نظر آتے ہیں، تو ان کا اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۱)

لیٹ کر نماز پڑھنے والا نماز میں سو جائے

مسئلہ (۳۶): اگر کوئی شخص بیماری یا کمزوری کی وجہ سے لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو، اور دورانِ نماز وہ سو جائے، تو اُس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وعادم ساتر) لا يصف ما تحته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لا يصف ما تحته) بأن لا يرى منه لون البشرة .

(۲/۸۴ ، باب شروط الصلاة ، ط : زكريا وبيروت ، البحر الرائق : ۱/۴۶۷ ، ط: زكريا ، الموسوعة الفقهية : ۳۱/۵۴ ، و:۲۷/۶۰ ، و:۱۳۶/۶ ، بدائع الصنائع : ۱/۱۱۶ ، ط: المكتبة العلمية بيروت ، تبيين الحقائق : ۱/۹۵ ، ط: دار الكتاب الإسلامي بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۸) (کتاب المسائل:۱/۲۷۴،نماز میں باریک دوپٹہ کا استعمال)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : تتمة : لو نام المريض وهو يصلي مضطجعًا قيل لا تنقض طهارته كالنوم في السجود ، والصحيح النقض كما في الفتح وغيره ، زاد في السراج : وبه نأخذ . (۲۷۲/۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب لفظ " حيث " موضوع للمكان ويُستعار لجهة الشيء ، ط : زكريا ودار الكتب العلمية بيروت ، و: ۱/۱۴۲ ، ط : دار الفكر بيروت)

(کتاب المسائل:۱/۱۶۷)

نماز میں چھینک یا ڈکار کا آجانا

مسئلہ (۳۷): نماز میں چھینک یا ڈکار کی وجہ سے جو آواز بن جاتی ہے، اُس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ اس سے بچنا مشکل ہے۔[۱]

جانبِ قبلہ کی دیوار میں شیشے لگانا

مسئلہ (۳۸): جانبِ قبلہ کی دیوار میں نقش ونگار کرنے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اس سے مصلی کا ذہن منتشر ہوگا، نماز میں خشوع خضوع نہ رہے گا، اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی محراب والی دیوار- جسے جانبِ قبلہ دیوار کہا جاتا ہے- میں ایسے شیشے لگانا جس میں نمازی کو اپنی شکل وصورت نظر آئے، مکروہ ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اِس طرح کی کھڑکیوں پر موٹے کپڑے کے پردے لگادیئے جائیں، یا پھر اُن کو رنگ دیا جائے، یا عمدہ دبیز کاغذ شیشوں پر چپکا دیا جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا الأنين والتأوه إذا كان بعذر بأن كان مريضًا لا يملك نفسه فصار كالعُطاس والجُشاء، ولو عطس أو تجشّأ فحصل منه كلام لا تفسد. كذا في محيط السرخسي. (۱/۱۰۱، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الأول فيما يفسد، ط: دار الفكر، وزكريا، ورشيديه كوئٹه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : واستثنى الحنفية المريض الذي لا يملك نفسه فلا تبطل صلاته بالأنين والتأوّه والتأفيف والبُكاء وإن حصل حروف للضرورة. قال أبو يوسف : إن كان الأنين من وجع مما يمكن الامتناع عنه يقطع الصلاة، وإن كان مما لا يمكن لا يقطع .=

....

=(۲۷/ ۱۲۱ ، التأوه والأنين الخ) (نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:۱/۶۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " البحر الرائق " : أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي كما في فتح القدير وغيره . (۲/۶۵ ، قبيل باب الوتر والنوافل)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا بأس بنقشه خلا محرابه) ، فإنه يكره ؛ لأنه يلهي المصلي . ويكره التكف بدقائق النقوش ونحوها خصوصًا في جدار القبلة . قاله الحلبي .... وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة . فليحفظ . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويكره التكلف الخ) تخصيص لما في المتن من نفي البأس بالنقش ، ولهذا قال في الفتح : وعندنا لا بأس به ، ومحمل الكراهة التكلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصًا في المحراب . اهـ . فافهم . ... قوله : (وظاهره الخ) أي ظاهر التعليل بأنه يلهي ، ... فيفيد أن المكروه جدار القبلة بتمامه ؛ لأن علة الإلهاء لا تخص الإمام ، بل بقية أهل الصف الأول كذلك ، ولذا قال في الفتاوى الهندية : وكره بعض مشايخنا النقش على المحراب وحائط القبلة ؛ لأنه يشغل قلب المصلي . اهـ . ومثله يقال في حائط الميمنة أو الميسرة ؛ لأنه يلهي القريب منه . (۲/ ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره ، لأن البأس الشدة ، قبيل مطلب في أفضل المساجد ، ط : زكريا وبيروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۸۶۶۵)

ما في " المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة " : ''اگر نمازی کے سامنے آئینہ ہو، یا ایسی ٹائلس ہو، جس میں نمازی کو اپنا عکس نظر آرہا ہو، جو اس کے لیے مخل خشوع اور دل کی مشغولی کا باعث ہو، تو اس صورت میں اس کی نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی۔'' (۵/ ۱۱۹، مسئلہ نمبر:۳۰۷، آئینہ اور ٹائلس کے سامنے نماز، مکروہات الصلاۃ ومفسداتہا، طبع دوم، خیر الفتاویٰ:۲/ ۴۳۱، فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۸۹، آئینہ سامنے ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟، و:۱۱/ ۸۹، آئینہ دار مسجد میں نماز، ط: میرٹھ)

باب الوتر

حرمین میں نمازِ وتر دو سلام کے ساتھ

مسئلہ (۳۹): بلادِ عرب میں عموماً وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کی جاتی ہیں، احناف کے لیے بھی ایسے امام کی اقتدا میں نمازِ وتر ادا کرنے کی گنجائش ہے، اگر امام وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کرے، تو حنفی مقتدی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے، اور امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " انوارِ رحمت " : "حجازِ مقدس میں ان کے پیچھے حنفی کی وتر کی نماز صحیح ہوجانی چاہیے، اور صحتِ اقتدا کی تین دلیلیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:...... دلیل-۱: ضرورت کے وقت قولِ غیر مشہور پر عمل کی گنجائش ہوجاتی ہے۔[۱] .... دلیل-۲: حکمِ حاکم رافعِ خلاف ہوا کرتا ہے، کہ وہاں پر حاکمِ وقت کی طرف سے دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم ہے۔[۲] .... دلیل-۳: حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی علیہ الرحمۃ کی رائے بھی یہی نقل فرمائی کہ وتر کی نماز میں حنفی کے لیے ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق وتر پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کرکے انہیں کی طرح نماز پڑھ لی جائے تو یہ صحیح اور درست ہے، جیسا کہ ابوبصاص کی یہی رائے اور مذہب ہے۔"[۳] (ص/۶۸، ۶۹، ۷۱)

[۱] ما في " معارف السنن " : وبالجملة فمذهب الحنفية : أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم ، نعم لو اقتدى حنفي بشافعي في الوتر وسلم ذلک الشافعي الإمام على الشفع الأول على وفق مذهبه ثم أتم الوتر صح وتر الحنفي عند أبي بكر الرازي وابن وهبان ، وفيه يقول ابن وهبان في " منظومه " :

ولو حنفي قام خلف مسلم لشفع ولم يتبع وتم فمؤتمر

(۱۷۰/۴ ، أبواب الوتر ، تفصيل المذاهب في عدد ركعات الوتر ، ط : سعيد كراچی)

ما في " البحر الرائق " : لا يجوز اقتداء الحنفي بمن يسلّم من الركعتين في الوتر ، =

....

....

....

....

....

....

=وجوّزه أبو بكر الرازي ويصلي معه بقية الوتر ؛ لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه .

(۲/۴۲ ، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل ، ط: دار المعرفة بيروت ، و:۲/۶۸ ، ۶۹ ، باب الوتر والنوافل ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

[۲] ما في " تكملة فتح الملهم " : إن حكم الحاكم رافع للخلاف في الأمور المجتهد فيها. (۱/۶۳۶)

وفيه أيضًا : فكما أن النزاع يرتفع بالتعامل السابق فإنه يرتفع أيضًا بتقنين من قبل الحكومة. (۱/۶۳۶ ، كتبا المساقاة والمزارعة ، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند ، و:۷/۵۸۹ ، ط: احياء التراث العربي بيروت)

[۳] ما في " فيض الباري " : ولا عبرة بحال المقتدي وإليه ذهب الجصاص وهو الذي اختاره لتوارث السلف واقتداء أحدهم بالآخر بلا نكير مع كونهم مختلفين في الفروع ، وإنما كانوا يمشون على تحقيقاتهم إذا صلوا في بيوتهم ، أما إذا بلغوا في المسجد فكانوا يقتدون بلا تقدم وتأخر ، ولين يُنقل عن إمامنا أنه سأل عن حال الإما في المسجد الحرام مع أنه حجّ مِرارًا .... وكان مولانا شيخ الهند رحمه الله تعالى يذهب إلى مذهب الجصّاص . (۲/۱۶ ، ۱۷ ، كتاب الغسل ، باب مسح اليد بالتراب ، حديث : ۲۶۰ ، ط: مكتبة مشكاة الإسلامية من موقع المكتبة الشاملة ، و دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۴۶۱،۴۶۲)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/۴۶ ، ۴۷، حج وعمرہ کے مسائل ، دسواں فقہی سمینار، تجویز:۱۳)

باب الجمعة

جمعہ کی اذان کے بعد غیر مسلم کو دکان پر بٹھانا

مسئلہ (۴۰): جمعہ کی اذان ہونے کے بعد غیر مسلم ملازم کو دکان پر بیٹھا کر، دکان کھلی رکھنا جائز تو ہے، لیکن جمعہ کی فضیلت اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ ہی دکان بند کردی جائے، تاکہ غافل قسم کے لوگ اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی کراہت کا ارتِکاب نہ کریں، نیز دکان بند رکھنے میں جمعہ کے دن کی عظمت اور اُس کی شان وشوکت میں بھی اضافہ ہوگا، اور ایک گھنٹہ دکان بند رہنے سے بھی کون سا بڑا نقصان ہوگا[۱]، جب کہ اللہ رب العزت فرما رہے ہیں: ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔''[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وقد خص منه من لا جمعة عليه ، ذكره المصنف . (در مختار) . وفي الشامية : والحاصل أن الدليل خص من وجوب السّعي جماعة كالمريض والمسافر . (۵/۱۰۱ ، كتاب البيوع ، باب بيع الفاسد ، مطلب أحكام نقصان المبيع فاسدًا ، ط: سعيد كراچي ، ۷/۳۰۴ ، ۳۰۵ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا اذانودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر اللّٰه وذروا البيع ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون﴾ . (سورة الجمعة : ۹)

ما في '' تفسير المظهري '' : (وذروا البيع) أراد ترك ما يشغل عن الصلوة والخطبة=

باب صلوة المسافر

دورانِ سفر احتلام ہونے پر غسل

مسئلہ (۴۱): اگر کسی شخص کو دورانِ سفر، ٹرین وغیرہ میں احتلام ہوکر غسل لازم ہوجائے، اور اس کے پاس یا ٹرین میں پانی کا انتظام ہو، تو نماز کی ادائیگی سے قبل اُس پر غسل لازم ہوگا، اور اگر پانی دستیاب ومہیا نہ ہو، یا ہو مگر دورانِ سفر اس کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، اور اس سے بیمار ہوجائے، یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، اور نماز کا وقت بھی ختم ہونے کو ہو، تو پھر غسل کی بجائے محض تیمّم کرکے ناپاک کپڑے تبدیل کرکے نماز ادا کرلے۔ (۱)

=وإنما خصّ البيع بالذكر لاشتغالهم غالبا بعد الزوال في الأسواق بالبيع والشراء . اهـ .
(۲۷۶/۹ ، ط : زكريا بكڈپو ديوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ووجب سعي إليها وترک البيع بالأذان الأول) ولو مع السعي . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : قوله : (وترک البيع) أراد به كل عمل ينافي السعي وخصّه اتباعًا للآية . نهر . (۳۵/۳ ، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب)

ما في " الهداية " : وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترک الناس البيع والشراء وتوجهوا إلى الجمعة . (۱۷۱/۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

(نماز کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:۲/ ۹۸، جمعہ کی اذان کے بعد غیر مسلم ملازم کو دکان پر بٹھا کر دکان کھلی رکھنا، مستفاد: المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۶/ ۹۰، ۹۱، ۹۲، مسئلہ نمبر:۵۲، ۵۳، و:۸/ ۱۳۱، مسئلہ نمبر:۸۳، ہوٹل کھلی رکھنے کے لیے باری باری نمازِ جمعہ ادا کرنا)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۷۹۳۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : (ومن لم يجد ماءً وهو مسافر أو خارج المصر بينه وبين المصر=

کتاب الجنائز

مریض کی دل جوئی کے لیے مناسب باتیں کریں

مسئلہ (۴۲): اسلام دینِ فطرت ہے ، اس میں انسانوں کے حالات اورطبیعتوں کودیکھتے ہوئے احکامات کونازل کیا گیاہے، جب انسان بیمار ہو،تواس کادل چاہتاہے کہ کوئی اس کے پاس رہے،اس کی خدمت کرے،اس کو دِلاسا دے، اوراس کی دل جوئی کرے،تاکہ اُس کوحوصلہ ملے، اسی لیے شرعِ اسلامی میں مریض کی عیادت کاحکم دیاگیاہے(۱)، اس لیے جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جائیں،تواس کے پاس بیٹھ کر مایوسی کی باتیں نہ کریں، بلکہ امید اورخدا کی رحمت دلانے والی باتیں کریں،جیساکہ رسول کریم ﷺ کاارشادہے کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ،تواس کی زندگی کے بارے میں اس کاغم دورکرو، یعنی اسے تسلی دو، کیوں کہ تسلی تقدیرکوٹال تونہیں سکتی،لیکن اس سے مریض کادل ضرورخوش ہوتاہے(۲)،لہٰذاعیادت کرنے والوں کوچاہیے کہ مریض کی عیادت

=نحوَ ميل أو أكثر يتيمم بالصعيد) لقوله تعالى : ﴿فلم تجدوا مآءً فتيمموا صعيدًا طيبًا﴾ . وقوله عليه الصلاة والسلام : " التراب طهور المسلم ولو إلى عشر حِجَج ما لم يجد الماء " والميل هو المختار في المقدار . الخ . (۱/۳۲ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، ط : دار أرقم بيروت ، و: ۱/۴۹ ، ط : قديمي ، فتح القدير : ۱/۱۲۵ ، ۱۲۶ ، باب التيمم ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، العناية شرح الهداية : ۱/۱۰۰ ، ط : دار الكتب العلمية ، البناية شرح الهداية : ۱/۴۸۰ - ۴۸۶ ، ط: رشيديه كوئٹه) (فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۷۸۸۷)=

وبیمار پُرسی کے دوران اس کی دل جوئی کے لیے مناسب باتیں کریں، تاکہ وہ خوش ہو، ایسی مایوسی کی باتیں نہ کریں، جس سے وہ مزید تکلیف کے اندر مبتلا ہو جائے۔

قریب المرگ کے پاس خیر کے کلمات کہے

مسئلہ (۴۳): بہت سے لوگ جب کسی قریب المرگ شخص کی تیمارداری وعیادت کو جاتے ہیں، تو بڑی بے احتیاطی سے مریض کے سامنے گفتگو کرتے ہیں، بُرے کلمات زبان سے نکالتے ہیں، مثلاً: بڑی خطرناک مہلِک بیماری ہے، اب مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں وغیرہ، اُن کا یہ عمل سراسر غلط اور خلافِ سنت ہے، حدیثِ پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مریض یا قریب المرگ کے پاس جاؤ، تو منہ سے خیر وبھلائی کے کلمات نکالو، کیوں کہ تمہاری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے- خواہ وہ دعاءِ خیر ہو یا دعاءِ شر ہو، اس پر فرشتے

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي موسى قال : قال رسول الله ﷺ : " أطعموا الجائع وعُودوا المريض ، وفُكّوا العاني " . رواه البخاري . (۱/۴۸۳ ، حديث :۱۵۲۳ ، كتاب الجنائز ، باب عيادة المريض وثواب المرض ، الفصل الأول ، ط : المكتب الإسلامي بيروت ، مرقاة المفاتيح :۳/۴ ، حديث : ۱۵۲۳ ، صحيح البخاري : ص/۱۰۳۰ ، حديث :۵۶۴۹ ، كتاب المرضى ، باب وجوب عيادة المريض ، ط : بيروت)

(۲) ما في " مكشوة المصابيح " : وعن أبي سعيد قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا دخلتم على المريض ، فنفّسوا له في أجله ، فإن ذلک لا يرُدُّ شيئًا ، ويطيب بنفسه " . رواه الترمذي وابن ماجه ، وقال الترمذي : هذا حديث غريب . (۱/۴۹۵ ، حديث :۱۵۷۲ ، باب عيادة المريض ، الفصل الأول ، مرقاة المفاتيح :۴/۴۱ ، حديث :۱۵۷۲) (بچپن سے موت تک کے شرعی احکام:ص/۵۱-۵۴، باب:۱۳،عیادتِ مریض کا سنت طریقہ،مرتب:مولانا محمد امجد سعید صاحب،ناشر مکتبہ:نفیس کتاب گھر لاہور)

آمین کہتے ہیں (۱)، لہٰذا کسی بھی مریض یا قریب المرگ کے پاس جا کر اپنی زبان سے بُرے کلمات نہ نکالیں، تاکہ وہ ہمارے لیے وبال کا ذریعہ نہ بنے، بلکہ سنت طریقے پر مریض کے پاس خیر کے کلمات کہیں، اور قریب المرگ کے پاس کلمۂ طیبہ کا وِرد کریں (۲)، یا سورۂ یٰسین کی تلاوت کریں۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أم سلمة قالت : قال رسول الله ﷺ : " إذا حضرتم المريض أو الميّت فقولوا خيرًا ، فإن الملائكة يؤمّنون على ما تقولون " . رواه مسلم .
(۱/۵۰۸ ، رقم : ۱۶۱۷ ، باب ما يقال عند من حضره الميت ، الفصل الأول)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (فقولوا خيرًا) أي للمريض اشفه وللميت اغفر له ذكره المظهر ، أو لكم بالخير أو قولوا للمحتضر : لا إله إلا الله فإنها خير ما يقال له ، اختاره ابن حجر لكن لا يلائمه . قوله : (فإن الملائكة يؤمّنون) بالتشديد أي يقولون آمين (على ما تقولون) أي من الدعاء خيرًا أو شرًّا . وقال ابن حجر : أي من الأدعية الصالحة . (۴/۷۵ ، كتاب الجنائز)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد وأبي هريرة قالا : قال رسول الله ﷺ : "لقّنوا موتاكم لا إله إلا الله " رواه مسلم . (۱/۵۰۸ ، حديث : ۱۶۱۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي ذكروا من حضره الموت منكم بكلمة التوحيد أو بكلمتي الشهادة بأن تتلفظوا بها أو بهما عنده . اهـ . (۴/۷۴) (بچپن سے موت تک کے شرعی احکام: ص/۵۹)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن معقل بن يسار قال : قال رسول الله ﷺ : " اقرؤا سورة يٰس على موتاكم " . رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه . (۱/۵۰۹ ، حديث : ۱۶۲۲ ، الفصل الثاني)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي الذين حضرهم الموت ولعل الحكمة في قراء تها أن يستأنس المحتضر بما فيها من ذكر الله وأحوال القيامة والبعث ، قال التوربشتي : يحتمل أن يكون المراد بالميت الذي حضره الموت فكأنه صار في حكم الأموات .... وقال السيوطي : ورواه ابن أبي شيبة والنسائي والحاكم وابن حبان ، وأخرج ابن أبي الدنيا والديلمي عن أبي الدرداء عن النبي ﷺ قال : ما من ميت يقرأ عند رأسه [سورة] يٰس إلا هوّن الله عليه . اهـ . وفي رواية صحيحة أيضًا يٰس قلب القرآن لا يقرأها عبد يريد الدار الآخرة إلا غفر الله له ما تقدم من ذنبه فاقرؤوها على=

قرض خواہ کا انتقال ہوجائے تو قرض کس کودے؟

مسئلہ (۴۴): اگر کوئی شخص کسی سے روپیہ وغیرہ قرض لے، یا کوئی اُدھار مُعامَلہ کرے، اور ابھی قرض چکایا نہیں تھا، یا اُدھاری اَدا نہیں کی تھی کہ قرض خواہ یا دائن اِس جہانِ فانی سے رخصت ہوگیا، تو اب قرض دار یا مدیون کو چاہیے کہ وہ قرض یا دَین جو اس کے ذمہ لازم ہے میت کے شرعی وارثوں کو ادا کردیں، کیوں کہ میت کا جو قرض کسی کے ذمہ ہوتا ہے وہ اس کی وِراثت اور ترکہ میں شامل ہے[۱]، اور اگر میت کا کوئی وارث موجود نہ ہو، یا اُس تک رسائی ممکن نہ ہو، تو اب وہ قرض یا دَین کی رقم میت کی طرف سے صدقہ کردیں۔[۲]

= موتاکم ، قال ابن حبان : المراد به من حضره الموت . اهـ . (۴/۷۹ ، ۸۰ ، کتاب الجنائز)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : والموت لم يعرف مسقطاً للدين في أصول الشرع ، فلا يسقط شيء منه بالموت كسائر الديون .

(۱۷۳/۳۹ ، مهر ، الموت ، بدائع الصنائع : ۵۸۸/۲ ، كتاب النكاح ، بيان ما يتأكد به المهر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في عدم تأثير موت الدائن على الديون التي وجبت له في ذمة الغرماء ، وأنها تنتقل إلى ورثته كسائر الأموال التي تركها ، لأن الديون في الذمم أموال حقيقة أو حكمًا باعتبارها تؤول إلى مال عند الاستيفاء . (۲۶۰/۳۹ ، ۲۶۱ ، موت)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (عليه ديون ومظالم جهل أربابها وأيس) من عليه ذلك (من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله وإن واستغرقت جميع ماله) هذا مذهب أصحابنا .... (و) متى فعل ذلك (سقط عنه المطالبة) من أصحاب الديون . (در مختار) وفي الشامية : وإن لم يجد المديون ولا وارثه صاحب الدين ولا وارثه فتصدق المديون أو وارثه عن صاحب الدين برئ في الآخرة . (۴۴۳/۶ ، كتاب اللقطة ، قبيل مطلب فيمن عليه ديون ومظالم وجهل أربابها ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، و: ۲۸۳/۴ ، ط: دار الفكر بيروت)

میت کے ذمہ قرض ہوتو ورثاء ادا کردیں

مسئلہ (۴۵): جب انسان اِس دنیا سے چلا جاتا ہے، تو اُس کے وُرثاء پر یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے میت پر لازم قرض ادا کرنے کی فکر کریں (۱)، اس لیے کہ مقروض میت کے بارے میں حدیثِ پاک میں بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مومن کی جان اُس کے قرض کے ساتھ لٹکی رہتی ہے، جب تک اس کا قرض ادا نہ کردیا جائے''(۲) لیکن ساتھ ہی میت کے ورثاء کو یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ وہ شرعی ثبوت (بینہ/گواہ، یا بحالتِ صحت مقروض کے اقرار) کے بغیر ہراَیرے غیرے کو قرض نہ تھمادیں، بلکہ پختہ ثبوت وبینہ کے ذریعہ، میت کے ذمے قرض ثابت ہونے کے بعد ہی قرض ادا کریں۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿من بعد وصية يوصي بهآ او دين﴾ . (سورة النساء : ۱۱) وقوله تعالى : ﴿من بعد وصية يوصىٰ بهآ او دين غير مضارّ﴾ . (سورة النساء : ۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يستحب أن يسارع إلى قضاء دينه أو إبرائه منه وبه قال أحمد لحديث أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا : " نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه" .

(۱۶/۷ ، قضاء الدين ، جنائز)

وفيه أيضًا : يأتي في المرتبة الثانية أداء الديون المتعلقة بالتركة بعد تجهيز الميت .... لقوله تعالى : ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾ . ويقدم الدين على الوصية باتفاق الفقهاء ؛ لأن الدين واجب من أول الأمر ، لكن الوصية تبرّع ابتداء ، والواجب يؤدى قبل التبرّع . اهـ.

(۲۱۷/۱۱ ، تركة ، ثانيًا : أداء الدين)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال : "نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يُقضى عنه" . (۲۰۶/۱ ، ط: دار السلام سهارنفور الهند)=

قرض خواہ کا مقروض میت سے قرض معاف کرنا

مسئلہ(۴۶): مسلمان آدمی کے ذمہ اول تو قرض ہونا ہی نہیں چاہیے، اور اگر بأمرِ مجبوری قرض لیا ہو، تو اس کو حتی الوسع جلد سے جلد ادا کر دینا چاہیے، خدانخواستہ اگر کسی شخص کی مقروض ہونے کی حالت میں موت آگئی، تو اس کا معاملہ بڑا شدید ہے[1]، خدا جانے خود غرض وارثین ادا کریں گے بھی یا نہیں؟

اور اگر زندگی میں قرض ادا کر سکنے کا اِمکان نہ ہو، تو وصیت کرنا فرض ہے کہ میرے ذمہ فلاں فلاں کا اتنا قرض ہے وہ ادا کر دیا جائے، اگر وصیت کے بغیر مر گیا اور گھر والوں کو کچھ پتہ نہیں، تو گنہگار ومأخوذ ہوگا[2]، نعوذ باللہ۔ لہٰذا جب جنازہ تیار ہوجائے، اور سارے لوگ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوجائیں، تو امام صاحب کو بآوازِ بلند یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ اگر میت کے ذمہ کسی صاحب کا قرض باقی ہے، تو وہ اس میت کے ورثاء سے رابطہ کرلیں، جیسا کہ حدیثِ پاک میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رِحلت ہوئی، تو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان فرمایا کہ: جس شخص کا آنحضرت ﷺ کے ذمہ قرض ہو، یا آپ ﷺ نے کسی سے وعدہ کر رکھا ہو، تو وہ ہم

=(۳) ما في " رد المحتار " : قوله : (ويقدم دين الصحة) هو ما كان ثابتًا بالبينة مطلقًا أو بالإقرار في حال الصحة . اهـ . (۲۶۰/۲ ، ط : دار الفكر بيروت ، و: ۴۹۵/۱۰ ، كتاب الفرائض ، ط : دار الكتب العلمية بيروت) (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۳۳۰/۴، حاشیہ نمبر: ۴، جدید ایڈیشن، بچپن سے موت تک کے شرعی احکام: ص/۱۰۶، ثبوت کے بغیر وارث قرض نہ دیں)=

سے رابطہ کریں (۳)، نیز قرض خواہ اگر خوش دلی سے قرض معاف کردیں، تو مقروض میت کی معافی ہوسکتی ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ كان يؤتى بالرجل المتوفى عليه الدين فيقول : هل ترک لدينه من قضاء ؟ فإن حدث أنه ترک وفاء صلى عليه ، وإلا قال للمسلمين : صلوا على صاحبكم ، فلما فتح الله عليه الفتوح قام فقال : أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم .. " الحديث . (۱/۲۰۵ ، باب ما جاء في المديون)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال : " نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه " . (۱/۲۰۶ ، باب ما جاء أن نفس المؤمن معلقة بدينه)

ما في " كنز العمال " : عن سمرة رضي الله عنه : من هاهنا من رهط فلان : " إن صاحبكم قد احتبس عن الجنة بدين كان عليه فأما أن تفدوه من عذاب الله وإما أن تسلموه " .

(۶/۲۳۵ ، حديث : ۱۵۵۰۴ ، ط : مؤسسة الرسالة)

(۲) ما في " مسند أحمد " : عن سعد بن الأطول قال : " مات أخي وترک ثلاث مائة دينار وترک ولدا صغارا فأردت أن أنفق عليهم فقال لي رسول الله ﷺ : " إن أخاک محبوس بدينه فاذهب فاقض عنه ... " الخ . (۴/۱۳۶ ، ط : المكتب الإسلامي بيروت)

ما في " رد المحتار " : والوصية أربعة أقسام : واجبة كالوصية بردّ الودائع والديون المجهولة ، .... وفي المواهب : تجب على مديون بما عليه لله تعالى أو للعباد .

(۶/۶۴۸ ، كتاب الوصايا ، ط : سعيد كراچی)

(۳) ما في " الطبقات الكبرى " : لما قبض رسول الله ﷺ قال أبو بكر لما جاءه مال من البحرين : من كانت له على النبي عدة يأتيني ، قال : فجاءه جابر بن عبد الله الأنصاري فقال : إن النبي وعدني إذا أتاه مال البحرين أن يعطيني هكذا هكذا ، وأشار بكفيه ، فقال أبو بكر : خذ ! فأخذ بكفيه فعده خمس مائة درهم فأعطاه إياه وألفا ، ثم جاء ناس كان وعدهم رسول الله ﷺ فأخذ كل إنسان ما كان وعده ثم قسم ما بقي من المال فأصاب كل إنسان =

مُحرِم میت کی تجہیز وتکفین

مسئلہ (۴۷): جس شخص نے حج یا عمرہ کا اِحرام باندھ رکھا تھا، اور وہ اُسی حالت میں وفات پا گیا، تو اُس کی تجہیز وتکفین اِسی طرح کی جائے گی جیسے غیر مُحرِم میت کی، کی جاتی ہے، کیوں کہ وفات پاتے ہی احرام کا حکم ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اُس کو خوشبو وغیرہ لگانا، اور سر ڈھانکنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ (۱)

=منهم عشرة دراهم . (۲/۳۱۷ ، ط : بيروت)

(۴) ما في " كشاف اصطلاحات الفنون " : الدين الصحيح وهو الدين الثابت بحيث لا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء كدين القرض ودين المهر ودين الاستهلاک وأمثالها .

(۱/۵۰۲ ، ط : سهيل اكيڈمی لاهور، بحوالہ آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۴/۳۳۲، حاشیہ نمبر:۱)

(بچپن سے موت تک کے شرعی احکام: ص/۱۰۶، میت کے قریب جنازے کے وقت قرض کی یاد دہانی، آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۴/ ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۲، ط: جدید)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " خمروا وجوه موتاكم ولا تشبهوا باليهود " . (۱۱/۱۸۳ ، حديث : ۱۴۳۶ ، ط : وزارة الأوقاف العراقية ، مجمع الزوائد :۳/۲۵ ، حديث : ۴۰۹۷ ، ط: القدسي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والمحرم كالحلال) . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (والمحرم كالحلال) أي فيغطّى رأسه وتطيب أكفانه .

(۳/۹۹ ، باب صلاة الجنازة ، ط : بيروت وزكريا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعند الحنفية والمالكية يُكفّن المحرم والمحرمة كما يُكفّن غير المحرم أي يغطّى رأسه ووجهه ويُطيّب لما روي عن عطاء عن ابن عباس " عن النبي ﷺ أنه قال في المحرم يموت : خمِّروهم ولا تُشبّهوهم باليهود " . وروي عن علي أنه قال في المحرم : " إذا مات انقطع إحرامه " ، ولأن النبي ﷺ قال : " إذا مات ابن آدم=

جمعہ کے دن، نمازِ جمعہ تک تدفین مؤخر کرنا

مسئلہ (۴۸): جب کسی شخص کا انتقال جمعہ کے دن ہوتا ہے، تو میت کے ورثاء اور اُس کے متعلقین اُس کی تدفین کو نمازِ جمعہ کے بعد تک مؤخر کرتے ہیں، تا کہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت اس کی نمازِ جنازہ وتدفین میں شریک ہو، شرعاً یہ عمل خلافِ سنت ہے، اس لیے کہ سنت یہ ہے کہ میت کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کی جائے، لہٰذا محض زیادہ لوگوں کی نمازِ جنازہ میں شرکت کو یقینی بنانے کے لیے نمازِ جمعہ کے بعد تک نمازِ جنازہ اور عملِ تدفین کو مؤخر کرنا مکروہِ تنزیہی ہوگا، ہاں! اگر کوئی معقول عذر ہو، تو اور بات ہے۔ (۱)

=انقطع عمله إلا من ثلاث : ولد صالح يدعو له ، أو صدقة جارية ، أو علم ينتفع به "، والإحرام ليس من هذه الثلاثة . (۱۳/ ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، كيفية تكفين المحرم والمحرمة ، بدائع الصنائع : ۱/ ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ط : المكتبة العلمية بيروت ، بحواله الموسوعة الفقهية)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم المحرم يُكفّن كما يُكفّن الحلال عندنا ، أي : يُغطّى رأسه ووجهه ويُطيّب . اهـ . (۱/ ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ط : المكتبة العلمية بيروت)

(احکامِ میت: ص/۴۳، بحوالہ کتاب المسائل: ۲/ ۶۳، بحالت احرام وفات الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وكره تأخير صلوته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) إلا إذا خيف فوتها بسبب دفنه .

(۳/ ۱۲۶ ، مطلب في حمل الميت ، ط : دار الكتاب ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : والأفضل أن يعجل بتجهيزه كله من حين يموت ، ويكره تأخير الصلاة ودفنه ليصلى عليه الجمع العظيم بعد صلاة الجمعة ، ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه يؤخر الدفن . (۲/ ۳۳۵ ، كتاب الجنائز ، ط : دار الكتاب ديوبند)=

نمازِ جنازہ دوبار پڑھنا

مسئلہ (۴۹): اگر امامت کا مستحق[1] شخص نمازِ جنازہ پڑھا چکا ہو، تو اب دوبارہ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے نمازِ جنازہ پڑھادی ہو، تو اب ولی کے لیے نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے، البتہ جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں، وہ ولی کی اقتدا میں دوبارہ نماز نہ پڑھیں۔[2]

=ما في " حاشية الطحطاوي على الدر المختار " : (وكره تأخير صلوته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) فالأفضل أن يعجل بتجهيزه بتمامه من حين يموت . بحر . وظاهره أن الكراهة تنزيهية . (۱/ ۳۸۰ ، كتاب الجنائز ، ط : كوئٹه)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/ ۸۰۷، فتاویٰ محمودیہ:۸/ ۵۸۳، ط: کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/ ۴۰۶-۴۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية إلى أن أولى الناس بالصلاة على الميت السلطان إن حضر ، ثم نائبه وهو أمير المصر ، ثم القاضي ، فإن لم يحضر فصاحب الشّرط ، ثم خليفة الوالي ، ثم خليفة القاضي ، ثم إمام الحي . اهـ .

(۱۶/ ۳۸ ، جنائز ، من له ولاية الصلاة على الميت)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فإن صلى غيره) أي الولي (ممن ليس له حق التقدم) على الولي (ولم يتابعه) الولي (أعاد الولي) .... ولذا قلنا : ليس لمن صلى عليها أن يعيد مع الولي ؛ لأن تكرارها غير مشروع (وإلا) أي وإن صلى من له حق التقدم كقاض أو نائبه أو إمام الحي أو من ليس له حق التقدم وتابعه الولي (لا) يعيد ، لأنهم أولى بالصلاة منه .

(۳/ ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، باب صلاة الجنازة ، ط: بيروت وزكريا)

(کتاب المسائل:۲/ ۸۹، جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنا)

معذور بزرگ یا عالمِ دین سے نمازِ جنازہ کی امامت کرانا

مسئلہ(۵۰): اگر کسی میت کی نمازِ جنازہ میں کوئی معذور بزرگ یا عالمِ دین شرکت کریں، جو قیام پر قادر نہ ہو، اور میت کا ولی اُن بزرگ یا عالمِ دین کو نمازِ جنازہ کا امام بنادے، اور وہ بیٹھ کر نمازِ جنازہ کی امامت کریں، تو نمازِ جنازہ درست ہوجائے گی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (بلا عذر) أما بالعذر فتصح كما إذا كان مريضًا ولو إمامًا فصلى قاعدًا والناس خلفه قيامًا أجزأه عندهما لا عند محمد بناء على الخلاف في صحة اقتداء القائم بالقاعد وعدمها ، ولا فرق في المصلي قاعدًا بعذر بين كونه وليًا أو لا ، لأن كون الولي له حق التقدم لا يمنع سقوط الفرض بغيره ، ولو بدون إذنه ، وإنما الولي له حق الإعادة ، وحينئذ فلا فرق في سقوط الفرض بصلاة غير الولي بين أن يكون قائمًا أو قاعدًا لعذر أفاده بعض الحذاق رادًّا على السيد فيما ذكره . (ص/۵۸۳ ، باب أحكام الجنائز ، فصل الصلاة عليه ، ط : دار الكتاب ومكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : واختلفوا في صحة إمامة القاعد للقائم .... والشافعية يقولون بالجواز ، وهو قول أكثر الحنفية لحديث عائشة أن النبي ﷺ " صلى آخر صلاة صلاها بالناس قاعدًا ، والقوم خلفه قيامٌ " .

(۲۰۵/۶ ، إمامة الصلاة الإمامة الصغرى ، و– السلامة من الأعذار)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۶۲۱)

ملبے میں دب جانے والے کی نمازِ جنازہ

مسئلہ (۵۱): اگرعمارت منہدم ہونے یا زلزلے کی وجہ سے کوئی شخص مَلبے میں دب جائے، اورکوشش کے باوجود اُس کی لاش نکالی نہ جاسکے، تو جب تک یہ گمان غالب ہو کہ وہ پھولی پھٹی نہ ہوگی، تو اس کی نمازِ جنازہ اوپر سے پڑھی جائے گی، لیکن اگر اتنا وقت گزر جائے کہ یہ گمان ہو کہ لاش پھول پھٹ گئی ہوگی، تو اب اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلى على قبره) استحسانا (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير ، هو الأصح . وظاهره أنه لو شك في تفسخه صلي عليه ، لكن في النهر عن محمد : لا كأنه تقديما للمانع . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (أو بها بلا غسل) هذا رواية ابن سماعة ، والصحيح أنه لا يصلى على قبره في هذه الحالة ؛ لأنها بلا غسل غير مشروعة ، كذا في غاية البيان . لكن فيالسراج وغيره : قيل لا يصلى على قبره ، وقال الكرخي : يصلي . وهو الاستحسان ، لأن الأولى لم يعتدّ بها لترك الشرط مع الإمكان والآن زال الإمكان فسقطت فرضية الغسل ، وهذا يقتضي ترجيح الإطلاق ، وهو الأولى . نهر . (۱۲۵/۳ ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " رد المحتار " : تنبيه : ينبغي أن يكون في حكم من دفن بلا صلاة من تردّى في بئر أو وقع عليه بنيان ولم يمكن إخراجه . (۱۲۵/۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد ، ط : زكريا وبيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما عند الحنفية : فلا يُنبشُ الميتُ إذا أهيل عليه التراب لحق اللّٰه تعالى ، كما لو دُفن بلا غسل أو صلاة ، ويصلى على قبره دون غسل .

(۱۰۱/۱۱ ، تدارک ، تدارک غسل الميت)=

قاتل کی نمازِ جنازہ

مسئلہ (۵۲): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی انسان کے قتل میں ملوث ہو، یا خود اس نے قتل کیا ہو-نعوذ باللہ، اور عدالت اس شخص کو قتل کردے، یا پھانسی دیدے، تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ناحق کسی کو قتل کرنا جُرمِ عظیم ہے (۱)، تاہم ایسا شخص اپنے اِس عمل سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ انتہائی درجے کا فاسق وفاجر ہوتا ہے (۲)، اب اگر اُسے پھانسی دیدی جاتی ہے، تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی (۳)، البتہ مُقتدیٰ اہلِ علم واہلِ تقویٰ کو ایسے شخص کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ (۴)

=وفيه أيضًا : لو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل فإنه يصلى عليه وهو في قبره ما لم يُعلم أنه تمزّق ، وهذا مذهب الحنفية . (۱۶/ ۳۴ ، جنائز ، الصلاة على القبر ، بدائع الصنائع : ۱/ ۳۱۵ ، ط: المكتبة العلمية بيروت)

(احسن الفتاویٰ:۴/ ۲۱۱، ۲۱۲، باب الجنائز، کتاب المسائل:۲/ ۶۸، ملبے کے نیچے دب جانے والے کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿من قتل نفسًا بغير نفسٍ أو فسادٍ في الارض فكأنما قتل الناس جميعًا﴾ . (سورة المائدة : ۳۲)

ما في " تفسير السمرقندي " : (أنه من قتل نفسًا بغير نفسٍ) يعني قتل نفسًا بغير أن يقتل نفسا (أو فساد في الأرض) يعني بغير فساد في الأرض ، وهو الشرك بالله . (فكأنما قتل الناس جميعًا) يعني إذا قتل نفسا بغير جرم ، واستحل قتله ، فكأنه قتل الناس جميعًا ، يعني=

....

= إذا قتل نفسًا فجزاؤه جهنم خالدا فيها . (۱/۴۳۰، سورة المائدة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد اللّٰه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " سباب المسلم فسوق وقتاله كفر " . (۲/۸۹۳، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن، جامع الترمذي :۲/۱۹، أبواب البرّ والصلة، فتح الباري :۱۰/۴۶۴، ط : السلفية، صحيح مسلم :۱/۸۱، ط: الحلبي، مشكوة المصابيح : ص/۴۱۱، باب حفظ اللسان، الفصل الأول)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد اللّٰه بن مسعود قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " سباب المسلم فسوق وقتاله كفر " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح، ومعنى هذا الحديث " قتاله كفر " ليس به كفرا مثل الارتداد عن الإسلام، والحجة في ذلك ما روي عن النبي ﷺ أنه قال : من قتل متعمدا فأولياء المقتول بالخيار إن شاء وا قتلوا وإن شاء وا عفوا، ولو كان القتل كفرا لوجب، وقد روي عن ابن عباس وطاووس وعطاء وغير واحد من أهل العلم قالوا : كفر دون كفر، وفسوق دون فسوق . (۴/۳۵۳، حديث :۱۹۸۳، و: ۵/۲۱، حديث :۲۶۳۵، باب ما جاء في سباب المؤمن فسوق، ط : احياء التراث)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي هريرة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "................. والصلاة واجبة على كل مسلم، برا كان أو فاجرا، وإن عمل الكبائر " . رواه أبو داود .

(۱/۳۵۱، باب الإمامة، الفصل الثاني، ط: بيروت، و:ص/۱۰۰، حديث : ۱۱۲۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : الصلاة على الجنازة فرض كفاية .... وشرطها إسلام الميت .

(۱/۱۶۲، ۱۶۳، الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يرى الحنفية أنه يصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغيرا كان أو كبيرا، ذكرا كان أو أنثى، حرا كان أو عبدا . (۱۶/۳۷، جنائز، من يصلى عليه ومن لا يصلى عليه)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال الشوكاني : ذهب مالك والشافعي وأبو حنيفة وجمهور العلماء إلى أنه يصلى على الفاسق، وقالوا : إن النبي ﷺ إنما لم يصل على من قتل نفسه زجرًا للناس وصلت عليه الصحابة .... والذي صلبه الإمام ففيه روايتان عن أبي حنيفة، روى أبو سليمان عنه أنه لا يصلى عليه، وقال مالك : كل من قتله الإمام على قصاص، أو في حد من حدود، فإن الإمام لا يصلي عليه، والناس يصلون عليه، وكذا المرجوم .

(۱۶/۳۷، ۳۸، جنائز، من يصلى عليه ومن لا يصلى عليه)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۹۵۴۵)

مخنث کی نمازِ جنازہ

مسئلہ (۵۳): اگر کوئی مسلمان مخنث (ہیجڑا) شخص انتقال کر جائے، تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، خواہ وہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو(۱)، فقہائے کرام نے جن لوگوں کی نمازِ جنازہ کو مُستثنیٰ قرار دیا (پڑھنے سے منع کیا) ہے، اُن کے علاوہ ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور مخنث مُستثنیٰ افراد میں داخل نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : "......... ...... والصلاة واجبة على كل مسلم ، برا كان أو فاجرا ، وإن عمل الكبائر ". رواه أبو داود . (۱/۳۵۱ ، باب الإمامة ، الفصل الثاني ، ط: بيروت ، و:ص/۱۰۰، حديث : ۱۱۲۵)

ما في " فتاوى رحيميه " : "(سوال:۲۴):مخنث کی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔ (الجواب) مسلم جماعت کا ہو، تو نمازِ جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ اسلامی حق ہے، چاہے عملاً فاسق وفاجر ہو۔ الخ" (۷/۳۹، مخنث (ہیجڑے) کی نمازِ جنازہ)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وهي فرض على كل مسلم مات خلا) أربعة : (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ، ولا يصلى عليهم ...... (وكذا) أهل غصبة ، و (مكابر في مصر ليلا بسلاح وخناق) .... (لا) يصلى على (قاتل أحد أبويه) إهانة له ، وألحقه في النهر بالبغاة . (۳/۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹ ، باب صلاة الجنازة ، ط: بيروت وزكريا ، بدائع الصنائع :۲/۴۷ ، ط : زكريا ، مجمع الأنهر :۱/۲۶۸ ، ط : مكتبه فقيه الأمت ديوبند ، وكذا في نور الإيضاح:ص/۱۱۹ ، فصل في أحوال الصلاة على الميت ، ط : بيروت ، رد المحتار :۳/۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ط : بيروت ، مختصر القدوري مع التصحيح والترجيح :ص/۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ط: مؤسسة الريان بيروت ، الموسوعة الفقهية : ۱۶/۳۷ ، جنائز ، من يصلى عليه ومن لا يصلى عليه)

ما في " علم الفقه " : "مسلمان اگرچہ فاسق یابدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوا اُن لوگوں کے جو=

عیدگاہ میں نمازِ جنازہ

مسئلہ (۵۴): اگر لوگ نمازِ عید کے لیے عیدگاہ گئے، اور وہاں کسی کا جنازہ تیار ہوکر آ گیا، تو نمازِ عید کے بعد، عیدگاہ میں ہی نمازِ جنازہ ادا کرنا درست ہے۔[1]

=بادشاہِ برحق سے بغاوت کریں، یاڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہِ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں، اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مرجائیں، تو پھران کی نماز پڑھی جائے گی، جس شخص نے اپنے ماں یاباپ کوقتل کیا ہو، اوراس کی سزا میں وہ مارا جائے، تواس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی، ان لوگوں کی نماز، زجراً نہیں پڑھی جائے گی۔'' (۲/۲۴۰، نمازِ جنازہ کے مسائل، ط: مکتبہ فاروقیہ لکھنؤ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/ ۳۶۷، ۳۶۸، سوال: ۲۹۸۱، ط: مکتبہ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۱۶۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح '' : وتكره الصلاة في مسجد الجماعة . (مراقي) . وفي حاشيته : وقيد بمسجد الجماعة ؛ لأنها لا تكره في مسجد أعد لها ، وكذا في مدرسة ومصلى عيد ؛ لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح ، إلا في جواز الاقتداء ، وإن لم تتصل الصفوف ، كذا في ابن أمير الحاج والحلبي ، وفي شرح مؤطا الإمام محمد لمنلا علي ، وينبغي أن لا يكون خلاف في المسجد الحرام فإنه موضع للجماعات ، والجمعة والعيدين ، والكسوفين والاستسقاء وصلاة الجنازة .

(ص/ ۵۹۵ ، كتاب الصلاة ، فصل ، ط : مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ۵ – اختلف الفقهاء في إجراء أحكام المسجد على المصلى فقال الحنفية : ليس لمصلى العيد والجنازة حكم المسجد .

(۳۸/ ۳۱ ، مصلى ، ج – إجراء أحكام المسجد على المصلى)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۴۳۴)

نمازِ جنازہ پڑھانے کی وصیت کرنا

مسئلہ (۵۵): اگر کوئی شخص اپنے اولیاء کو یہ وصیت کر کے مَرے کہ میری نمازِ جنازہ فلاں شخص پڑھائے، تو اُس کے اولیاء پر اس وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہے، تاہم اگر اولیائے میت اُس فلاں شخص سے نماز پڑھوانا چاہیں، تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : وفي العيون : إذا أوصى الميت أن يصلي عليه فلان فالوصية باطلة إلا في رواية ابن رستم فإنها جائزة في روايته ، ويؤمر فلان بأن يصلي عليه .

(۳۳۸/۲ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات ، ط: احياء التراث العربي بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن له ولاية التقدم فهو أحق بالصلاة على الميت ممن أوصى له الميت بالصلاة عليه ؛ لأن الوصية باطلة على المفتى به عند الحنفية ، وفي نوادر ابن رستم الوصية جائز ، ومع ذلک يقدم من له حق التقدم .

(۳۸/۱٦ ، جنائز ، من له ولاية الصلاة على الميت ، كذا في مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/۳۲۴ ، ط: مصطفى الحلبي ، وأيضًا :ص/۵۹۱ ، أحكام الجنائز)

(کتاب المسائل:۹۳/۲، وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ فلاں پڑھائے)

شادی کے لیے جمع کیے گئے زیورات میں میراث

مسئلہ (۵۶): اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں اپنی بالغ[۱] اولاد کی شادی کے لیے نقد روپیہ یا کپڑا اور زیورات وغیرہ جمع کیا تھا، اور اِرادہ تھا کہ اُس کو خاص فلاں بیٹے یا بیٹی کی شادی میں خرچ کروں گا[۲]، اور اُس نے نقد روپیہ یا کپڑا اور زیورات وغیرہ پر ابھی اولاد کو مالکانہ طور پر قبضہ نہیں دیا تھا[۳]، کہ نوشتۂ تقدیر غالب آگیا، اور اُس شخص کا انتقال ہوگیا، تو یہ سب مال واسباب اُس کی میراث وترکہ میں داخل ہوگا[۴]، اور اُس کی اُس اولاد (بیٹے یا بیٹی) کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا، جن کے لیے اُس نے یہ چیزیں جمع کی تھی، بلکہ تجہیز وتکفین، ادائے قرض اور جائز وصیتوں کی تعمیل کے بعد میراث کے مطابق یہ اولاد جتنے حصہ کی حق دار ہوگی اُنہیں اُتنا ہی ملے گا۔ (احکام میت:ص/۵۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : اتخذ لولده الصغیر ثوبًا یملکه وکذا الکبیر بالتسلیم . بزازیة. (۸/ ۴۹۱ ، کتاب الهبة ، ط : بیروت)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : هي تملیک عین بلا عوض . (۳/ ۴۸۹)

ما في " التعریفات للجرجاني " : الهبة في اللغة : التبرع . وفي الشرع : تملیک العین بلا عوض . (ص/ ۲۵۱)

(۳) ما في " تبیین الحقائق " : وأما القبض فلا بد منه لثبوت الملک لقوله علیه السلام : " لا تجوز الهبة إلا مقبوضة " . (۴/ ۴۹ ، کتاب الهبة ، مجمع الأنهر: ۳/ ۴۹۱ ، کتاب الهبة)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : (وتتم) الهبة (بالقبض) الکامل .=

مرحوم کی پینشن وگریجوئٹی کا حق دار کون؟

مسئلہ (۵۷): اگر کوئی سرکاری ملازم دورانِ مُلازمت انتقال کر جائے، تو حکومت کی طرف سے اُسے ملنے والی پینشن اور گریجوئٹی (Gratuity) کی رقم اس کی میراث اور ترکہ میں شامل نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ رقم حکومت کی طرف سے تبرُّع واحسان ہے، ہاں! البتہ حکومت کے قانون اور ضابطہ کے مطابق مرحوم کے جن ورثاء وپس ماندگان کے لیے نام زد ہو، وہ اُس رقم کے مالک اور حق دار ہوں گے، دیگ ورثاء کا اُس میں کچھ حق نہی، الا یہ کہ وہ اپنی مرضی وخوشی دیگر ورثاء کو بھی کچھ دے دیں، تو اُنہیں اس کا اختیار ہے۔ (۱)

=(۸/۴۹۳، کتاب الهبة، فتاوی قاضي خان علی هامش الهندية :۳/۲۶۸، کتاب الهبة، فصل في هبة المشاع، الفتاوی الهندية :۴/۳۷۷، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة وما لا يجوز، مجمع الأنهر :۳/۴۹۱، کتاب الهبة)

ما في " الهداية " : وتصح بالإيجاب والقبول والقبض ..... والقبض لا بد منه لثبوت الملک . (۳/۲۸۳، کتاب الهبة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) شرائط صحتها (في الموهوب أن يکون مقبوضًا غير مشاع، مميزًا غير مشغول) . (۸/۴۸۹، کتاب الهبة، بيروت)

(۴) ما في " حاشية السراجي في الميراث " : (الترکة) واصطلاحه : ما بقي بعد الميت من ماله صافيًا عن تعلّق حق الغير بعينه . (ص/۳، مقدمه، رد المحتار : ۱۰/۴۹۳، کتاب الفرائض، المبسوط للسرخسي :۲۹/۱۴۵، کتاب الفرائض، بيروت، البحر الرائق :۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، ط : ديوبند) (فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ:۹۰۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية السراجي في الميراث " : (الترکة) واصطلاحه : ما بقي بعد الميت=

کٹے ہوئے عضو کو دفن کردیا جائے

مسئلہ (۵۸): اگر کسی حادثہ یا مرض، یا آپریشن کی وجہ سے زندہ انسان کا کوئی عضو کٹ کر الگ ہوجائے، یا علیٰحدہ کردیا جائے، تو اُس عضو کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے[1]، کیوں کہ جزءِ انسان ہونے کی وجہ سے وہ قابلِ عزت وتکریم ہے۔[2]

= من ماله صافيًا عن تعلّق حق الغير بعينه . (ص/٣ ، مقدمه ، رد المحتار : ٤٩٣/١٠ ، كتاب الفرائض ، المبسوط للسرخسي : ١٤٥/٢٩ ، كتاب الفرائض ، بيروت ، البحر الرائق : ٣٦٥/٩ ، كتاب الفرائض ، ط : ديوبند)

(٢) ما في " الموسوعة الفقهية " : التبرع : بذل المكلف مالا أو منفعة لغيره في الحال أو المآل بلا عوض بقصد البر والمعروف غالبًا . (٦٥/١٠، تبرُّع)

(٣) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا حضر القسمة اولوا القُربىٰ واليتامىٰ والمسٰكين فارزقوهم منه وقولوا لهم قولا معروفًا﴾ . (سورة النساء :٨)

(٤) ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .

(ص/٦٥٤، المادة : ١١٩٢ ، درر الحكام :٢٠١/٣ ، المادة : ١١٩٢)

ما في " بدائع الصنائع " : للمالك أن يتصرف في ملكه – أي تصرف شاء ، سواء كان تصرفا يتعدّى ضرره إلى غيره أو لا يتعدّى . اهـ . (٢٦٤/٦ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت) (احکامِ میت:ص/ ۱۴۷، ۱۴۸،موت کے بعد وصول ہونے والی پینشن بھی ترکہ میں داخل نہیں،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۵۰۹۶)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والسّقط يلفّ ولا يكفن كالعضو من الميت . (در مختار) . وفي الشامية : أي لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفه مشقوقًا طولا أو عرضًا يلفّ في خرقة . (٩٩/٣ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، ط : بيروت وزكريا)

ما في " بدائع الصنائع " : وعلى هذا يخرج ما إذا وجد طرف من أطراف الإنسان كيد أو رِجل لا يغسل ؛ ...... ألا ترى أن العظام لا يُصلّى عليها بالإجماع . ما روي عن ابن =

مُردے کو قبر میں لٹانے کا صحیح طریقہ

مسئلہ (۵۹): مُردے کو قبر میں لِٹانے کا صحیح ومسنون طریقہ یہ ہے کہ اُسے داھنی کروٹ پر رُو بہ قبلہ (قبلے کی طرف چہرہ کر کے) لِٹایا جائے، صرف چہرہ قبلے کی طرف کر دینا کافی نہیں ہے۔(۱)

=عباس وابن مسعود رضي اللّٰه عنهما قالا : لا يصلى على عضو .

(۱/۳۰۲ ، ۳۰۷ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، و:۲/۳۱۳ ، كتاب الصلاة ، فصل في شرائط وجوبه ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(احکامِ میت:ص/۲۱۳، کتاب المسائل:۲/۶۶، ط:اسماعیل)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والسِّقطُ يُلفُّ في خرقة ؛ لأنه ليس له حرمة كاملة . اهـ .

(۱۳/۲۴۰ ، كفن الكفاية)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر ورزقنٰهم من الطيّبٰت وفضّلنٰهم على كثيرٍ ممن خلقنا تفضيلا﴾ . (بني اسرائيل:۷۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : واتفق الفقهاء على عدم جواز الانتفاع بشعر الآدمي بيعًا واستعمالا ؛ لأن الآدمي مكرم لقوله سبحانه وتعالى : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مُهانا مبتذلا . (۲۶/۱۰۲ ، حكم شعر الإنسان ، البناية شرح الهداية :۸/۱۶۲ ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، فتح القدير لإبن الهمام :۶/۳۹۰ ، ۳۹۱ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، ط : بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وينبغي كونه على شقه الأيمن .

(۳/۱۴۱ ، باب صلاة الجنازة ، ط : زكريا وبيروت)

ما في " تحفة الفقهاء للسمرقندي " : ينبغي أن يوضع الميت في القبر على شقه الأيمن يستقبل القبلة . (۱/۲۵۵ ، كتاب الجنازة ، باب الدفن وحكم الشهداء ، ط : بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۱۷۸۳)

میت کے ساتھ قبر میں پانچ یا سات ڈھیلے ڈالنا

مسئلہ (٦٠): بعض علاقوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب میت کو دفناتے ہیں، تو میت کے ساتھ قبر میں پانچ یا سات ڈھیلوں پر سورۂ اخلاص پڑھ کر ڈالتے ہیں، جب کہ مٹی ڈالنے کا یہ طریقہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ وبدعت ہے[1]، مٹی ڈالنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مٹی ڈالنے والے لوگ میت کے سر کی طرف سے، دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ مٹی ڈالیں:

پہلی مرتبہ ڈالتے وقت......﴿منها خلقنكم﴾،

دوسری مرتبہ ڈالتے وقت......﴿وفيها نُعيدكم﴾،

اور تیسری مرتبہ ڈالتے وقت ......﴿ومنها نُخرجُكم تارةً اُخرىٰ﴾-

پڑھیں، نیز جو مٹی قبر کھودتے ہوئے نکلے وہی دوبارہ قبر پر ڈال دی جائے، اِدھر اُدھر سے، اور زیادہ مٹی نہ ڈالی جائے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في الحلية : ويكره أن يوضع تحت الميت في القبر مضربة أو مخدة أو حصير أو نحو ذلک . اهـ . ولعل وجهه أنه إتلاف مال بلا ضرورة فالكراهة تحريمية . (۳/ ۱۳۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، ط : زكريا وبيروت)

(فتاویٰ جامعہ ڈابھیل :ص/ ۴۲۵ ،قبر میں ڈھیلے ڈالنا، کتاب الجنائز، افادات :مفتی احمد صاحب بزرگ سملکی ، مرتب :مفتی عبدالقیوم راجکوٹی ، ط :دار النشر العلمیۃ سملک)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويهال التراب عليه ، وتكره الزيادة عليه) من التراب ؛ لأنه بمنزلة البناء ، ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثا . (در مختار) . وفي =

قبر پر پودے لگانا

مسئلہ (۶۱): بعض لوگ قبر پر پودے لگانے کو سنت سمجھتے ہیں، کہ اِس سے عذاب رُک جاتا ہے، جب کہ قبر پر پودا لگانا، نہ سنت ہے، نہ مستحب ہے، تو اس کی وجہ سے عذاب کا نہ رُکنا بھی ظاہر ہے، البتہ قبر پر اگر گھاس اُگ آئے، تو خودرُو گھاس کو نہیں کاٹنا چاہیے، اس لیے کہ ہری گھاس کی تسبیح سے میت کو اُنس ہوتا ہے، اور اُس کی تسبیح (۱) کی برکت سے اللہ پاک کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے، اور اُس کا کاٹنا گویا میت کے حق کو فوت کر دینا ہے۔ (۲)

=الشامية : قال في الجوهرة : ويقول في الحثية الأولى : منها خلقناكم ، وفي الثانية : وفيها نعيدكم ، وفي الثالثة : ومنها نخرجكم تارةً أخرى . اهـ .

(۳/۱۴۲، ۱۴۳ ، باب صلاة الجنازة ، ط : زكريا وبيروت)

(کتاب المسائل:۲/ ۹۷، ۹۸،قبر پر مٹی ڈالنا، ط: اسماعیل)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿تسبح له السمٰوٰت السَّبْعُ والارض ومَن فيهنّ ، وان من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾ . (سورة الإسراء : ۴۴)

ما في " إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم– المعروف بـ [تفسير أبي السعود]" : (وإن من شيء) من الأشياء حيوانا كان أو نباتا أو جمادا (إلا يسبح ..... بحمده) أي ينزّهه تعالى بلسان الحال عما لا يليق بذاته الأقدس من لوازم الإمكان ولواحق الحدوث .

(۳/۴۵۲ ، المؤلف : أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى ، م : ۹۸۲هـ ، ت:عبد القادر أحمد عطا ، ط: مكتبة الرياض الحديثة ، الرياض ، و:۴/۱۹۹۱، من موقع المكتبة الشاملة ، روح المعاني : ۹/ ۱۱۹ ، سورة الإسراء ، ط: مكتبه زكريا ديوبند)

(۲) ما في " رد المحتار " : تتمة : يكره أيضًا قطع النبات الرطب والحشيش من =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرر وشرح المنية ، وعلله في الإمداد بأنه ما دام رطبا يسبح اللّٰه تعالى فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة . اهـ . ونحوه في الخانية .

(۱۵۵/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور ، ط : دار الكتب العلمية ، و: ۲۰۶/۱ ، ط : نعمانيه ديوبند ، الفتاوى الهندية : ۱۶۷/۱ ، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : نصّ الحنفية على أنه يكره قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة ، فإن كان يابسا لا بأس به ، لأنه يسبح اللّٰه تعالى ما دام رطبا ، فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة ، ولأنه ﷺ وضع الجريدة الخضراء بعد شقّها نصفين على القبرين اللذين يعذبان ، وتعليله ﷺ بالتخفيف عنهما ما لم ييبسا أي : يخفّف عنها ببركة تسبيحهما ، لأن تسبيح الرطب أكمل من تسبيح اليابس لما في الأخضر من نوع حياة ، قال ابن عابدين : وعليه فكراهة قلع ذلك وإن نبت بنفسه ولم يُملک لأن فيه تفويت حق الميت . (۳۴۸/۳۸ ، ۳۴۹ ، مقبرة ، قطع النبات والحشيش من المقبرة)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱۲۵/۷، قبر کے آس پاس کی سبز گھاس کاٹنا، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: رقم الفتویٰ: ۳۹-۵۸۷)

کتاب الوقف

أحكام المساجد والمدارس

مساجد ومدارس کے احکام

مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر کے لیے چندہ باندھ دینا

مسئلہ (۶۲): بعض علاقوں میں مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر کے لیے کمیٹی کی طرف سے گاؤں کے لوگوں پر چندہ باندھ دیا جاتا ہے، یعنی ہر گھر میں سے اتنا اتنا چندہ دینا لازمی ہوگا، اس سلسلے میں کمیٹی والوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی شخص پر اس کی مرضی کے بغیر اور حیثیت سے زیادہ چندہ نہ باندھے، کہ حدیث شریف میں کسی کا مال اُس کی خوش دلی کے بغیر لینا منع ہے، لہٰذا اگر گاؤں والوں پر اُن کی مرضی کے بغیر چندہ باندھا گیا، یا اُن کی حیثیت سے زیادہ باندھا گیا، اور وہ لوگ اس سے ناراض ہیں، تو کمیٹی کا یہ فعل جائز نہیں ہے، اور جبراً ایسے لوگوں سے پیسے وصول کرکے مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا بھی جائز نہیں [1]، ہاں! اگر سب لوگ خوشی خوشی چندہ دیں [2]، تو بلا کسی تردُّد اُن کے پیسے مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . =

مسجدوں میں روم فریشنر (Room Freshner) چھڑکنا

مسئلہ(۶۳): بعض مساجد میں خوشبو کے لیے روم فریشنر (Room Freshner) چھڑکا جاتا ہے، اگراس میں الکوحل (Alcohal) یا دوسری کوئی نجس وناپاک چیز شامل نہیں ہے، تو اس کے چھڑکاؤ کی گنجائش ہے، یعنی جائز ہے۔(۱)

=(ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، السنن الكبرى للبيهقي :۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب ، سنن الدار قطني :۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث :۲۸۶۲، المسند للإمام أحمد بن حنبل :۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث :۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي :۳۸۷/۴ ، رقم الحديث :۵۴۹۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .
(۲۴۰/۹، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .
(۷۷/۶ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق :۶۸/۵، كتاب الحدود ، فصل في التعزير ، درر الحكام : ۹۶/۱- ۹۸، المادة :۹۶- ۹۸ ، شرح المجلة :ص/۶۲ ، المادة : ۹۷ ، البحر الرائق :۱۹۸/۸ ، كتاب الغصب ، بيروت)

(۲) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .
(ص/۶۵۴ ، رقم المادة :۱۱۹۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۴۱۸۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : حكم الكحول المسكرة(Alcohals) فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرها فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور=

قبرستان میں عیدگاہ یا Shopping Complex بنانا

مسئلہ (۶۴): بعض علاقوں میں قبرستان کے لیے وقف زمین کو عیدگاہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح بعض مقامات پر قبرستان کی جگہ میں شاپنگ کامپلیکس (Shopping Complex) تعمیر کردیا جاتا ہے، اور اس سے آمدنی حاصل کی جاتی ہے، جب کہ قبرستان کا وقف اوراس کی غرض الگ ہوتی ہے، اورعیدگاہ کا وقف اوراس کی غرض الگ، قبرستان تدفینِ موتیٰ کے لیے وقف ہوتا ہے، اورعیدگاہ؛ عیدین کی نماز پڑھنے کے لیے، اور وقف میں منشائے واقف کی رعایت ضروری ہوتی ہے، لہٰذا قبرستان کی موقوفہ زمین کوعیدگاہ کے لیے استعمال کرنا، یا اس پر شاپنگ کامپلیکس بنانا، اوراس سے آمدنی حاصل کرنا شرعاً درست نہیں ہے، عیدگاہ کے لیے الگ جگہ تجویز کرنا چاہیے، اور قبرستان کی زمین پر شاپنگ کامپلیکس (Shopping Complex) بنانے سے احتراز کرنا چاہیے۔[1]

= أو البيترول وغيره ، وحينئذ هناک فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوٰی؛ واللّٰہ سبحانه أعلم .(۲۰۸/۳ ، کتاب الطهارة ، الأشربة ، حكم الكحول المسكرة)

(احسن الفتاویٰ: ۴۸۸/۸، کتاب الأشربۃ، نظام الفتاویٰ: ۳۵۲/۱، ۳۵۳)

ما في " الفتاوی الهندية " : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ فإنه يجوز شربه ما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللّٰہ تعالیٰ ؛ وعند محمد رحمه اللّٰہ تعالیٰ حرام شربه ؛ قال الفقيه : وبه نأخذ . كذا في الخلاصة . (۴۱۴/۵ ، کتاب الأشربة ، الباب الثاني في المتفرقات)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۱۳۲/۱، مسئلہ نمبر: ۱۳۲، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۹۶۹۲)=

قبرستان کی زمین میں دکانوں کی تعمیر

مسئلہ (۶۵): بعض لوگ قبرستان کے لیے وقف کردہ زمین میں اس غرض سے دکانیں تعمیر کرتے ہیں کہ اس کے کرایہ کے پیسے کو قبرستان کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا، اُن کا یہ عمل درست نہیں ہے، اس لیے کہ قبرستان کی زمین تدفینِ اموات کے لیے ہوتی ہے، اس میں دکانوں کی تعمیر- خواہ اُن کی آمدنی قبرستان پر ہی صَرف کی جائے، تب بھی درست نہیں، بلکہ واقف کے منشا کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : مراعاة غرض الواقفين واجبة . (۶/۶۶۵، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۰۰۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع . أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به .

(۶/۶۴۹، كتاب الوقف ، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ، ط: بيروت ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص/۱۶۳ ، ط : بيروت ، النهر الفائق :۳/۳۲۶ ، كتاب الوقف)

ما في " رد المحتار " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک ، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۶/۵۲۷ ، مطلب شرائط الواقف ، ط : بيروت)

ما في " حاشية فتاوى النوازل [للسمرقندي] " : قال النووي : هذا مذهبنا ومذهب الجمهور ، ويدل عليه أيضاً إجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات ، وفيه أن الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث إنما يتبع فيه شرط الواقف . (ص/۳۳۷)

ما في " رد المحتار " : مراعاة غرض الواقفين واجبة . (۶/۶۶۵، كتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۱۶۲۱)

مرغا مرغی، بکرا بکری مسجد کے لیے صدقہ خیرات

مسئلہ (۲۶): اگر کوئی شخص مُرغا مُرغی، بکرا بکری وغیرہ للہ فی اللہ مسجد کے لیے خیرات دیدے، تو اُس کا اِس طرح صدقہ خیرات کرنا صحیح ہے، اُسے فروخت کرکے اُس کی قیمت مسجد کے اُمور وضروریات میں صرف کی جاسکتی ہے، شرعاً یہ درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء ؛ من صدقة جارية ، أو علم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعو له " .

(۳۹۸/۲ ، باب ما جاء في الصدقة عن الميت ، صحيح مسلم : ۴۱/۲ ، كتاب الوصية ، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت ، تكملة فتح الملهم : ۱۰۴/۸ ، كتاب الوصية ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، حديث : ۴۱۹۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۲۴۷/۳ ، باب في الزكاة ، فصل في الاختيار في صدقة التطوع ، حديث : ۳۴۴۷ ، جامع الترمذي : ۲۵۶/۱ ، و۳۶۲/۲ ، حديث : ۱۳۷۶ ، الأحكام ، باب في الوقف ، السنن الكبرىٰ للنسائي : ۱۱۴/۲ ، و۱۰۹/۴ ، كتاب الوصايا ، باب فضل الصدقة عن الميت ، حديث : ۶۴۷۸)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدقة لتطفئ غضب الرب ، وتدفع ميته السوء " . (۱۴۴/۱ ، كتاب الزكاة ، في فضل الصدقة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي لتمنع من إنزال المكروه والبلاء في الحال ، وتدفع سوء الخاتمة في المآل . (۳۵۲/۴ ، كتاب الزكاة ، باب فضل الصدقة ، الفصل الثاني)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " بادروا بالصدقة ، فإن البلاء لا يتخطاها " . (ص/۱۶۷ ، كتاب الزكاة ، قبيل باب فضل الصدقة)

ما في " كنز العمال " : " الصدقة تمنع سبعين نوعاً من أنواع البلاء ، أهونها الجذام والبرص". (۱۴۸/۶ ، حديث : ۱۵۹۷۸)=

مسجد کی اضافی موقوفہ زمین فروخت کرنا

مسئلہ (۶۷): بعض علاقوں میں جب قدیم مسجد کو شہید کرکے ازسرِ نو مسجد تعمیر کی جاتی ہے، تو اَخراجات (تعمیری خرچ) بڑھ جانے کی وجہ سے کمیٹی کے لوگ مسجد کی اضافی موقوفہ زمین فروخت کردیتے ہیں، شرعاً اُن کا یہ عمل صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ موقوفہ زمین کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، لہٰذا مسجد کی تعمیری ضرورت اصحابِ خیر حضرات کے تعاوُن یا چندے وغیرہ کے ذریعے پوری کرنی چاہیے، نہ کہ مسجد کی اضافی موقوفہ زمین فروخت کرکے۔ [1]

=ما في " مرقاة المفاتيح " : (الصدقة) هي ما يخرجه الإنسان من ماله ، على وجه القربة واجباً كان أو تطوعاً . (۳۳۸/۴ ، باب فضل الصدقة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الصدقة ... لغة : ما يُعطى على وجه التقرب إلى الله تعالى لا على وجه المَكْرُمة ويشمل هذا المعنى الزكاة وصدقة التطوع . وفي الاصطلاح : تمليك في الحياة بغير عوض على وجه القربة إلى الله تعالى .... يقول الراغب الأصفهاني : الصدقة : ما يخرجه الإنسان من ماله على وجه القربة ..... والغالب عند الفقهاء : استعمال هذه الكلمة في صدقة التطوع خاصّة . (۳۲۳/۲۶ ، صدقة ، التعريف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الصدقة مسنونة ورد الندب إليها في كثير من آيات القرآن الكريم وكثير من الأحاديث النبوية الشريفة . اهـ . (۳۲۵/۲۶)

(۲) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الصدقة تقتضي تمليكاً ...... وشرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۸۷۸۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن . (در مختار) . وفي الشامية : أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك=

مدرسے کی زمین مسجد کو دینا

مسئلہ (٦٨): مدرسے کے نام سے خریدی ہوئی زمین کسی مسجد کو دینے کا صحیح وجائز طریقہ یہ ہے کہ، یا تو وہ زمین (جس صورت میں اُس کا فروخت کرنا شرعاً درست ہوتا ہے) مسجد کے ہاتھ فروخت کردی جائے، یا پھر مسجد کو کرایہ پر دیدی جائے، اور ذمہ دارانِ مدرسہ، مسجد والوں سے اس کا کرایہ وصول کرتے رہیں، البتہ اس صورت میں (جب کہ زمین کرایہ پر دی گئی) اُس زمین پر مسجد بنالی گئی، تو وہ مسجد، مسجدِ شرعی نہیں ہوگی۔[1]

= لغيره بالبيع ونحوه . (٦/٥٣٩ ، كتاب الوقف ، ط: زكريا وبيروت ، و: ٦/٤٢١ ، ط : دار الكتاب ديوبند ، فتح القدير :٦/٢٠٤ ، البحر الرائق :٥/٣٤٢ ، فتاوى النوازل للسمرقندي :ص/٣٣٧ ، بدائع الصنائع :٥/٣٢٦) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:٥٩٠٦٤)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولو اشترى بالغلة حانوتًا أو دارًا لتستغل وتباع عند الحاجة فهو أقرب إلى الجواز . (٨/١٧٨ ، مسئله : ١١٥٦١ ، كتاب الوقف ، الفصل : ٢١ ، مسائل وقف المساجد ، ط : زكريا)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (اشترى المتولي بمال الوقف دارًا) للوقف (لا تلحق بالمنازل الموقوفة ، ويجوز بيعها في الأصح) . (در مختار) . وفي الشامية : قلت : وفي التتارخانية : والمختار أنه يجوز بيعها إن احتاجوا إليه . (٦/٦٢٧ ، كتاب الوقف ، مطلب اشترى بمال الوقف دارًا للوقف يجوز بيعها ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : القيم إذا اشترى من غلة المسجد حانوتًا أو دارًا أن يستغل ويباع عند الحاجة ، إن كان له ولاية الشراء . (٢/٤٦٢ ، كتاب الوقف ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في حال الوقف عليه)=

مدرسہ کی بجلی سے پریس، سیگڑی جلانا اور چارجنگ کرنا

مسئلہ (٦٩): بعضے طلبہ یہ سوال کرتے ہیں کہ طلبۂ جامعہ کا مدرسہ کی بجلی سے کپڑے پریس کرنا، سیگڑی جلانا اور موبائل وغیرہ چارجنگ کرنا کیسا ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ اس سلسلے میں انتظامیہ کی ہدایات معلوم کریں، وہ جن چیزوں میں استعمال کی اجازت دے، ان میں استعمال کی اجازت ہوگی، اور جن چیزوں میں منع کرے اُن میں استعمال کی مُمانعت ہوگی۔ (۱)

=ما في " فتح القدير " : وإنما يملك الإجارة المتولي أو القاضي .

(۲۲۴/٦ ، ط : دار الفكر بيروت)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند " : ''آمدنی وقف سے دوسری ملکیت خریدی گئی ہو، ....روایت تاتارخانیہ کے موافق بہ ضرورتِ عمارتِ مسجد، بیع اس ملکیت خرید کردہ کی درست ہے۔''

(۱۸۰/۱۳، وقف کے مال سے خریدی ہوئی ملکیت کو مسجد کی تعمیر کے لیے فروخت کرنا درست ہے)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وليس له الحفر إلا بإذن ، ويأذن لو خيرًا وإلا لا .

(در مختار) . (٦٧٨/٦ ، كتاب الوقف ، مطلب للمستأجر غرس الشجر ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا يحل للمتولي الإذن إلا فيما يزيد الوقف به خيرًا .

(۳۸۴/۲ ، إذن ، إذن متولي الوقف)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦٣٣١٨)

مسافر کا مسجد کی بجلی سے موبائل وغیرہ چارجنگ کرنا

مسئلہ (۷۰): اگر کوئی مسافر مثلاً: کسی مدرسے کا سفیر یا داعی و مبلّغ وغیرہ بہ ضرورت مسجد میں ٹھہرے، اور مسجد کی بجلی سے موبائل وغیرہ کی چارجنگ کرے، تو اُسے چاہیے کہ چارجنگ کے بعد مسجد کے فنڈ میں کچھ رقم جمع کردے، کیوں کہ یہ نماز سے زائد ایک ضرورت پوری کی گئی ہے، لہٰذا اس کا مُعاوَضہ مسجد میں جمع کردینا چاہیے۔[1]

مقیم کا مسجد کی بجلی سے موبائل وغیرہ چارجنگ کرنا

مسئلہ (۷۱): اگر کوئی مقیم شخص مسجد کی بجلی سے اپنا موبائل چارج کرے، تو اُس کا یہ عمل درست نہیں ہے، اگر چارج کیا تو اس کا عوض ادا کرنا ضروری ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : تجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعًا .
(۹/۵٦۷ ، ط : زكريا ، مختصر القدوري مع التصحيح والترجيح :ص/۲۹۵ ، ط : مؤسسة الريان بيروت) (کتاب النوازل:۱۷/۱۰۱، مسافر کا مسجد میں موبائل چارج کرنا)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : تجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعًا .
(۹/۵٦۷ ، ط : زكريا ، مختصر القدوري مع التصحيح والترجيح :ص/۲۹۵ ، ط : مؤسسة الريان بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يحمل سراج المسجد إلى بيته . (۱/۱۱۰)
(کتاب النوازل:۱۷/۱۰۳، مقامی باشندے کا مسجد کی بجلی سے موبائل چارج کرنا)

مدرس اور امام کے لیے مدرسہ ومسجد کی بجلی وگیس کا استعمال

مسئلہ (۷۲): مدرسے کے مدرس اور مسجد کے امام کے لیے مدرسہ اور مسجد کی بجلی، گیس اور پانی اپنے گھر میں استعمال کرنا اس وقت درست ہے، جب کہ چندہ دِہندگان اور ذمہ دارانِ مدرسہ ومسجد کی طرف سے اس کی اجازت ہو(۱)، نیز جتنی اجازت ہو اُتنا ہی استعمال درست ہے، زائد نہیں۔(۲)

حکومتی عہدے داروں کو ملنے والے پیسے کا مصرف

مسئلہ(۷۳): حکومت کی طرف سے وارڈ کونسلر (Ward Caunciler)، ایم ایل اے(MLA)، اور ایم پی(MP) کو جو پیسے ملتے ہیں، اگر اس کے مصارف میں، مسجد اور مدرسے میں بھی خرچ کرنا داخل ہے، یا حکومت کی طرف سے مذکورہ افراد کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی صواب دید پر کچھ رقم خود سے بھی صرف کر سکتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کا پیسہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مسجد یا مدرسے میں لگایا جا سکتا ہے(۳)، ہاں! اگر ان کی طرف سے آئندہ مسجد یا مدرسے کے اندرونی اُمور میں مُداخلت کا اندیشہ ہو، تو پھر اُن کا پیسہ نہ لگانا ہی بہتر ہے۔(۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وليس له الحفر إلا بإذن ، ويأذن لو خيرًا وإلا لا .
(در مختار) . (۶/۶۷۸، کتاب الوقف ، مطلب للمستأجر غرس الشجر ، بيروت)=

....

....

....

....

....

....

= ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا يحل للمتولي الإذن إلا فيما يزيد الوقف به خيرًا .
(۲/۳۸۴ ، إذن ، إذن متولي الوقف) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۳ــ۶۰)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " البحر الرائق " : وهو إقامة الغير مقام نفسه في التصرف .
(۷/۲۳۵ ، كتاب الوكالة)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو تفويض التصرف والحفظ إلى الوكيل . (۵/۱۵ ، الوكالة)

ما في " الدرا لمختار مع الشامية " : وهو إقامة الغير مقام نفسه في تصرف جائز معلوم .
(۸/۲۱۳ ، كتاب الوكالة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : التوكيل صحيح بالكتاب والسنة ، قال تعالى : ﴿فابعثوٓا احدكم بورقكم﴾ . ووكل عليه الصلاة والسلام حكيم بن حزام بشراء أضحية ، وعليه الإجماع . (۸/۲۱۰ ، كتاب الوكالة)

ما في " البحر الرائق " : وكان البعث فيهم بطريق الوكالة وشرع من قبلنا شرع لنا إذا قصه اللّٰه تعالى ورسوله من غير انكار ولم يظهر نسخه ، ووكل عليه السلام حكيم بن حزام بشراء أضحية وانعقد الإجماع . (۷/۲۳۹ ، كتاب الوكالة)

ما في " الهداية " : وقد صح أن النبي ﷺ وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزويج عمر بن أم سلمة . (۳/۱۶۱ ، كتاب الوكالة)

(۴) ما في " جمهـرة القـــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/۲۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴۶) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۵ــ۶۱)

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کے مسائل

غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام کے لیے زکوۃ دینا

مسئلہ(۷۴): غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کے لیے زکوۃ کی رقومات کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، البتہ جو غیر مسلم اسلام لے آئیں، اور وہ نادار فقیر ہوں، تو ایسے نومسلم فقراء کو زکوۃ کی رقم دینا درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰكين والعٰملين عليها﴾ .

(سورة التوبة : ٦٠)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الصدقة تقتضي تمليكًا .... وإنما قلنا ذلك لقول النبي ﷺ : " أمرت أن آخذ الصدقة من أغنيائكم وأردّها في فقرائكم " . فتبين أن الصدقة مصروفة إلى الفقراء ، فدل ذلك على أن أحدًا لا يأخذها صدقة إلا بالفقر .... ومعلوم أن الله تعالى إنما أمر بدفع الزكوات إلى الفقراء لينفعوا بها ويتملكوها .

(۳/۱٦۱ – ۱۷۸، سورة التوبة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : مصرف الزكوة والعشر (هو فقير ، وهو من له أدنى شيء) أي دون النصاب . (ومسكين من لا شيء له) على المذهب .

(۳/۲۸۳ ، ۲۸۴، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " الهداية " : قال : الأصل فيه قوله تعالى : ﴿انما الصدقٰت للفقراء﴾ الآية ، فهذه ثمانية أصناف .... والفقير من له أدنى شيء ، والمسكين من لا شيء له ، وهذا مروي عن أبي حنيفة . (۱/۲۰۴– ۲۰۷، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۷، ۱۸۸ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف)=

فرضی چندہ والوں کوزکوۃ کی رقم دینا

مسئلہ(۵۷): ماہِ رمضان المبارک میں کثیر تعداد میں سائل (مانگنے والے) آتے ہیں، اسی طرح بعض حضرات مدارس کے چندے کے سلسلے میں بھی پہنچتے ہیں، جن میں کبھی کوئی فرضی چندہ کرنے والا بھی ہوتا ہے، تو جس شخص کے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ وہ مصرفِ زکوۃ ہے، یا صحیح مصارفِ زکوۃ کے لیے چندہ کررہا ہے، تو اس کوزکوۃ دینا درست ہے، اور جس کے بارے میں شک ہو، اُس کوزکوۃ نہیں دینا چاہیے۔(۱)

=ما في " توضیح القرآن " : "(۵۰): اس سے مراد وہ نومسلم ہیں جوضرورت مند ہوں، اوراس بات کی ضرورت محسوس کی جائے کہ ان کو اسلام پر جمے رکھنے کے لیے ان کی دِل داری کی جانے چاہیے۔ اصطلاح میں ایسے لوگوں کو "مؤلفۃ القلوب" کہا جاتا ہے۔" (ص/۴۲۴، سورۂ توبہ، آیت:۶۰، حاشیہ:۵۰، ط: یوسفیہ دیوبند)

(کتاب النوازل: ۷/۱۲۱، اشاعتِ اسلام کی غرض سے غیر مسلموں میں زکوۃ کی رقم تقسیم کرنا)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعٰملین علیها﴾ .

(سورة التوبة : ۶۰)

ما في " الاختیار لتعلیل المختار " : مصارف الزکاة وهم الفقیر وهو الذي له أدنی شيء . اهـ . (۱/۱۷۲، مجمع البحرین : ص/۱۹۶، ۱۹۷، نور الإیضاح : ص/۱۵۵، ط : بیروت ، الدر المختار مع الشامیة : ۳/۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ط: بیروت وزکریا)

ما في " رد المحتار " : أما لو تحری فدفع لمن ظنه غیر مصرف أو شک ولم یتحر لم یجز حتی یظهر أنه مصرف فیجزیه في الصحیح ، خلافا لمن ظن عدمه . وتمامه في النهر .

(۳/۳۰۲ ، ط : زکریا وبیروت)

(کتاب النوازل: ۷/۴۷، رمضان المبارک میں جب سائلوں کی کثرت ہوتو زکوۃ کس کودیں؟)

کتاب الحج والعمرة

حج وعمرہ کے مسائل

زمین دار شخص پر حج

مسئلہ (۷۶): اگرکسی زمین دار شخص کے پاس اتنی جائداد ہوکہ اُس کے کچھ حصے کو بیچ کرحج کے اَخراجات، نیز حج سے واپسی تک گھریلوضروریات (اہل وعیال وغیرہ کے نفقہ) کا انتظام ہوسکے، اور باقی ماندہ جائداد آئندہ گُذارے کے لیےبھی کافی ہو،تو ایسی صورت میں زمین دار پر حج واجب ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' فتاوى قاضي خان على هامش الهندية '' : وإن كان صاحب ضيعة كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي لزاده وراحلته ذاهبًا وجائيًا ونفقة عياله وأولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج وإلا فلا .

(۱/۲۸۲ ، ۲۸۳ ، كتاب الحج ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۸ ، كتاب المناسك ، الباب الأول في تفسير الحج وفرضيته ووقته وشرائطه وأركانه الخ)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذكر العلماء شروطا في الزاد وآلة الركوب المطلوبين لاستطاعة الحج .... أن الزاد الذي يُشترط ملكه هو ما يحتاج إليه في ذهابه وإيابه من مأكول ومشروب وكسوة بنفقةٍ وسَطٍ لا إسراف فيها ولا تقتير .... ويتضمن اشتراط الزاد أيضًا ما يحتاج إليه من آلات الطعام والزاد مما لا يستغني عنه .... خصال الحاجة الأصلية ثلاث : أ – نفقة عياله ومن تلزمه نفقتهم مدة ذهابه وإيابه عند الجمهور .... لأن النفقة حق للآدميين ، وحق العبد مقدم على حق الشرع ، لما روى عبد الله عن عمرو عن النبي ﷺ أنه قال : '' كفى بالمرء إثمًا أن يضيّع مَن يَقوتُ '' . ب – ما يحتاج إليه وهو وأهله من مَسكن ، ومما لا بدّ لمثله كالخادم وأثاث البيت وثيابه بقدر الاعتدال المناسب له في ذلك كله .... ج – قضاء الدين الذي عليه ؛ لأن الدين=

نابینا شخص پر حج

مسئلہ (۷۷): امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نابینا شخص پر حج فرض نہیں ہے، اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے ہاں اُس پر حجِ بدل کرانا فرض ہے، پھر عذر زائل ہوگیا، تو دوبارہ خود حج کرے، یہ دونوں قول مُصَحَّح ہیں، اول اگرچہ اَوسع ہے، مگر ثانی اَحوط ہونے کے ساتھ ساتھ اکثر مشائخ کا مختار بھی ہے، لہٰذا اِحجاج یعنی حجِ بدل کرانے کی صورت ممکن ہو، تو اُس پر عمل کرنا لازم ہے، یہ اختلاف اُس صورت میں ہے جب کہ مانع سے قبل حج فرض نہ ہوا ہو، اور اگر پہلے سے فرض تھا، اُس کے بعد عاجز ہوگیا، تو بالاتفاق حجِ بدل (دوسرے سے حج کرانا) فرض ہے۔(۱)

= من حقوق العباد ، وهو من حوائجه الأصلية فهو آكد ، وسواء كان الدين لآدمي أو لحق الله تعالى كزكاة في ذمته أو كفارات ونحوها .

(۱۷/ ۳۰ ، ۳۱ ، شروط فرضية الحج ، شروط الزاد وآلة الركوب الخ)

ما في " فتاویٰ فريديه " : ''جتنی مقدار زمین سے سالانہ ضروریات پوری ہوتی ہیں وہ حاجتِ اصلی میں داخل ہیں، اوران سے زائد حج کے لیے فروخت کیا جائے گا۔'' (۴/ ۲۱۵، باب تفسیر الحج وشرائطه وأرکانه، غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک: ص/ ۲۱، باب شرائط الحج، احسن الفتاویٰ: ۴/ ۵۴۲، حاجت سے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے، خیر الفتاویٰ: ۴/ ۱۶۸، زائد از ضرورت زمین بیچ کر حج کرنا ضروری ہے)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (صحيح البدن) أي سالم عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في السفر ، فلا يجب على مقعد ومفلوج ...... وأعمى ، وإن وجد قائدًا ...... لا بأنفسهم ولا بالنيابة في ظاهر المذهب – عن الإمام – وهو رواية عنهما ، وظاهر الرواية عنهما الإحجاج عليهم ، ويجزيهم إن دام العجز ، وإن زال أعادوا بأنفسهم ، والحاصل :=

دمہ کے مریض پر حج

مسئلہ (۸۷): جس شخص کو دمہ کا مرض لاحق ہو کہ تھوڑا چلنے سے سانس پھولنے لگتا ہو، یا نزلہ زُکام کا مسلسل مریض ہو کہ ذرا سی ٹھنڈک بھی برداشت نہ ہو، اس کے لیے بھی (بشرطِ استطاعت) پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، گویا کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً: ضرورت کے کپڑے، دوائیں اور اَسباب وغیرہ کا انتظام کرکے اُسے فریضۂ حج ادا کرنا چاہیے۔[1]

= أنه من شرائط الوجوب عنده ، وعند شرائط وجوب الأداء عندهما ، وثمرة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج والإيصاء كما ذكرنا ، وهو مقيد بما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح ، فإن قدر ثم عجز قبل الخروج إلى الحج تقرر دينا في ذمته ، فيلزمه الإحجاج ، فلو خرج ومات في الطريق لم يجب الإيصاء ؛ لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب ، ولو تكلفوا الحج بأنفسهم سقط عنهم ، وظاهر " التحفة " اختيار قولهما ، وكذا الإسبيجابي ، وقواه في " الفتح " ومشى على على أن الصحة من شرائط وجوب الأداء من " البحر " و " النهر " . وحكى في "اللباب " اختلاف " التصحيح " ، وفي شرحه : أنه مشى على الأول في " النهاية " وقال في "البحر العميق " : انه المذهب الصحيح ، وإن الثاني صححه قاضي خان في " شرح الجامع" واختاره كثير من المشايخ ومنهم ابن الهمام . (۳/۴۰۵ ، كتاب الحج ، الموسوعة الفقهية :۱۷/ ۳۳ ، ۳۴ ، بدائع الصنائع : ۳/ ۵۱ ، كتاب الحج ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۱۸ ، كتاب المناسک ، الباب الأول) (خیر الفتاویٰ:۴/ ۱۶۵،نابینا پر حج فرض نہیں ہے،احسن الفتاویٰ:۴/ ۵۲۸، ۵۲۹،نابینا کے لیے حج کا حکم،حکومت حج نہ کرنے دے تو کیا حکم ہے؟ درسی وتعلیمی اہم مسائل:ص/ ۲۳۹،طبع اول)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک في بغية المناسک " : يمشي قليلا فيضيق نفسه فيحتاج=

بی پی (BP) یا شوگر (Sugar) کے مریض پر حج

مسئلہ (۷۹): جو شخص ہائی بلڈ پریشر (BP) یا شوگر (Sugar) کا مریض ہو، اور تھوڑا سا چلنے سے دل گھبرانے لگتا ہو، اس کے لیے بھی پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً؛ دوائیں اور اَسباب وغیرہ کا انتظام کر کے حج ادا کر لے۔[1]

= إلى الاستراحة ثم يمشي قليلا فلا يقدر إلا بعد الاستراحة ، هكذا وله زاد وراحلة لا يجوز له تأخير الحج ، وكذا إذا كان يضرّه الهواء البارد وينجمد بلغمه ويضيق نفسه .
(ص/۱۰ ، مقدمة في تعريف الحج وما يتعلق بفرضيته ، ط: مكتبه يادگار شيخ سهارنفور)
(کتاب المسائل:۳/ ۷۷)

(۱) دلائل کے لیے دیکھئے سابق مسئلہ ''دمہ کے مریض پر حج''۔ (کتاب المسائل:۳/ ۷۸)

حج صرف بڑھاپے میں کرنے کا کام نہیں

مسئلہ(۸۰): بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حج، یہ بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے، لہٰذا اچھی خاصی عمر گزر جانے کے بعد بھی اُنہیں اِس فریضے کی ادائیگی کا دھیان ہی نہیں ہوتا، حالانکہ فرضیتِ حج کا تعلق کسی خاص عمر سے نہیں، بلکہ استطاعت حاصل ہونے پر فوراً حج فرض ہوجاتا ہے[1]، اور سچی بات تو یہ ہے کہ حج کا اصل لُطف درحقیقت جوانی ہی میں ہے۔ اول اِس لیے کہ حج میں جسمانی محنت ومشقت کی ضرورت ہوتی ہے، اور حج کے افعال اُسی وقت نَشاط اور ذوق وشوق کے ساتھ انجام دیئے جاسکتے ہیں، جب انسان کے قُویٰ اچھے اور مضبوط ہوں، وہ اطمینان کے ساتھ یہ محنت برداشت کرسکتا ہو، ورنہ بڑھاپے میں اگر چہ انسان جوں توں کرکے حج تو کرلیتا ہے، لیکن کتنے کام ایسے ہیں جنہیں نَشاط، چُستی اور حُضورِ قلب کے ساتھ انجام دینے کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی ہے۔ دوسرے اس لیے کہ حج انسان کے دل میں ایک انقلاب ضرور لے کر آتا ہے، بشرطیکہ اخلاص، نیک نیتی سے اور صحیح طور پر انجام دیا جائے، اس سے انسان کے دل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلُّق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، جو بالآخر اُسے گناہوں، جرائم اور بدعنوانیوں سے روکتی ہے، قلب وذہن کی اِس تبدیلی کی سب سے زیادہ ضرورت انسان کو جوانی میں ہوتی ہے، کیوں کہ اُس کے بغیر وہ جوانی کی رَو میں غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے، سچ ہے کہ:

وقتِ پیری گُرگ ظالم می شود پرہیز گار ☆ در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

(مقتبس از: ذکر وفکر: ص/ ۲۱۵، ۲۱۶)

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ .

(سورة آل عمران : ۹۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : اللام في قوله : " ولله " لام الإيجاب والإلزام ثم أكده بقوله تعالى : " على " التي هي من أوكد ألفاظ الوجوب عند العرب ، فإذا قال العربي لفلان عليّ كذا فقد وكده وأوجبه ، فذكر الله الحج بأوكد ألفاظ الوجوب تاكيدا لحقه وتعظيما لحرمته ، ولا خلاف في فرضيته وهو أحد قواعد الإسلام ، وليس يجب إلا مرة في العمر . (۱۴۲/۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : " إن الله قد فرض عليكم الحج فحجوا " .

(ص/۲۲۱ ، كتاب المناسك)

ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " بني الإسلام على خمس ؛ شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدًا عبده ورسوله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وحج البيت وصوم رمضان " .

(۳۲/۱ ، باب بيا ن أركان الإسلام)

ما في " بدائع الصنائع " : قال ملك العلماء الكاساني : وأما الإجما ع فلأن الأمة أجمعت على فرضيته . (۲۹۱/۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال في التنوير : وعلى المسلم حر مكلف صحيح البدن ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه نفقة عياله إلى حين عوده . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : لما كان مركبا من المال والبدن ، وكان واجبا في العمر مرة . (۳۹۸/۲)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ذي زاد وراحلة) أفاد أنه لا يجب إلا بملك الزاد وملك أجرة الراحلة . (۴۰۶/۳ ، كتاب الحج ، مطلب فيمن حج بمال حرام)

ما في " كنز الدقائق مع التبيين " : فرض مرة على الفور بشرط حرية وبلوغ وعقل وصحة وقدرة زاد وراحلة فضلت عن مسكنه وعما لا بد منه ونفقة ذهابه وإيابه وعياله . (۲۳۵/۲ ، كتاب الحج)

ما في " بدائع الصنائع " : إنه فرض عين لا فرض كفاية ، فيجب على كل من استجمع شرائط الوجوب عينا .... وقال : إنه لا يجب في العمر إلا مرة واحدة . (۲۹۱/۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال : " يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال : الزاد والراحلة " . (۱۶۸/۱ ، ما جاء في إيجاب الحج)

باپ سے پہلے بیٹے کا حج

مسئلہ (۸۱): بہت سے گھرانوں میں یہ صورت دیکھنے میں آئی ہے کہ باپ صاحبِ استطاعت نہیں ہے، مگر بیٹا صاحبِ استطاعت ہے، اُس کے باوجود وہ یہ سمجھتا ہے کہ پہلے میں باپ کو حج کراؤں، پھر خود حج کروں، یا اُس وقت کا انتظار کروں جب میں اپنے باپ کو اپنے ساتھ حج کو لے جاسکوں، اُن کا یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے، اگرچہ باپ کو حج کرانا ایک بڑی سعادت مندی ہے، لیکن اِس سعادت کے حصول کے لیے اپنے فریضے کو مؤخر کرنا درست نہیں، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے رمضان کے مہینے میں باپ بیماری یا ضعیفی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے، تو بیٹے کے لیے اِس بات کا جواز پیدا نہیں ہوتا کہ وہ باپ کی وجہ سے خود اپنے روزے بھی چھوڑ دے، اور یہ طے کرلے کہ جب تک باپ روزے رکھنے کے لائق نہ ہو، میں بھی روزے نہیں رکھوں گا، جس طرح یہ طرزِ عمل غلط ہے، اسی طرح اپنے حج کو باپ کے حج پر موقوف رکھنا بھی غلط ہے، اپنا فرض ادا کرلینا چاہیے، پھر جب کبھی استطاعت ہو اُس وقت باپ کو حج کرانے کی بھی کوشش کرلینی چاہیے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) دلائل کے لیے دیکھئے سابق مسئلہ: ۷۹- ''حج صرف بڑھاپے میں کرنے کا کام نہیں''!

گھر کے بڑے فرد سے پہلے چھوٹے کا حج

مسئلہ (۸۲): بعض گھرانوں میں یہ رَواج دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے، اُس وقت تک چھوٹے حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ بعض گھرانوں میں اِس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے، کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کرآئے، حالانکہ دوسری عبادتوں؛ یعنی نماز، روزے اور زکوۃ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے، جو ہر صاحبِ استطاعت شخص پر انفرادی طور سے عائد ہوتا ہے، خواہ کسی دوسرے نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد کے پاس حج کی استطاعت ہے، تو اُس پر حج فرض ہے[(۱)]، اگر بڑے کے پاس استطاعت نہ ہو، یا استطاعت کے باوجود وہ حج نہ کر رہا ہو، تو- نہ اُس سے چھوٹے کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، نہ اُسے مؤخر کرنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے[(۲)]، لہٰذا جب کسی پر ایک مرتبہ حج فرض ہو جائے، تو پھر اُسے کسی شدید عذر کے بغیر ٹلانا یا مؤخر کرنا جائز نہیں، بلا وجہ مؤخر کرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے[(۳)]، ظاہر ہے کہ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا؟[(۴)] لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو، یہ فریضہ ادا کر لینا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ .

(سورة آل عمران : ۹۷)=

....

....

=ما في " مشكوة المصابيح " : " إن اللّٰه قد فرض عليكم الحج فحجوا " .
(ص/ ۲۲۱ ، كتاب المناسک)

ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " بني الإسلام على خمس؛ شهادة أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمدًا عبده ورسوله ، وإقام الصلوة ، وإيتاء الزكوة ، وحج البيت ، وصوم رمضان " . (۱/ ۳۲ ، كتاب الإيمان ، باب بيا ن أركان الإسلام)

ما في " البحر الرائق " : وأطلق في الزاد فأفاد أنه يعتبر في حق كل إنسان ما يصح بدنه والناس متفاوتون من ذلک ، والراحلة .... يعتبر في حق كل إنسان ما يبلغه ، فمن قدر على رأس زاملة ، وهو المسمىٰ في عرفنا راكب مقتب وأمكنه السفر عليه وجب .
(۲/ ۵۴۷ ، ۵۴۸ ، كتاب الحج)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : المعتبر بالاستطاعة في حق كل واحد ما يليق بحاله عرفاً وعادةً . (۱/ ۴۵۱ ، كتاب الحج ، شروط وجوبه)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : واعتبروا في الحج الزاد والراحلة المناسبتين للشخص حتى قال في فتح القدير : يعتبر في حق كل إنسان ما يصح معه بدنه ، وقالوا : لا يكتفى بالعقبة في الراحلة ، بل لا بد في الحج من شق محمل أو رأس زاملة . (۱/ ۲۹۹)

(۲) ما في " مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر " : الحج هوزيارة مكان مخصوص في زمن مخصوص بفعل مخصوص ، فرض في العمر مرة على الفور خلافا لمحمد ، بشرط إسلام وحرية وعقل وبلوغ وصحة وقدرة زاد وراحلة ، ونفقة ذهابه وإيابه فضلت عن حوائجه الأصلية ، ونفقة عياله إلى حين عوده إلى وطنه من ابتداء سفره ، فلا يشترط بقاء نفقة يوم بعد العود ، وقيل يشترط ، وعن أبي يوسف بعد عوده بشهر ؛ لأنه لا يمكنه الكسب عقيب القدوم . (۱/ ۳۸٦ ، الدر المختار مع الشامية : ۳/ ۴۰۸ ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۱۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وعلى المسلم حر مكلف صحيح البدن ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه نفقة عياله إلى حين عوده . (تنوير وشرحه) . وفي الشامية : لما كان مركبا من المال والبدن ، وكان واجبا في العمر مرة . (۲/ ۳۹۸)=

....

....

....

=ما في " بدائع الصنائع " : إنه فرض عين لا فرض كفاية ، فيجب على كل من استجمع شرائط الوجوب عينا .... وقال : إنه لا يجب في العمر إلا مرة واحدة . (۲/ ۲۹۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته وهو ما سوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لا ماشيا ، وسوى ما يقضي به ديونه ، ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه إلى وقت انصرافه .... كذا في محيط السرخسي . (۱/ ۲۱۷ ، كتاب المناسك)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ، ومن كفر فإن الله غني عن العلمين﴾ . (سورة آل عمران : ۹۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال الحسن البصري : إن من ترك الحج وهو قادر عليه فهو كافر . (۴/ ۱۵۳)

ما في " سنن الدارمي " : قوله عليه السلام : " من مات ولم يحج فليمت إن شاء يهوديا وإن شاء نصرانيا " . (۲/ ۴۵ ، كتاب الحج ، باب من مات ولم يحج)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه السلام : " من ملك زاداً و راحلة تبلغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا ولا نصرانيا " . وذلك ان الله يقول في كتابه : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . (۲/ ۵ ، كتاب المناسك ، باب ما جاء في التغليظ في ترك الحج ، إعلاء السنن : ۱۰/ ۵ ، كتاب الحج)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الله عندهٗ علم الساعة ، ويُنزِّل الغيث ، ويعلم ما في الارحام ، وما تدري نفس ماذا تكسب غدا ، وما تدري نفس بايّ ارض تموت ، ان الله عليم خبير﴾ . (سورة لقمان : ۳۴)

ما في " تفسير السمرقندي [بحر العلوم] " : ﴿وما تدري نفس باي ارض تموت﴾ يعني بأي مكان تموت ، وبأي قدم تؤخذ ، وبأي نفس ينقضي أجله . (۳/ ۲۶)

حج سے واپسی پر دعوت

مسئلہ (۸۳): حج اسلام کا عظیم الشان رُکن ہے، اور بہت بڑی نعمت ہے، اُس کی ادائیگی پر اگر کوئی شخص شکریہ کے طور پر غرباء ومساکین اور اَعزّہ واحباب کو کھانا کھلائے، یا کچھ ہدیہ دے، تو شرعاً یہ درست ہے، لیکن بعض جگہ اس میں رِیا اورفخر کی شان ہوتی ہے، اور گویا کہ اپنے حج کا اعلان ہوتا ہے، کہ حج کر کے آئے ہیں، اور بعض جگہوں پر کھانا لازم اور ضروری تصور کیا جاتا ہے، حتی کہ اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہو، تو قرض لے کر کھلایا جاتا ہے، اور بعض دفعہ اِس کے لیے سودی قرض بھی لیا جاتا ہے، ایسی صورت میں شریعت کی طرف سے اِس کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا اِس طرح کھانا کھلانے اور کھانا کھانے سے بھی پرہیز کیا جائے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/ ۳۷۱ ، كتاب الصلح ، ط: قديمي ، و:ص/۴۷۷ ، ط: بيروت ، صحيح مسلم :۲/۷۷ ،كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/۶۳۵، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، حديث:۴۶۲۲ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، ط : قديمي)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها . اهـ .

(۲/۳۳۸ ، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال ، ط: دار المعرفة بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما إذا سجد بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوات مكروه ، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة . وكل مباح يؤدي إليه =

دھکاّ پیل ودِھینگا مُشتی کرکے حجرِ اسود تک پہنچنا

مسئلہ (۸۴): مسجد حرام میں طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دینا بہت اجر وثواب رکھتا ہے، اوراحادیث میں اِس کی نہ جانے کتنی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں (۱)، لیکن ساتھ ہی یہ تاکید ہے کہ اِس فضیلت کے حصول کی کوشش اُسی صورت میں کرنی چاہیے جب اُس سے کسی دوسرے کوتکلیف نہ پہنچے (۲)، چنانچہ دھکاّ پِیل اور دھینگا مُشتی کرکے حجرِ اسود تک پہنچنے کی کوشش کرنا، نہ صرف یہ کہ ثواب نہیں ہے، بلکہ اُس سے اُلٹا گناہ ہونے کا اندیشہ ہے (۳)، اگرکسی شخص کو تمام عمر حجرِ اسود کا بوسہ نہ مل سکے، تو اِن شاء اللہ اُس سے یہ باز پُرس نہیں ہوگی کہ تم نے حجرِ اسود کا بوسہ کیوں نہیں لیا؟ لیکن اگر حجرِ اسود کو بوسہ لینے کے لیے کمزور شخص کو دھکاّ دے کر تکلیف پہنچادی، تو یہ ایسا گناہ ہے جس کی مُعافی اُس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک وہ شخص مُعاف نہ کردے۔ (۴)

=فمکروہ . هکذا في الزاهدي . (۱/۱۳۶، کتاب الصلاة ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة ، رد المحتار : ۲/۱۲۰، مطلب في سجود التلاوة ، ط : سعيد کراچي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فکيف من أصر على بدعة أو منکر . (۳/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : يسن تقبيل الحجر الأسود للحاج والمعتمر في حالة الطواف لمن يقدر عند عامة الفقهاء ، لما روى ابن عمر " أن عمر رضي الله عنه قبل =

....

=الحجر ثم قال : والله لقد علمت أنک حجر ولو لا أني رأيت رسول الله ﷺ يقبلک ما قبلتک " . فإن عجز عن التقبيل اقتصر على الاستلام باليد ثم قبلها ، وإن عجز عن الاستلام باليد وكان في يده شيء يمكن أن يستلم الحجر استلمه وقبله ، وهذا عند جمهور الفقهاء (الحنفية والشافعية والحنابلة) لما روي عن النبي ﷺ أنه استلم الحجر الأسود باليد ثم قبل يده . ولما روي عن ابن عباس قال : " رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالبيت ويستلم الركن بمحجن معه ويقبل المحجن " . وقال المالكية : إن لم يقدر أن يقبله لمسه بيده أو بعود ثم وضعه على فيه من غير تقبيل . (۱۲۹/۱۳ ، تقبيل – أولا : التقبيل المشروع : أ – تقبيل الحجر الأسود ، و: ۱۰۴/۱۷ ، ۱۰۵)

وفيه أيضًا : وإن لم يستطع أن يستلم الحجر بيده أو يمسه بشيء فإنه يستقبله من بعد ويشير إليه بباطن كفه كأنه واضعها عليه ثم يقبله ويهلل ويكبر ، لما روى البخاري عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : " طاف النبي ﷺ على بعير كلما أتى الركن أشار إليه وكبّر " .
(۱۰۵/۱۷ ، ۱۰۶ ، الحجر الأسود ، الحكم الإجمالي)

(۲) ما في " البحر العميق " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشدّ بياضًا من اللبن ، فسودته خطايا بني آدم " . رواه الترمذي وصححه . وروى الأزرقي معناه – موقوفًا – ولفظه : عن ابن عباس قال : " ليس في الأرض من الجنة إلا الحجر الأسود والمقام فإنهما جوهرتان من جوهر الجنة ، ولو لا ما مسهما من أهل الشرک ما مسهما ذو عاهة إلا شفاه الله تعالى " .

(۱۷۳/۱ ، فضل الركنين والمقام واستلامهما)

وفيه أيضًا : وعن ابن عمر قال : استقبل النبي ﷺ الحجر ثم وضع شفتيه عليه يبكي طويلا ثم التفت فإذا هو عمر بن الخطاب يبكي ، فقال : " يا عمر ! هاهنا تسكب العبرات " . رواه ابن ماجة والحاكم وصحح اسناده .... وعن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ في الحجر : " والله ليبعثنه الله يوم القيامة وله عينان يبصر بهما ، ولسان ينطق به يشهد على من استلمه بحق " . أخرجه الترمذي وحسنه أبو حاتم .... يعني من استلمه عن اعتقاد صحيح وإعزاز له يشهد له بخير .... وعن مجاهد أنه قال : " يأتي الحجر=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=والمقام – يوم القيامة – مثل أبي قبيس – كل واحد منهما له عينان وشفتان يناديان بأعلى أصواتهما يشهدان لمن وافاهما بالوفاء " . رواه عبد الرزاق .... وعن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " مسح الحجر والركن اليماني يحطّ الخطايا حطًا " . رواه أحمد وابن حبان والترمذي بمعناه .... وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "من فاوض الحجر الأسود فإنما يفاوض يد الرحمن " . أخرجه ابن ماجه . اهـ .
(۱/۱۷٦ – ۱۷۸ ، فضل الركنين والمقام واستلامهما)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : " أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة " . (۱۴/۲۴۰)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲/۱۲٦)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " ... الحديث . (۱/٦ ، كتاب الإيمان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذى حرام وتركه واجب بالاتفاق . (۲/۳۵٦ ، أذى)

(۴) (ذکر وفکر:ص/۲۲،وص/ ۲۱۸، ۲۱۹)

حجر اسود کو چھونے کا موقع نہ ملے

مسئلہ(۸۵): اگر حجرِ اسود کو چھونے کا موقع نہ ملے، بلکہ دُور سے طواف کرنے کی نوبت آئے، تو جس وقت حجرِ اسود کے سامنے پہنچے، تو دونوں ہاتھ اِس طرح اُٹھائے کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف ہوں، پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لے، اور یہ تصور کرے کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر چومے ہیں، اور تکبیر، تحمید، تہلیل، صلوٰۃ وسلام بھی اُس وقت پڑھے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : (وإن عجز عنهما) أي الاستلام والإمساس (استقبله) مشیرًا إلیه بباطن کفیه کأنه واضعهما علیه (وکبر وهلّل وحمد الله تعالی وصلی علی النبي ﷺ) ثم یقبل کفیه . (۱۶۶/۲ ، کتاب الحج ، قبیل مطلب في طواف القدوم ، ط: نعمانیه ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ:۵۱۴/۱۵، ۵۱۵، ط: میرٹھ)

ما في " غنیة الناسک في بغیة المناسک " : فإن لم یستطع للزحمة أو لکون الحجر ملطخًا بالطیب وهو محرم وقف بحذائه مستقبلا له وفعل ما ذکرنا من الأذکار ورفع الیدین حذاء أذنیه عند التکبیر ثم إرسالهما ثم رفع یدیه حذاء أذنیه وجعل ظاهر کفیه إلی وجهه وباطنهما نحو الحجر مشیرًا بهما إلیه کأنه واضعهما علیه وقبلهما بعد الإشارة .
(ص/ ۱۳۱ ، فصل في صفة الاستلام ، ط: کتبه یادگار شیخ سهارنفور)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : وإن لم یستطع أن یستلم الحجر بیده أو یمسه بشيء فإنه یستقبله من بُعد ویشیر إلیه بباطن کفیه کأنه واضعها علیه ثم یقبله ویهلل ویکبر لما روی البخاري عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : " طاف النبي ﷺ علی بعیر کلما أتی الرکن أشار إلیه وکبر " . (۱۰۵/۱۷ ، ۱۰۶ ، الحجر الأسود ، الحکم الإجمالي)

(فتاویٰ محمودیہ:۵۱۴/۱۵، ط: میرٹھ)

احرام کی چادر کے دونوں پلّوؤں کو سینا

مسئلہ(۸۶): احرام کے تہ بند یعنی چادر کے دونوں پلّوؤں کو آگے سے سینا مکروہ ہے، اِسی طرح اُس میں گرہ لگانا، یا بٹن یا پِن لگانا، یا دھاگا وغیرہ سے باندھنا بھی مکروہ ہے، کیوں کہ یہ سِلے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہے، جو بوقتِ احرام ممنوع ہے،تاہم اگرکسی نے ستر کی حفاظت کے لیے ایسا کیا،تو دَم یا صدقہ واجب نہ ہوگا۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک في بغية المناسک " : وعقد الإزار والرداء بأن يربط طرف أحدهما بطرفه الآخر (شرح) وأن يخلّله بخلال أو يشدّه بحبل ونحوه . (ص/۱۱۵)

ما في " حاشية إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري " : (فصل : في مكروهاته : .... (وعقد الإزار والرداء) أي ربط طرف أحدهما بطرفه الآخر (وأن يخلّه) أي كل واحد منهما (بخلال) كنحو إبرة (أو شدّهما بحبل ونحوه) من رباط ومِنطقة .

(ص/۱۶۹، ۱۷۰ ، فصل في مكروهاته)

(أوضح المسالک إلى أحكام المناسک : ص/۷۷ ، ۷۸)

(معلم الحجاج:ص/ ۱۲۰، ۱۲۱،مکروہاتِ احرام، ط: ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی، و:ص/۱۱۴، ط: کتب خانہ اشاعۃ العلوم سہارنپور، امداد مسائل الحج:ص/ ۱۱۶، کتاب الفتاویٰ:۴/ ۳۶، احرام کی چادر کو پن سے منسلک کرنا، احرام اور اس کی ممنوعات، ط: زمزم پبلی شرز کراچی، فتاویٰ رحیمیہ :۸/ ۵۷، احرام سے متعلق احکامات)

احرام کی حالت میں شیروانی، کوٹ، صدری وغیرہ پہننا

مسئلہ (۸۷): احرام کی حالت میں مرد حضرات کو بدن کی ہیئت پر سِلا ہوا، یا بُنا ہوا کپڑا؛ جیسے کُرتہ، شلوار، پاجامہ، بنیان، شیروانی، کوٹ، صدری، جُبّہ، سُوئٹر، جانگیہ، دستانے اور موزے وغیرہ پہننا منع ہے[☆]، البتہ پیشاب کے قطرے یا ہرنیا کی بیماری میں لنگوٹ کَس کر باندھنا جائز ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري على المسلك المتقسط في المنسك المتوسط شرح لباب المناسك " : (فصل : في محرمات الإحرام) أي محظورات إحرام أحد النسكين وممنوعاته المشتملة على المكروهات التحريمية والشاملة للمفسد منهما .... (ولبس المخيط) أي على وجهه المعتاد (والقميص) خُص بالذكر لأنه لا يجوز لبسه ولو عدِم الإزار اتفاقًا ، لأنه يمكنه أن يأتزر به ..... (والسراويل) ..... (والعمامة) ..... (والقلنسوة) .... (والبرقع) ..... (والبُرنس) . (ص/۱۶۴ – ۱۶۶ ، فصل في محرمات الإحرام ، محشي : قاضي حسين بن محمد سعيد بن عبد الغني المكي الحنفي ، تحقيق وتقديم : محمد طلحه بلال أحمد منيار ، ط: المكتبة الإمدادية – مكة المكرمة ، غنية الناسك :ص/۳۲۳ ، الفصل الثاني في لبس المخيط ، أوضح المسالك إلى أحكام المناسك :ص/۷۵ ، ۷۶ ، رد المحتار :۳/۵۰۹ ، بدائع الصنائع :۲/۴۰۴ ، مجمع الأنهر :۱/۱۳۱ ، تبيين الحقائق :۲/۲۵۰) (معلم الحجاج:ص/۱۱۹، امدادمسائل الحج:ص/۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۷، فتاویٰ عثمانی:۲/۲۱۱، کتاب الحج، فصل فی الاحرام وما ہو محظور فیہ أو مباح)

[☆] ''دن یا رات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجبِ صدقہ ہے، اور دن یا رات سے زائد پہننا موجبِ دم ہے۔'' (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۴۵) وفي هامشه [فريديه] : ما في شرح التنوير : قال الحصكفي رحمه الله : " أو لبس مخيطا لبسا معتادا أو ستر رأسه يوما كاملا أو ليلة كاملة ، وفي الأقل صدقة . (۲/۲۲۰)

ما في " غنية الناسك " : وحيثما أطلق الصدقة في جناية الإحرام فهي نصف صاع من برّ أو صاع من غيره إلا في جزاء اللبس والطيب والحلق وقلم الأظفار ، إذا فعل شيئًا منها كاملا بعذر فهي ثلاثة أصوع طعام أو ستة من غيره . اهـ . (ص/۳۰۹ ، ۳۱۰)

احرام کی حالت میں عورت کے لیے پردہ

مسئلہ (۸۸): عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے (۱)، البتہ حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرے کو ڈھانپنا جائز نہیں ہے (۲)، لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کو پردے کی چھوٹ ہوگئی، بلکہ جہاں تک ہوسکے پردہ کرے، یا تو سَر پر چھجّا یعنی ہیٹ یا ٹوپ سا لگالے، اوراس کے اوپر سے کپڑا اس طرح ڈال لے کہ پردہ ہوجائے اور چہرہ چھُپ جائے، یا عورت اپنے پاس میں ہاتھ پنکھا وغیرہ رکھے، اور جہاں کہیں مَردوں کا سامنا ہو اُسے چہرے کے آگے کرلیا کرے، الغرض! جہاں تک ہوسکے پردے کا پورا اہتمام کرے (۳)، اور جو بَس سے باہر ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کو مُعاف فرمائیں گے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ ، ذلک أدنیٰٓ أن يُعرفنَ فلا يؤذين ، وكان الله غفورًا رحيمًا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " التفسير المنير " : قال ابن عباس : أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطين وجوههنّ من فوق رؤوسهنّ بالجلابيب ، ويبدين عينًا واحدةً . (۴۳۱/۱۱)

(۲) ما في " اعلاء السنن " : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن النبي ﷺ قال : " لا تنتقب المرأة المحرمة ، ولا تلبس القفازين " . رواه أحمد والبخاري والنسائي والترمذي . (۵۳/۵)

(۳) ما في " اعلاء السنن " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كان الركبان يمرّون بنا ، ونحن مع رسول الله محرمات ، فإذا جازوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها ، فإذا جاوزونا كشفناه " . رواه أحمد وأبوداود وابن ماجة . (۵۴/۵)

ما في " رد المحتار " : والمرأة فيما مر كالرجل لعموم الخطاب ما لم يقم دليل الخصوص، لكنها تكشف وجهها لا رأسها ، ولوسدلت شيئاً عليه وجافته عنه جاز . (۱۶۹/۱)=

حالتِ احرام میں لحاف یا چادر وغیرہ اوڑھنا

مسئلہ (۸۹): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محرم کو حالتِ احرام میں سردی سے حفاظت کے لیے لحاف یا چادر وغیرہ اوڑھنا درست نہیں ہے، اُن کا یہ خیال غلَط ہے، صحیح یہ ہے کہ مُحرِم کو حالتِ احرام میں سردی سے حفاظت کے لیے لحاف یا چادر وغیرہ اوڑھنا درست ہے، مگر سر کھُلا رکھے، باقی تمام بدن پر لحاف یا چادر رہے، تو مضائقہ نہیں۔ (۱)

=ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : ويجوز للمرأة أن تستر وجهها ويديها وهي محرمة، إذا قصرت الستر عن الأجانب بشرط أن تسدل على وجهها ساتراً لا يمس وجهها عند الحنفية والشافعية ، وخالف الحنابلة والمالكية ، قالوا : للمرأة أن تستر وجهها لحاجة كمرور الأجانب بقربها ، ولا يضر التصاق الساتر بوجهها ، وفي هذا سعة ترفع المشقة والحرج . (۱/۴۹۷)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک " : ويكره كب وجهه على وسادة بخلاف خديه وكذا وضع رأسه عليها فإنه وإن لزم منه تغطية بعض وجهه أو رأسه إلا أنه رفع تكليفه لدفع الحرج فإنه الهيئة المستحبة في النوم بخلاف كب الوجه لا ستر سائر بدنه سوى الرأس والوجه فإنه لا شيء عليه لو عصبه ، ويكره إن كان لغير عذر ؛ لأنه نوع عبث فجاز تغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه ، وهو وراء العنق ، وكذا تغطية كفيه وقدميه ما فوق مقعد الشراک بما لا يكون لبسًا كتغطيتهما بمنديل ونحوه . اهـ .

(۱۱۲ ، فصل في محرمات الإحرام ومحظوراته التي في غالبها الجزاء)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه . اهـ . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه) وكذا بقية البدن . (۳/۴۹۷ ، كتاب الحج ، فصل في الإحرام ، مطلب فيما يحرم بالإحرام وما لا يحرم ، ط: بيروت)

(فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۲۷۷، فصل فی الاحرام، آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۵/ ۳۰۸، احرام باندھنے کے مسائل، ط: جدید، معلم الحجاج: ص/ ۳۵۹، فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/ ۴۹۵، ط: میرٹھ)

حالتِ احرام میں سوئٹر، جیکٹ وغیرہ پہننا

مسئلہ (۹۰): اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کے لیے جائے، اور مکہ مکرمہ میں سردی ہو، تو وہ بحالتِ احرام-احرام کی دو چادروں کے علاوہ گرم چادر استعمال کرسکتا ہے، مگر سر نہیں ڈھک سکتا[۱]، نیز جو کپڑے بدن کی وضع اور ہیئت پر سلے ہوئے ہوں، جیسے سوئٹر، جیکٹ، شیروانی، صدری وغیرہ، ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک " : ويكره كب وجهه على وسادة بخلاف خديه وكذا وضع رأسه عليها فإنه وإن لزم منه تغطية بعض وجهه أو رأسه إلا أنه رفع تكليفه لدفع الحرج فإنه الهيئة المستحبة في النوم بخلاف كب الوجه لا ستر سائر بدنه سوى الرأس والوجه فإنه لا شيء عليه لو عصبه ، ويكره إن كان لغير عذر ؛ لأنه نوع عبث فجاز تغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه ، وهو وراء العنق ، وكذا تغطية كفيه وقدميه ما فوق مقعد الشراک بما لا يكون لبسًا كتغطيتهما بمنديل ونحوه . اهـ .

(۱۱۲ ، فصل في محرمات الإحرام ومحظوراته التي في غالبها الجزاء)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه . اهـ . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه) وكذا بقية البدن . (۳/۴۹۷ ، كتاب الحج ، فصل في الإحرام ، مطلب فيما يحرم بالإحرام وما لا يحرم ، ط: بيروت)

(فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۲۷۷،فصل فی الاحرام،آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۵/ ۳۰۸،احرام باندھنے کے مسائل، ط:جدید،معلم الحجاج:ص/ ۳۵۹،فتاویٰ محمودیہ:۱۵/ ۴۹۵،ط:میرٹھ)

(۲) ما في " حاشية إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري على المسلک المتقسط في المنسک المتوسط شرح لباب المناسک " : (فصل : في محرمات الإحرام) أي محظورات إحرام أحد النسكين وممنوعاته المشتملة على المكروهات التحريمية والشاملة للمفسد منهما .... (ولبس المخيط) أي على وجهه المعتاد =

حالتِ احرام میں سگریٹ نوشی

مسئلہ(۹۱): بعضے حضرات جو سگریٹ نوشی و بیڑی کے عادی ہوتے ہیں، وہ حرم شریف میں بحالتِ احرام بھی اُس سے باز نہیں آتے، جب کہ احرام اور بغیر احرام- دونوں حالتوں میں سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور حالتِ احرام میں کراہت شدید ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم اور ضروری ہے، نیز اُس کی بد بُو سے اکثر لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے، اسی وجہ سے بدبُو دار چیز کھا کر مسجد میں جانا بھی منع ہے۔ (۱)

=(والقميص) خُص بالذكر لأنه لا يجوز لبسه ولو عدِم الإزار اتفاقًا ، لأنه يمكنه أن يأتزر به .... (والسراويل) ..... (والعمامة) ..... (والقلنسوة) .... (والبرقع) ..... (والبُرنس) .

(ص/۱۶۴ – ۱۶۶ ، فصل في محرمات الإحرام ، محشي : قاضي حسين بن محمد سعيد بن عبد الغني المكي الحنفي ، تحقيق وتقديم : محمد طلحه بلال أحمد منيار ، ط: المكتبة الإمدادية – مكة المكرمة ، غنية الناسک :ص/۳۲۳ ، الفصل الثاني في لبس المخيط ، أوضح المسالک إلى أحكام المناسک :ص/۷۵ ، ۷۶ ، رد المحتار :۳/۵۰۹ ، بدائع الصنائع :۲/۴۰۴ ، مجمع الأنهر : ۱/۱۳۱ ، تبيين الحقائق :۲/۲۵۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على تحريم ستر المحرم رأسه أو بعضه أخذا من تحريم لبس العمائم والبرانس ، ثم اختلفوا في ضابط هذا الستر ، فعند الحنفية والحنابلة : يحرم ستره بما يقصد به التغطية عادة . اهـ . (۲/۱۵۴ ، إحرام ، ستر الرأس والاستظلال)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل :۵/ ۳۰۸، ط: جدید، فتاویٰ امارتِ شرعیہ:۳/۲۳۴، ۲۳۵، کتاب الحج)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد – الخدري رضي الله تعالى عنه – قال : لم نَعْدُ أن فُتحَت خيبرُ فوقعنا – أصحاب رسول الله ﷺ – في تلک البقلة – الثوم ، والناس جياع ، فأكلنا منها أكلا شديدًا ثم رُحنا إلى المسجد ، فوجد رسول الله ﷺ الريح ، فقال : " من أكل من هذه الشجرة الخبيثة شيئًا فلا يقربنا في المسجد " . الحديث . =

....

....

....

....

....

....

= (۲۰۹/۱ ، حديث :565/۱۲۵۶ – ۷۶ ، ط: قديمي ، و:۳۶۹/۳ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة ، ط: احياء التراث)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : قال الإمام النووي في شرح هذا الحديث : قال العلماء : ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ما له رائحة كريهة من المأكولات وغيرها .... قال القاضي : وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلى العيد والجنائز ونحوها من مجامع العبادات ، وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها .

(۲۰۹/۱ ، ط: قديمي ، و:۳۶۷/۳ ، ط: بيروت)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة المُنْتِنَةِ فلا يقربنّ مسجدنا ، فإن الملائكة تتأذى كما يتأذى منه الإنس " .

(۶۸/۱ ، باب المساجد ومواضع السجود)

ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه ما له رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان آكل الثوم والبصل ، المسجد) قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري : قلت : " علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجد عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء " .

(۴۳۵/۲ ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

(المسائل المهمة فیما ابتلت بہ العامة :۱۵۴/۱، مسئلہ نمبر:۱۶۰، فصل فی الاکل والشرب، طبع چہارم)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۹۷۳، حج وعمرہ، فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۹/۱۸، ط: کراچی، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۱/۲ – ۲۴۵، فتاویٰ دار العلوم زکریا:۴۴۳/۴، حالتِ احرام میں سگریٹ پینے کا حکم)

حلق یا قصر کے وقت بالوں میں کریم لگانا

مسئلہ (۹۲): اگر مُحرِم حلق یا قصر کے وقت بالوں کو نرم کرنے کے لیے کوئی ایسا کریم لگوائے، جس میں خوشبو غالب ہو، تو اس کو پورے سر پر لگانے کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُس محرم پر دَم واجب ہوگا۔(۱)

تنبیہ: ''اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرم شریف کے اردگرد''بال بر'' کی دوکانوں پر اکثر حلق یا قصر کے وقت بے تکلف خوشبو دار کریم یا خوشبو دار صابن استعمال کرتے ہیں، جس کی بنا پر دم واجب ہونے کا امکان رہتا ہے، اس لیے ہوشیار رہنا چاہیے، اوراس وقت بھی خوشبو کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے۔''(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' غنية الناسک '' : ولو غسل رأسه بالخطمي فعليه دم عند أبي حنيفة وقالا صدقة . اهـ . (ص/۳۲۱ ، مطلب في غسل يده أو رأسه بالطيب ، الفتاوى التاتارخانية :۵۹۲/۳ ، ط: زکريا ، و:۱۹۷/۲ ، نوع من الدهن والتطييب والخضاب ، ط : دار الايمان سهارنفور ، فتح القدير :۲۵/۳ ، باب الجنايات ، ط: بيروت ، الفتاوى الولوالجية : ۲۷۶/۱ ، الفصل الثاني فيما يلزم المحرم وفيما لا يلزم الخ ، الفتاوى الهندية : ۲۴۱/۱ ، الباب الثامن في الجنايات ، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن ، بدائع الصنائع : ۲۲۲/۳ ، فصل فيما يرجع إلى الطيب ، ط: دار الکتب العلمية ، و:۴۱۹/۲ ، ط: زکريا)

(۲) (کتاب المسائل:۳/۱۶۳،۱۶۴، ط:اسماعیل)

حالتِ احرام میں بالوں میں شیمپو لگانا

مسئلہ (۹۳): بالوں کی صفائی کا شیمپو عموماً خوشبو دار ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی محرم اس طرح کا شیمپو لگا کر سر کے بال دھوئے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، اور اگر وہ شیمپو خوشبو دار نہیں ہے، تو پھر دَم لازم نہ ہوگا۔ (۱)

حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال

مسئلہ (۹۴): اگر محرم نے ایک کامل بڑے عضو، جیسے: سر، چہرہ، داڑھی، پنڈلی اور رَان وغیرہ پر خوشبو لگائی، تو اس پر ایک دَم واجب ہوگا، چاہے لگا کر فوراً دھوڈالے (۲)، اور اگر محرم نے ایک بڑے عضو کے بعض حصہ پر، یا کسی چھوٹے عضو مثلاً: ناک، کان، آنکھ، اُنگلی اور مونچھ پر تھوڑی سی خوشبو لگائی، تو اُس پر صدقہ واجب ہے، خواہ لگا کر فوراً دھوڈالے (۳)، نیز تھوڑی جگہ میں زیادہ خوشبو

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک " : وأما المطيب منهما وهو ما ألقي فيه الأنوار كدهن البنفسج والياسمين والورد والبان والخيري وما أشبه ذلک فإذا ادهن به عضوًا كبيرًا كاملا فعليه دم بالإجماع . (ص/ ۳۲۰ ، مطلب في الادهان)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو ادهن بدهن : فإن كان الدهن مطيبًا كدهن البنفسج والورد والزئبق والبان والحري ، وسائر الأدهان التي فيها الطيب ، فعليه دم إذا بلغ عضوا كاملا .

(۲۱۸/۳ ، ط: دار الكتب والعلمية بيروت و:۴۱۶/۲ ، ط : زكريا ديوبند ، الفتاوى الهندية : ۲۴۱/۱ ، الفتاوى التاتارخانية :۵۹۲/۳ ، إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري :ص/ ۴۴۱ ، ۴۴۲ ، ط : المكتبة الإمدادية مكة المكرمة) (کتاب المسائل:۱۶۳/۳)=

لگائی، یعنی اگر محرم نے ایک اُنگلی میں خوشبو لگائی، مگر اس میں اتنی خوشبو لگ گئی کہ جو ایک بڑے عضوِ کامل میں لگنے کی مقدار کے برابر تھی، تو بھی دَم واجب ہوگا۔ (۴)

حالتِ احرام میں صابن سے ہاتھ دھونا

مسئلہ (۹۵): اگر محرم خوشبودار صابن سے ایک دو بار سر یا ہاتھ دھوئے، تو اُس پر صرف صدقہ واجب ہوگا، اور اگر بار بار دھوئے، تو دَم واجب ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " غنية الناسک " : فإن طيب عضوا كبيرا كاملا من أعضائه فما زاد كالرأس والوجه واللحية والفم والساق والفخذ والعضد واليد والكف ونحو ذلک ، فعليه دم وإن غسله من ساعته .

(ص/۳۱۴ ، باب الجنايات ، مطلب في تطييب البدن ، بدائع الصنائع:۲/۴۱۵ ، ط : زكريا ، و:۳/۲۱۷ ، فصل فيما يرجع إلى الطيب ، ط: بيروت ، الهداية : ۱/۲۶۵ ، اللباب : ۱/۱۸۱)

(۳) ما في " غنية الناسک " : وفي أقله ولو أكثره صدقة كذا في المتون ، وفي حكم أقله العضو الصغير كالأنف والأذن والعين والاصبع والشارب .

(ص/۳۱۴ ، ط: مكتبه يادگار شيخ ، بدائع الصنائع :۲/۴۱۵ ، زكريا ، و:۳/۲۱۷ ، فصل فيما يرجع إلى الطيب ، ط : بيروت ، الهداية : ۱/۲۶۶)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو مسّ طيبًا فلزق به مقدار عضو كامل وجب الدم سواء قصد التطيب أو لم يقصد . (۱/۲۴۱ ، غنية الناسک :ص/۳۱۵ ، ط: مكتبه يادگار شيخ ، الفتاوى التاتارخانية :۳/۵۸۹ ، نوع منه في الدهن والتطييب والخضاب ، ط: زكريا ، فتح القدير :۳/۲۵ ، ط : بيروت) (کتاب المسائل:۳/۱۵۹،۱۶۰،ط:اسماعیل)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک " : ولو غسل رأسه أو يده باشنان فيه الطيب فإن كان من رآه سماه اشنانا فعليه صدقة إلا أن يغسل مرارًا فدم . (ص/۳۲۱ ، الفتاوى التاتارخانية :۳/۵۹۲ ، ط: زكريا ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۴۱ ، فتح القدير :۳/۲۸ ، ط: بيروت ، ارشاد الساري :ص/۴۵۸ ، رد المحتار :۳/۵۷۷ ، ط: زكريا وبيروت) (کتاب المسائل:۳/۱۶۲،۱۶۳،ط:اسماعیل)

حالتِ احرام میں ویسلین یا کریم لگانا

مسئلہ (۹۶): اگر مُحرِم بحالتِ احرام خشکی دور کرنے کے لیے واسلین یا کوئی کریم کا استعمال کرے، جس میں خوشبو نہیں ہوتی، تو اس سے کوئی جزا یعنی دَم یا صدقہ لازم نہ ہوگا، اور اگر خوشبو والی واسلین یا کریم کا استعمال کیا، تو جزا یعنی دم یا صدقہ واجب ہوگا، یعنی اگر عضوِ کامل مثلاً: سر، چہرہ، پنڈلی وغیرہ پر لگایا، تو دَم واجب ہوگا، اور اگر کامل عضو کے بعض حصے پر، یا کسی چھوٹے عضو پر مثلاً: ناک، کان، اور انگلی وغیرہ پر لگایا، تو اس پر صدقہ لازم ہوگا۔ (۱)

کئی بار خوشبو لگانے پر الگ الگ کفارہ

مسئلہ (۹۷): اگر کسی مُحرِم نے الگ الگ مجلسوں میں اپنے اَعضا پر خوشبو لگائی ہے، تو اس پر ہر مرتبہ کی وجہ سے الگ الگ کفارہ واجب ہوگا، اگر یہ خوشبو ایک بڑے عضوِ کامل پر لگائی گئی ہے، تو دَم واجب ہوگا، ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' غنية الناسک '' : أما إذا استعملهما على وجه التداوي أو الأكل فلا شيء عليه بالإجماع ، فلو أكلهما أو استعطعهما أو داوى بهما جراحته أو شقوق رجليه أو أقطر في أذنيه فلا شيء عليه . (ص/۳۲۰ ، مطلب في الادهان ، فتح القدير :۲۷/۳ ، تبيين الحقائق :۳۵۶/۲ ، الدر المختار مع الشامية :۵۷۶/۳) (کتاب المسائل:۱۶۲/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' بدائع الصنائع '' : وإن طيب الأعضاء كلها ؛ .... وإن كان في مجلسين مختلفين ؛ بأن طيب كل عضو في مجلس على حدة فعليه لكل واحد دم في قول أبي حنيفة=

تمام اعضا پر بیک وقت خوشبو لگانے سے ایک کفارہ

مسئلہ (۹۸): اگر محرم نے ایک ہی مجلس میں اپنے تمام اعضا پر خوشبو لگالی، تو اس کو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا۔ (۱)

بدن کے متفرق اعضا پر خوشبو لگائے

مسئلہ (۹۹): اگر محرم نے بدن کے متفرق اعضا پر خوشبو لگائی ہے، تو سب کو جمع کر کے دیکھا جائے گا، اگر سب مل کر ایک بڑے عضو کی مقدار کے برابر ہو جاتی ہے، تو اس پر دم واجب ہوگا، اور اگر ایک عضوِ کامل کی مقدار کے برابر نہ ہو، تو صرف صدقہ واجب ہوگا۔ (۲)

=وأبي يوسف . اهـ . (۲۱۸/۳ ، ط: بیروت ، و:۴۱٦/۲ ، ط: زکریا ، کذا في الفتاوی التاتارخانية :۵۸۹/۳ ، نوع منه في الدهن والتطييب والخضاب ، ط: زکریا)

ما في " غنية الناسک " : ولو طيب جميع أعضائه .... وفي مجالس لکل طيب کفارة فإن شمل عضوا کبيرًا کاملا أو أکثر فدم وإلا فصدقة . (ص/۳۱۵ ، في تطييب البدن)

(کتاب المسائل:۱٦۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وإن طيب الأعضاء کلها ؛ فإن کان في مجلس واحد فعليه دم واحد ؛ لأن جنس الجناية واحد ، حظرها إحرام واحد من جهة غير متقومة فيکفيه دم واحد . (۲۱۸/۳ ، فصل فيما يرجع إلی الطيب ، ط: بیروت ، و:۴۱٦/۲ ، ط: زکریا ، مجمع الأنهر : ۴۳۱/۱ ، الفتاوی الهندية : ۲۴۱/۱)

ما في " غنية الناسک " : ولو طيب جميع أعضائه في مجلس واحد کفاه دم . (ص/۳۱۵، مطلب في تطييب البدن) (کتاب المسائل:۱۵۹/۳)=

طوافِ زیارت وطوافِ عمرہ میں فرق

مسئلہ (۱۰۰): عمرہ کا طواف عمرہ میں، اورطوافِ زیارت حج میں رُکن ہے، اس لیے اگر بغیر وضو کے پورا حصہ یا زیادہ حصہ، یا کم حصہ انجام دے، تو دَم واجب ہوگا، اوردَم میں ایک بکرادینا ہوگا۔

طوافِ زیارت اورطوافِ عمرہ میں فرق یہ ہے کہ اگر غسل کی حاجت ہو، یا عورت حالتِ حیض یانفاس میں ہو، اوراس حالت میں طوافِ زیارت کیا جائے، تو بطورِدَم اُونٹنی واجب ہوگی، اورطوافِ عمرہ کی صورت میں ایسے شخص پر بکراواجب ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " غنية الناسک " : ولو طيب مواضع متفرقة يجمع ذلک فلو بلغ عضوا كاملا فعليه دم وإلا فصدقة . (ص/۳۱۵ ، مطلب في تطييب البدن)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي الخانية : وإن كان التطيب في أعضاء متفرقة فإنه يجمع ذلک له فإن بلغ عضوا كاملا يجب عليه الدم ، وإن كان دون عضو تجب عليه الصدقة . (۳/۵۸۹ ، نوع منه في الدهن والتطييب والخضاب ، ط: زكريا ، بدائع الصنائع :۳/۲۱۸ ، فصل فيما يرجع إلى الطيب ، ط: بيروت ، و: ۲/۴۵۱ ، زكريا ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۴۱) (کتاب المسائل:۳/۱۵۹، ط: مکتبہ اسماعیل دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " غنية الناسک في بغية المناسک " : ولو طاف للعمرة كله أو أكثره أو أقله ، ولو شوطًا جنبًا أو حائضًا أو نفساء أو محدثًا فعليه شاة . اهـ .

(ص/۲۵۶ ، المطلب الرابع في ترک الواجب في طواف العمرة)

(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۷، کتاب الحج، بغیر وضو کے طواف)

دورانِ طواف وضوٹوٹ جائے

مسئلہ (۱۰۱): اگر دورانِ طواف کسی شخص کا وضوٹوٹ جائے، تو جہاں وضو ٹوٹا وہیں سے وضو کرنے کو چلا جائے، اور وضو کرکے دوبارہ وہیں سے طواف شروع کرکے سات چکر پورے کرلے، وضوٹوٹ جانے کی وجہ سے اس سے پہلے کیے جانے والے چکر ضائع نہیں ہوں گے، بلکہ اُن کو شمار کرتے ہوئے سات چکر پورے کرلے، البتہ اگر کوئی شخص بلا وضو طوافِ زیارت ادا کرلے، تو اُس پر دَم (ایک بکرا) لازم ہوگا، اور اگر وہ ایامِ نحر میں یا اس کے بعد طواف کا اِعادہ کرلے، تو دَم معاف ہوجائے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفَل القُرشيّ : أنه سأل عروة بن الزبير فقال : قد حج النبي ﷺ فأخبرتني عائشة رضي الله عنها : أنه أول شيء بدأ به حين قدم أنه توضأ ثم طاف بالبيت " الحديث .

(ص/۲۹۲ ، حديث : ۱۶۴۱ ، كتاب الحج ، باب الطواف على وضوء ، ط:احياء التراث)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو طاف طواف الزيارة محدثًا فعليه شاة ، وإن كان جنبا فعليه بدنة ، وكذا لو طاف أكثره جنبا أو محدثا ، والأفضل أن يعيد الطواف ما دام بمكة ولا ذبح عليه ، والأصح أن يعيد في الحدث ندبا وفي الجنابة وجوبا ، ثم إن أعاده وقد طاف محدثا لا دم عليه ، وإن أعاده بعد أيام النحر .

(۱/۲۴۵ ، كتاب المناسك ، الباب الثامن في الجنايات ، الفصل الخامس)

ما في " البحر الرائق " : (أو طاف للركن محدثا) أي يلزمه شاة لترك الطهارة ؛ لأنه أدخل نقصًا في الركن فصار كترك شوط منه . ... فإن أعاده فلا دم عليه فيهما مطلقا .

(۳/۳۲ ، ۳۳ ، كتاب الحج ، باب الجنايات ، ط : دار الكتب العلمية ، كذا في الهداية=

طوافِ زیارت سے پہلے عورت کو حیض یا نفاس آجائے

مسئلہ (۱۰۲): طوافِ زیارت سے قبل اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے، اور اُس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اِس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہوکر طوافِ زیارت کر سکے، تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اِس کی کوشش کرے کہ اُس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے، تاکہ وہ پاک ہوکر طوافِ زیارت ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جا سکے، لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہوجائیں، اور پاک ہونے سے پہلے اُس کا سفر ناگزیر ہوجائے، تو ایسی حالت میں وہ طوافِ زیارت ادا کرسکتی ہے، یہ طوافِ زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہوجائے گی، لیکن اُس پر ایک بَدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطورِ دمِ جنایت، حدودِ حرم میں لازم ہوگی۔ (۱)

=: ۱/۲۷۲ ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، غنیة الناسک :ص/۳۵۰ ، ۳۵۱ ، الفصل الساع في ترک الواجب ، المطلب الأول في ترک الواجب في طواف الزيارة)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : قوله : (فلا دم عليه فيهما) أي في الطواف جنبا أو محدثا . وقوله : (مطلقا) الظاهر أن المراد به في أيام النحر أو بعدها لكنه خاص في الطواف محدثا بدليل ما بعده ، وعبارة الهداية : ثم إذا أعاده وقد طاف محدثا لا ذبح عليه وإن أعاده بعد أيام النحر ؛ لأن بعد الإعادة لا تبقى إلا شبهة النقصان . اهـ . (۳/۳۲ ، کتاب الحج ، باب الجنايات) (فتاویٰ رحیمیہ :۸/ ۱۰۹، احسن الفتاویٰ :۴/ ۵۳۵، قاموس الفقہ :۳/ ۱۴۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " العناية على هامش الهداية " : (ولو طاف طواف الزيارة محدثا فعليه شاة) ؛ لأنه أدخل النقص في الركن فكان أفحش من الأول فيجبر بالدم (وإن كان جنبا فعليه =

مکہ مکرمہ سے رخصتی کے وقت طوافِ وداع یا نفل

مسئلہ (۱۰۳): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حج کی طرح عمرہ ادا کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصتی کے وقت طوافِ وداع (طوافِ صدر) ضروری ہے، نیز حج یا عمرہ کے لیے جانے والے شخص کو حرم شریف میں ''تحیۃ المسجد'' کے نفل پڑھنا ضروری ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ طوافِ وداع صرف حج میں واجب ہے[۱]، عمرہ میں نہیں[۲]، اور حرم شریف کی ''تحیۃ المسجد'' نفل نماز نہیں بلکہ طواف ہے۔[۳]

=بدنة) ... وكذا إذا طاف أكثره جنبا أو محدثا ؛ لأن أكثر الشيء له حكم كله .

(۵۲/۳ ، بدائع الصنائع : ۳۰۷/۲ ، الدر المختار مع الشامية : ۴۱۵/۳)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/۴۶، حج وعمرہ کے مسائل، دسواں فقہی سمینار، تجویز نمبر:۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما واجبات الحج فخمسة : السعي بين الصفا والمروة ... ... وطواف الصدر . (۸۱/۳ ، كتاب الحج ، فصل في واجبات الحج ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، فتح القدير : ۳۹۷/۲ ، كتاب الحج)

ما في '' إرشاد الساري '' : قوله : (وهو) أي طواف الصدر (واجب) أي على الآفاقي دون المكي . (ص/۲۰۲)

(۲) ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما طواف الصدر فلا يجب على المعتمر .

(۲۲۷/۲ ، كتاب الحج)

ما في '' إرشاد الساري '' : (وهذه الأطوفة الثلاثة) من القدوم والزيارة والصدر (في الحج) أي في حقه خاصة . (ص/۲۰۲)

ما في '' غنية الناسک '' : هو واجب على كل حاج آفاقي مفرد أو قارن أو متمتع=

معمولی عذر کی بنا پر رمی کا نائب بنانا

مسئلہ (۱۰۴): رمیٔ جمرات کے سلسلے میں عام طور پر آج کے زمانے میں حجاجِ کرام میں یہ بات رَواج پارہی ہے کہ وہ معمولی اَعذار، بلکہ بغیر کسی عذر کے بھی خود رَمی کو نہیں جاتے، اور دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، جب کہ تمام علماء اِس پر متفق ہیں کہ اِس صورت میں حج کا ایک واجب ترک ہوجاتا ہے، اور یہ نیابت شرعاً معتبر نہیں ہے، اور ایسا کرنے والے پر دَم واجب ہے [1]، ہاں! وہ لوگ جو جمرات تک چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے، یا بہت مریض اور کمزور ہیں، ایسے لوگوں کے لیے نائب بنانا جائز ہے [2]، نیز محض اِزدِحام عذر نہیں ہے، اِس کا بہتر حل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس اِزدِحام میں جا کر رَمی کرنے کا متحمل نہیں، تو وہ وقتِ مسنون کے بعد وقتِ جواز، بلکہ زیادہ دُشواری میں، وقتِ کراہت میں بھی رَمی کرسکتا ہے، اُس کے لیے یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔ [3]

= بشرط كونه مدركا مكلفا غير معذور فلا يجب على معتمر . اهـ . (ص/۲۴۶ ، باب طواف الصدر) (معلم الحجاج:ص/۱۹۶،۱۹۷)(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۳۳۴/۵،جدید ایڈیشن)

(۳) ما في '' رد المحتار '' : إن تحية هذا المسجد بخصوصه هو الطواف .

(۵۰۳/۳ ، كتاب الحج ، مطلب في دخول مكة ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في '' إرشاد الساري '' : وكذا إذا دخل المسجد مَن عليه فرض أو غيره فصلى ذلك فإنه قام مقام صلاة تحية المسجد ، وذلك لأن تحية هذا المسجد الشريف بخصوصية هو الطواف . اهـ . (ص/۲۰۲ ، باب أنواع الأطوفة ، السادس : طواف تحية المسجد ، غنية الناسك :ص/۱۴۰ ، باب في ماهية الطواف الخ) (مسائل حج:ص/۸۱،مفتی بیمات)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " البحر الرائق " : وواجباته أعني التي يلزم بترک واحد منها دم انشاء الإحرام من الميقات .... ورمي الجمار . (۵۳۹/۲ ، الدر المختار مع الشامية :۴۱۵/۳ ، بدائع الصنائع :۳۱۶/۲ ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴۵۹/۱ – ۴۶۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : رمي الجمار واجب كما عرفنا فإن تأخر من وقته أو فات وجب دم . (۲۲۶۲/۳) (فتاویٰ محمودیہ:۴۳۳/۱۰،باب الجنایات،ط:کراچی)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال : (والمريض الذي لا يستطيع رمي الجمار يوضع الحصى في كفه حتى يرمي به) لأنه فيما يعجز عنه يستعين بغيره ، وإن رمى عنه أجزأه بمنزلة المغمى عليه ، فإن النيابة تجري في النسک كما في الذبح . (۷۹/۴ ، بدائع الصنائع :۹۱/۳)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وتجوز الإنابة في الرمي لمن عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو حبس أو كبر سن أو حمل المرأة ، فيصح للمريض بعلة لا يرجى زوالها قبل انتهاء وقت الرمي وللمحبوس وكبير السنّ والحامل أن يؤكّل عنه من يرمي عنه الجمرات كلها .

(۲۲۵۴/۲ ، الموسوعة الفقهية :۱۶۶/۲۳)

ما في " البحر العميق " : والعاجز عن الرمي يستنيب من يرمي عنه ولا شيء عليه ، ويصح رمي النائب عن المستنيب قبل أن يرمي عن نفسه كأصل الحج . (۱۶۹۸/۳ ، كيفية الرمي)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : واستُدِلّ لجواز الرمي ثاني أيام التشريق قبل الزوال لمن كان من قصده النفر إلى مكة بما ذكروا أنه لرفع الحرج عنه ، لأنه لا يصل إلا بالكيل ، وقد قوّى بعض المتأخرين من الحنفية هذه الرواية توفيقًا بين الروايات عن أبي حنيفة ، والأخذ بهذا مناسب لمن خشي الزّحام ودعته إليه الحاجة ، لا سيما في زمننا . (۱۵۸/۲۳ ، وقت الرمي وعدده)

ما في " البحر العميق " : وفي المحيط : للرمي أوقات ثلاثة يوم النحر وثلاثة أيام من التشريق ، أولها : يوم النحر وقت الرمي فيه : ثلاثة أنواع : مكروه ومسنون ، ومباح ، فما بعد طلوع الفجر إلى طلوع الشمس وقت مكروه ، وما بعد طلوع الشمس إلى زوالها وقت مسنون ، وما بعد الزوال إلى غروب الشمس وقت مباح ، والليل وقت مكروه بغير عذر أما بعذر فلا يكره . اهـ .

(۱۶۶۷/۳ ، الباب الثاني عشر الخ)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص/۴۴،۴۵،حج وعمرہ کے مسائل،دسواں فقہی سمینار،تجویز:۵،۶)

رَمی، ذبح اور حلق میں ترتیب

مسئلہ (۱۰۵): حنفیہ کے قولِ راجح کے مطابق ۱۰/ ذی الحجہ کے مناسک میں رَمی، ذَبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے، اور صاحبین واکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے، جس کی خلاف ورزی سے دَم واجب نہیں، حجاج کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھیں، تاہم اِزدِحام اور مَوسم کی شدت، اور مذبح کی دُوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں، تو دَم واجب نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الحج : هو ما يطلب فعله ويحرم تركه ، لكن لا تتوقف صحة الحج عليه ، ويأثم تاركه ، إلا إذا تركه بعذر معتبر شرعًا ، ويجب عليه الفداء بجبر النقص . وواجبات الحج قسمان : القسم الأول : الواجبات الأصلية – التي ليست تابعة لغيرها .... ثانيًا : رمي الجمار .... ثالثًا : الحلق والتقصير : .... اتفق جمهور العلماء على أن حلق شعر الرأس أو تقصيره واجب من واجبات الحج ، وهو مذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ....

واجبات الحج التابعة لغيرها : .... تاسعًا : ترتيب أعمال يوم النحر : ۸۴ – يفعل الحاج بمنى يوم النحر ثلاثة أعمال على هذا الترتيب : رمي جمرة العقبة ، ثم ذبح الهدي إن كان قارنًا أو متمتعًا . ... ثم الحلق أو التقصير .... والأصل في هذا الترتيب هو فعله ﷺ : عن أنس بن مالك رضي الله عنه : " أن رسول الله ﷺ رمى جمرة العقبة يوم النحر ، ثم رجع إلى منزله بمنى فدعا بذبح فذبح ، ثم دعا بالحلاق فأخذ بشقّ رأسه الأيمن .... الحديث . (۱۷/۵۳ ، ۵۴ ، ۵۷ ، ۵۹ ، ۶۰، واجبات الحج)=

احرام کھولنے کے لیے عورت کتنے بال کاٹے؟

مسئلہ (۱۰۶): احرام کھولتے وقت عورت کے لیے سر کے چوتھائی حصے کے بالوں میں سے اُنگلی کے ایک پورے کے برابر بال کٹوانا واجب ہے، ورنہ دَم واجب ہوگا، اور سر کے تمام بالوں میں سے ایک پورے کے برابر بال کٹوانا افضل ہے۔ (۱)

=وفيه أيضًا : حكم هذا الترتيب : ٨٥ – مع اتفاقهم على مشروعية هذا الترتيب فقد اختلفوا فيه : .... فذهب الحنفية والمالكية ورواية عن أحمد إلى وجوب ترتيب أعمال يوم النحر على تفصيل فيه ، أخذ كل منهم به للتوفيق بين الأدلة ، وذهب الشافعي والصاحبان ورواية عن أحمد إلى أن الترتيب سنة . ... فذهب الحنفية إلى وجوب الترتيب بين أعمال منى حسب الوارد . اهـ . (۱۷/ ۱/ ٦۱ ، حكم هذا الترتيب)

ما في " غنية الناسک " : وأما ترک الواجبات بعذر فلا شيء عليه فيه ، ثم مرادهم بالعذر ما يكون من الله تعالى فلو كان من العباد فليس بعذر ...... بخلاف ما إذا منعه خوف الزحام فإنه من الله تعالى فلا شيء عليه . اهـ . (ص/۳۰۸ ، باب الجنايات ، مقدمة في ضوابط ينبغي حفظها لعموم نفعها في الفصول الآتية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (أو قدم نسكا على آخر) فيجب في يوم النحر أربعة أشياء : الرمي ، ثم الذبح لغير المفرد ، ثم الحلق ، ثم الطواف ، لكن لا شيء على من طاف قبل الرمي والحلق ، نعم يكره . لباب . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فيجب الخ) لما كان قوله : " أو قدم الخ " بيانًا لوجوب الدم بعكس الترتيب – فرع عليه أن الترتيب واجب مع بيان ما يجب ترتيبه وما لا يجب . فافهم . (۳/۵۸۸ ، باب الجنايات ، ط : بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۵۰۴، ط: میرٹھ، منتخباتِ نظام الفتاویٰ: ۱/ ۱۵۷، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ۴۵، حج وعمرہ کے مسائل، دسواں فقہی سمینار، تجویز: ۷)

الحجة على ما قلنا :=

ہر عمرہ کے وقت نئی چادر کا استعمال

مسئلہ (١٠٧): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک سے زائد عمرے کرے، تو اُسے ہر عمرے کے وقت احرام کے لیے نئی چادروں کا استعمال ضروری ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ایک ہی احرام کے کپڑے (چادروں) میں ایک سے زائد عمرے کرنا جائز ہے، ہر عمرے کے لیے مستقل نئے کپڑے کا استعمال ضروری نہیں ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ ہر عمرے کے وقت احرام کے لیے نئے کپڑے استعمال کیے جائیں۔ (١)

نوٹ: احرام: حج یا عمرہ کی نیت کو کہا جاتا ہے، جس کے بعد تلبیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں، یہ غلط ہے، بلکہ چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں۔ (٢)

=(١) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ثم قصّر) بأن يأخذ من كل شعرة قدر الأنملة وجوبا ، وتقصير الكل مندوب ، والربع واجب . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (بأن يأخذ الخ) قال في البحر : والمراد بالتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس شعر ربع الرأس مقدار الأنملة . كذا ذكره الزيلعي . ومراده أن يأخذ من كل شعرة مقدار الأنملة كما صرح في المحيط .... وفي الشرنبلالية : يظهر لي أن المراد بكل شعرة : أي من شعر الربع على وجه اللزوم ومن الكل على سبيل الأولوية . (٣/٤٧٤ ، ط: سعيد ، و:٣/٥٣٤ ، ٥٣٥ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة ، ط: دار الكتب العلمية)

ما في " غنية الناسک " : فأقل الواجب في التقصير قدر الأنملة من جميع شعر ربع الرأس كما صرح به في اللباب .... وكذا ينبغي أن يزيد في تقصير الكل على قدر الأنملة ليستوفي قدر الأنملة من كل شعرة برأسه فيستوفي قدر المندوب بيقين . (ص/٢٢٦ ، فصل في الحلق ، إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري :ص/٣٢٣ ، باب مناسک منى ، فصل=

....

....

....

....

....

....

= في الحلق والتقصير)

(معلم الحجاج: ص/۱۸۲، مع حاشیہ: ۱، شبیر محمد، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۷۸۷۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويلبس ثوبين : إزار ورداء جديدين أو غسيلين ، والجديد أفضل . كذا في فتاوى قاضي خان . (۱/۲۲۲ ، كتاب المناسك ، الباب الثالث في الإحرام، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱/۲۸۴ ، كتاب الحج)

ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : ويستحب أن يكون الإزار والرداء جديدين أو مغسولين طاهرين ، وأن يكونا أبيضين . (۱/۵۵۷ ، ما يطلب من مريد الإحرام قبل أن يشرع فيه ، غنية الناسك :ص/۸۴ ، فصل في واجبات الإحرام وسننه ونحو ذلك ، بدائع الصنائع :۳/۱۰۹ ، كتاب الحج ، فصل في بيان سنن الحج والترتيب في أفعاله ، ط: بيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۸۵۸۱)

(۲) ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : الإحرام معناه في الشرع : نية الدخول في الحج والعمرة .... الحنفية قالوا : الإحرام هو التزام حرمات مخصوصة ويتحقق بأمرين : الأول : النية ، والثاني : اقترانها بالتلبية . اهـ . (۱/۵۵۵ ، كتاب الحج ، مواقيت الإحرام ، الركن الأول من أركان الحج : الإحرام ، تعريفه ، ط : احياء التراث)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والإحرام في اصطلاح الفقهاء يراد به عند الإطلاق – الإحرام بالحج أو العمرة . (۲/۱۲۸ ، إحرام ، غنية الناسك :ص/۸۲ ، باب الإحرام ، فصل في ماهية الإحرام وشرائطه) (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۵۴، چہل مسائلِ حج)

عورت کے لیے ایامِ عدت میں حج وعمرہ

مسئلہ (۱۰۸): سفرِ حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اور اُس نے ابھی اِحرام نہیں باندھا ہے، اور اُس کے لیے وطن واپسی ممکن ہے، تو وہ اپنے وطن واپس جاکر عدت گزارے [۱]، اور اگر اِحرام باندھ چکی ہے، یا واپسی کا سفر دُشوار ہے، تو وہ ایامِ عدت میں حج وعمرہ اَدا کرلے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإن كان من الجانبين مسيرة سفر فإنه ينظر إن كان في المصر فليس لها أن تخرج حتى تنقضي عدتها في قول أبي حنيفة ، وإن وجدت محرمًا ، وفي قولهما جاز أن تخرج إذا كان معها محرمٌ ، ولا تخرج بغير محرم بالإجماع .

(۲/۴۳۵ ، كتاب الحج) (انوارِ رحمت:ص/۶۷،شکل:۷)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما شرائط فرضيته نوعان : نوع يعم الرجال والنساء ، ونوع يخص النساء ، وأما الذي يخص بالنساء فشرطان : أحدهما أن يكون معها زوجها أو محرم لها . والثاني – أن لا تكون معتدة عن طلاق أو وفاة .

(۳/۵۴ ، كتاب الحج ، فصل في شرائطه)

(۲) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعدًا وبينها وبين مكة دون ذلك فعليها أن تمضي عليها .(۲/۱۴۹ ، ۱۵۰ ، كتاب الحج ، الفصل الأول)

ما في " البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق " : وإن كان بائنا أو مات عنها .... وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر وإلى منزلها مدت سفر مضت إلى مكة.

(۱/۴۱۰ ، الباب الثالث في مناسك الحج ، نوازل فقهية معاصرة :ص/۲۱۰ ، ۲۱۱ ، وفاة الزوج في سفر الحج)

(جدید فقہی مسائل:۲/۲۰۳،۲۰۴، انوارِ رحمت:ص/۶۲، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص/۴۶، حج وعمرہ کے مسائل، دسواں فقہی سمینار، تجویز:۱۱، المسائل المهمة فیما ابتلت بہ العامة:۳/۱۸۴، مسئلہ نمبر:۱۳۳)

عورتوں کو قیام گاہ پر ہی نماز پڑھنا چاہیے

مسئلہ (۱۰۹): مسجد حرام تمام مسجدوں سے افضل ہے[۱]، اُس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے[۲]، لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے، نوافل کا ثواب اِتنا نہیں، نوافل گھر (قیام گاہ) میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح یہ ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے، عورتوں کو نہیں ہوتا، اُن کو اپنے گھر (قیام گاہ) میں نماز پڑھنی افضل ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن أوّل بيت وُّضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعٰلمين ○ فيه اٰيٰت بيِّنٰتٌ مقام ابراهيم ومن دخله كان اٰمنا ، وللّٰه على الناس حِجُّ البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . (سورة آل عمران : ۹٦ ، ۹۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والمسجد الحرام هو أول مسجد وضع للناس في الأرض للتعبد فيه قال تعالى : ﴿إن أوّل بيت وُّضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعٰلمين﴾ .... ولذلک كان أفضل المساجد فهو قبلة المصلين وكعبة الزائرين وفيه الأمن والأمان . وعن أبي ذر رضي الله عنه قال : قلت : يا رسول اللّٰه ! أي مسجد وضع في الأرض أول ؟ قال : " المسجد الحرام " . قلت : ثم أي ؟ قال : " المسجد الأقصى " . قلت : كم كان بينهما ؟ قال : " أربعون سنة ، ثم أينما أدركتک الصلاة بعد فصلّه فإن الفضل فيه .

(۳۷/۱۹۷ ، ۱۹۸ ، مسجد)

(۲) ما في " روح المعاني " : (مباركا) أي كثير الخير لما أنه فيه يضاعف فيه ثواب العبادة قاله ابن عباس . (۹/۴ ، سورة آل عمران ، الآية/۹٦)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " الدر المنثور في التفسير المأثور " : وأخرج البيهقي في الشعب عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " الصلوة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام ، والجمعة في مسجدي هذا أفضل من ألف جمعة فيما سواه إلا المسجد الحرام ، وشهر رمضان في مسجدي هذا أفضل من ألف شهر رمضان فيما سواه إلا المسجد الحرام " . وأخرج البزار وابن خزيمة والطبراني والبيهقي في الشعب عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : " فضل الصلاة في المسجد الحرام على غيره مائة ألف صلاة ، وفي مسجدي ألف صلاة ، وفي مسجد بيت المقدس بخمس مائة صلاة " .

(۲/ ۹۵ ، ۹۶ ، سورة آل عمران ، الآية/ ۹۶ ، تفسير المظهري : ۲/ ۹۵، ۹۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد أجمع الفقهاء على أن مكة المكرمة والمدينة المنورة هما أفضل بقاع الأرض ، ثم اختلفوا في أيهما أفضل ؟ فذهب جمهور الفقهاء – ومنهم الحنفية والشافعية والحنابلة وهو قول عند المالكية – إلى أن مكة المكرمة أفضل من المدينة المنورة لوجوه عددها العلماء : .... الثاني عشر : الصلاة في المسجد الحرام بمكة تعدل مائة ألف صلاة وليس مثل ذلک في مسجد النبي ﷺ في المدينة أو غيره من المساجد . (۳۲/ ۱۵۴ ، ۱۵۵ ، فضائل ، رابعًا : فضل بعض الأمكنة على بعض)

(۳) ما في " تفسير المظهري " : وروى ابن الجوزي عن جابر مرفوعًا بلفظ : " وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة " . لكن أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله يقولان : هذا الفضل محمول على الصلوات المكتوبات خاصة دون النوافل لحديث زيد بن ثابت قال: قال رسول الله ﷺ : " أفضل الصلاة صلاة المرأ في بيته إلا المكتوبة " . متفق عليه .

(۲/ ۹۶ ، سورة آل عمران ، الآية/ ۹۶) (معلم الحجاج: ص/ ۱۲۸، ط: ادارہ اسلامیات کراچی)

حرم شریف میں داخل ہوتے وقت دعا میں ہاتھ اُٹھانا

مسئلہ (۱۱۰): جب مسجد حرام میں داخل ہو، اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑے، تو تین مرتبہ ’’اللہ اکبر‘‘ اور تین مرتبہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کہے، اس وقت احناف کے نزدیک رفعِ یدین (ہاتھ اُٹھانا) نہیں ہے، نہ تو دعا کے لیے، نہ تکبیر تحریمہ کی طرح، ہاں! البتہ اس موقع پر (بغیر ہاتھ اُٹھائے) دعا ضرور کرے، کہ وہ قبولیتِ دعا کا موقع ہے، اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وذهب الحنفية في المذهب والمالكية إلى أنه لا يرفع يديه عند رؤية البيت ، قال القاري في شرحه : لا يرفع ، ولو حال دعائه ؛ لأنه لم يُذكر في المشاهير من كتب أصحابنا ، قال السُّرُوجِي : المذهب تركه ، وصرّح الطحاوي بأنه يُكره عند أئمتنا الثلاثة . (۴۵/۲۶۸ ، يد ، رفع اليدين عند رؤية البيت الحرام)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قوله : (وإذا دخل مكة بدأ بالمسجد) الحرام .... (وحين شاهد البيت كبر) ثلاثا ، ومعناه : اللّٰه أكبر من الكعبة (وهلّل) لئلا يقع نوع شرك . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وهلل) عبارة الفتح : كبر وهلل ثلاثا . وعبارة ابن الشلبي : كبر ثلاثا وهلل ثلاثا .

(۳/۵۰۲ ، ۵۰۳ ، كتاب الحج ، مطلب في دخول مكة ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” رد المحتار “ : **تنبيه** : قال في اللباب : ولا يرفع يديه عند رؤية البيت ، .... قال القاري في شرحه : أي لا يرفع ولو حال دعائه ؛ لأنه لم يذكر في المشاهير من كتب أصحابنا، بل قال السروجي : المذهب تركه ، وصرح الطحاوي بأنه يكره عند أئمتنا الثلاثة.

(۳/۵۰۳ ، كتاب الحج ، مطلب في دخول مكة)

(تحفة الألمعي :۳/۲۵۲ ، حديث :۸۴۶ ، كتاب الحج ، باب ما جاء في كراهية رفع اليدين عند رؤية البيت ، ط : مكتبه حجاز ديوبند)

مسجد نبوی میں مسلسل چالیس نمازوں کی ادائیگی

مسئلہ (۱۱۱): مسجد نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں پڑھنا، نہ حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے، نہ عمرہ کرنے والے کے لیے، اور نہ کسی اور کے لیے، بلکہ یہ صرف فضیلت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ جس کو توفیق عنایت فرمادیں اس کے لیے سعادت اور خوش نصیبی کی چیز ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ-''جو شخص میری مسجد (مسجد نبوی) میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ اُس کی کوئی نماز نہ چھوٹے، تو اس کے لیے دوزخ سے براءت وحفاظت اور عذابِ الٰہی سے نجات لکھ دی جاتی ہے، اور وہ نفاق سے بَری (پاک وصاف) ہوجاتا ہے، لہٰذا حجاج ومعتمرین اس کا اہتمام تو کریں، لیکن اُسے فرض وضروری نہ سمجھیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مسند أحمد '' : عن أنس بن مالک ، عن النبي ﷺ أنه قال : '' من صلى في مسجدي أربعين صلاة لا يفوته صلاة كتبت له براء ة من النار ، ونجاة من العذاب ، وبريء من النفاق '' .

(۱۰/ ۵۰۳ ، حديث : ۱۲۵۲۱ ، مسند أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه ، ط : دار الحديث القاهرة)

ما في '' مجمع الزوائد '' : عن أنس بن مالک ، عن النبي ﷺ قال : '' من صلى في مسجدي أربعين صلاة لا تفوته صلاة كتبت له براء ة من النار ، ونجاة من العذاب ، وبريء من النفاق '' . قلت : روى الترمذي بعضه ، رواه أحمد والطبراني في الأوسط ، ورجاله ثقات. (۴/ ۸ ، باب فيمن صلى بالمدينة أربعين صلاة ، ط : دار الفكر بيروت ، و:۳/ ۵۰۸ ، حديث : ۵۸۷۸ ، كتاب الحج ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الترغيب والترهيب :۳/ ۱۰۶ ، المعجم الأوسط للطبراني :۴/ ۱۲۷ ، حديث : ۵۴۴۴ ، ط : بيروت) (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۳/ ۴۷۴، ۴۷۵،مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۶۱، فتاویٰ فریدیہ:۴/ ۳۶۶، فتاویٰ عثمانی:۲/ ۲۲۳)

کتاب الأضحیة

قربانی کے مسائل

قربانی شریعت میں متعین ہے!

مسئلہ(۱۱۲): بعض ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی شریعت میں متعین نہیں، بلکہ اختیاری ہے، کہ اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بکرا، مینڈھا وغیرہ- جو چاہے کرے، اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس اختیار کی بنا پر اشیاء مذکورہ (اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بکرا، اور مینڈھا وغیرہ) کے سبھی افراد، واجب کے (افراد) ہیں، اس کو واجبِ مخیَّر کہتے ہیں، یعنی کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے[۱]، لیکن ان میں سے کسی ایک کو منع کرنا اور اُسی پر پابندی لگانا ایک واجبِ شرعی کو منع کرنا ہے، اور یہ دین میں کھلی مُداخلَت ہے، جو کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔[۲]

ہماری ریاست - ریاستِ مہاراشٹر- میں حکومتِ وقت نے گائے اور اُس کی نسل (بیل، بچھڑے کے ذبیحہ) پر پابندی لگا رکھی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ان جانوروں کی قربانی نہ کریں[۳]، بلکہ بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ، بھینس اور اونٹ کی قربانی کریں، اور اگر کرنا ہی ہے، تو اُن ریاستوں میں کریں، جہاں اِن جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی نہیں ہے[۴]، تا کہ فتنہ وفساد، قتل وقتال اور شورش برپا نہ ہو[۵]، پھر بھی، اس کے باوجود اگر کسی نے (گائے، بیل اور بچھڑے کی قربانی) کرلی، تو قربانی صحیح ہو جائے گی، اور فریضہ ادا ہو جائے گا۔[۶]

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذ قال موسى لقومه إن اللّٰه يأمركم أن تذبحوا بقرة﴾ . (سورة البقرة : ٦٧) وقوله تعالى : ﴿ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين﴾ .

(سورة الأنعام : ۱۴۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة أن النبي ﷺ دخل عليها وحاضت بسرف قبل أن تدخل مكة وهي تبكي ، فقال : ما لک ؟ أنفست ؟ قالت : نعم ، قال : إن هذا أمر قد كتبه اللّٰه على بنات آدم ، فاقضي ما يقضي الحاج غير أن لا تطوفي بالبيت ، فلما كنا بمنى أتيت بلحم بقر فقلت : ما هذا ؟ قالوا : ضحى رسول اللّٰه ﷺ عن أزواجه بالبقر " .

(۸۳۲/۲ ، باب الأضحية للمسافر والنساء ، ط: قديمي ، بدائع الصنائع :۵/۷۰ ، فصل أما محل إقامة الواجب ، البحر الرائق :۸/۱۷۴ ، تكملة فتح القدير :۸/۴۲۹ ، ط : رشيديه)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما قال : " كنا مع رسول اللّٰه ﷺ في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في البقرة سبعة ، وفي البعير سبعة " .

وعن جابر رضي اللّٰه تعالى عنه قال : " نحرنا مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم بالحديبية – البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة ..... " الحديث .

(۲۷٦/۱ ، باب ما جاء في الاشتراک في الأضحية ، ط : سعيد ، اعلاء السنن: ۲۰۵/۱۷ ، كتاب الأضاحي ، باب أن البدنة عن سبعة ، ط : إدارة القرآن كراچي)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تبديل لكلمات اللّٰه ذلک هو الفوز العظيم﴾ . (سورة يونس :٦۴) وقوله تعالى : ﴿ولا مبدّل لكلمات اللّٰه﴾ . (سورة الأنعام :۳۴) وقوله تعالى : ﴿وتمت كلمة ربک صدقا وعدلا لا مبدّل لكلماته﴾ . (سورة الأنعام :۱۱۵)

(۳) ما في " فيض القدير " : " طاعة الإمام حق على المرء المسلم ما لم يأمر بمعصية اللّٰه ، فإذا أمر بمعصية اللّٰه فلا طاعة له " .

(۳۸۵۴/۷ [حديث : ۵۲۴٦] ، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز ، رياض)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن يعظّم شعآئر اللّٰه فإنها من تقوى القلوب﴾ . =

. . . .

=(سورة الحج : ٣٢) وقوله تعالى : ﴿والبُدن جعلنٰها لكم من شعآئر اللّٰه لكم فيها خير﴾ .
(سورة الحج : ٣٦)

(٥) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والفتنة أشد من القتل﴾ . (سورة البقرة : ١٩١) وقوله تعالى : ﴿ولا تسبُّوا الذين يدعون من دون اللّٰه فيسُبُّوا اللّٰهَ عدوا بغير علم﴾ .
(سورة الأنعام : ١٠٩)

ما في " تفسير المظهري " : ان الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها ؛ لأن ما يؤدي إلى الشر شرٌّ . (٣/٢٧٦ ، سورة الأنعام : ١٠٩ ، ط: احياء التراث العربي)
(روح المعاني : ٧/٢٥٢)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : قاعدة [١٤٤] : ﴿دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلىٰ مِنْ جَلْبِ الْمَنَافِعِ﴾ . (ص/١٧١، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/٣٢٢ ، درر الحكام : ١/٤١، المادة :٣٠ ، قواعد الفقه :ص/٨١، قاعدة :١٣٣، جمهرة القواعد الفقهية : ٢/٧٣٣، قاعدة: ١٩٨ ، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي :ص/١٩١، القواعد الفقهية : ص/١٧٠ ، شرح القواعد: ص/٢٠٥، القواعد الكلية والضوابط الفقهية :ص/١٨٢)

(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ .
(سورة البقرة : ٢٩)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الإبَاحَةُ .
(ص/١١٧، قاعده : ٣٠ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/٢٥٢ ، الأشباه والنظائر للسيوطي : ١/١٢١ ، القواعد الفقهية : ص/١٠٧ ، قواعد الفقه :ص/٥٩ ، القاعدة : ٣٣ ، رد المحتار : ١/١٠٥ ، مطلب ؛ المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة)

ما في " الأشباه لإبن نجيم " : هل الأصل في الأشياء الإباحة ؟ قال الحموي : ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .
(١/٢٥٢ ، القاعدة الثالثة)

(مستفاد از: قربانی کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص/۱۴۳،۱۴۴، فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۳۳۶، ۳۴۵-۳۴۷، ط: کراچی، حاشیہ فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۳۴۵-۳۴۷، امداد الاحکام: ۴/۱۹۱-۱۹۳، کتاب المسائل: ۲/۳۱۲،۳۱۳)

جیل میں قید شخص پر قربانی

مسئلہ (۱۱۳): اگر کوئی شخص جیل میں قید ہے، اور وہ مقیم اور نصاب کا مالک ہے، تو اس پر قربانی کے ایام میں قربانی کرنا واجب ہے، چاہے قید خانہ میں کرے یا کسی کو کہہ کر قید خانہ سے باہر کسی بھی جگہ پر کروائے، بہر حال اسے قربانی کرنا ضروری ہے۔[1]

بیرونِ ملک قید شخص پر قربانی

مسئلہ (۱۱۴): اگر کوئی صاحبِ نصاب مالدار شخص بیرونِ ملک (اپنے ملک سے باہر) جیل میں قید ہے، یا بیرونِ شہر (اپنے شہر سے باہر) مسافتِ سفر (ساڑھے ستہتر کلومیٹر) میں قید ہے، اور اس کی مدتِ قید پندرہ دن سے کم ہو، تو وہ مسافر ہوگا، اس پر قربانی واجب نہیں ہے، اور اگر اس کی مدتِ قید پندرہ دن یا اس سے زائد ہو، تو وہ مقیم ہوگا، اور اس پر قربانی واجب ہوگی۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وشرائطها الإسلام والإقامة واليسار) . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (واليسار الخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضًا يساويها الخ . (۴۵۳/۹ ، كتاب الأضحية ، بيروت ، الفتاوى الهندية :۲۹۲/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب الأول في تفسيرها وركنها وصفتها وشرائطها الخ) (قربانی کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص/۱۳۲، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۳۷، مسئلہ نمبر:۱۱)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأسير المسلم في أيدي الكفار إن عزم على الفرار من الأسر عند التمكن من ذلك ، وكان الكفار أقاموا به في موضع يريدون المقام فيه المدة التي تعتبر إقامة ، ولا تقصر بعدها الصلاة ، لزمه أن يتم الصلاة ، لأنه مقهور في أيديهم ، فيكون المعتبر في حقه=

حلال جانور کی ممنوعہ چیزیں

مسئلہ (۱۱۵): حلال جانور کے جن اجزاء کا کھانا ممنوع ہے، وہ یہ ہیں:

۱- دمِ مسفوح......(بہتا ہوا خون)

۲- نر اور مادہ کی پیشاب کی جگہ

۳- خصیے......(فوطے/کپورے)

۴- پاخانہ کی جگہ

۵- غُدود......(سخت گوشت/خون جم کر گُٹھلی کی شکل میں ہو جانا)

۶- مَثانہ......(پیشاب کی تھیلی)

۷- پِتّہ

۸- حرام مغز

نوٹ:- مذکورہ بالا سات چیزیں مکروہِ تحریمی ہیں، اور 'حرام مغز' حرام ہے، ان کا کھانا اور کھلانا ناجائز اور گناہ ہے، اگر ان میں سے کسی چیز کا سالن پکالیا گیا، تو وہ سالن بھی ناپاک ہو جائے گا۔(۱)

= نیتهم في السفر والإقامة ، لا نیته . اهـ . (۲۲۲/۴، صلاة الأسیر في السفر)

(قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ص/۱۳۲،محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۳۷،مسئلہ نمبر:۱۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بیان ما یحرم أکله من أجزاء الحیوان المأکول ، فالذي یحرم أکله منه سبعة : الدم المسفوح ، والذکر ، والأنثیان ، والقبل ، والغدة ، والمثانة ، والمرارة ، لقوله تعالی : ﴿ویحلّ لهم الطیّبٰت ویحرّم علیهم الخبائث﴾ . وهذه الأشیاء=

....

....

....

=السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة ، وما روي عن مجاهد أنه قال : كره رسول الله ﷺ من الشاة : الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم ، فالمراد منه كراهة التحريم .

(۶/۲۷۲ ، كتاب الذبائح والصيود ، فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان)

ما في " رد المحتار" : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : **تتمة** : ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة : الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة . بدائع . (۹/۱ ۵ ۴ ، قبيل كتاب الأضحية) (فتاوی رحیمیہ:۱۰/۸۱)

ما في " مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر " : ويكره من الشاة الحيا والخصية والمثانة والذكر والغدة والمرارة والدم المسفوح . شرح ملتقى الأبحر . وفي مجمع الأنهر : (ويكره من الشاة الحيا) مقصورًا ، وهو الفرج (والخصية والمثانة والذكر والغدة والمرارة والدم المسفوح) لما روى الأوزاعي عن واصل بن جميلة عن مجاهد قال : كره رسول الله ﷺ من الشاة الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم . اهـ .

(۴/۴۸۹ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوي على الدر المختار " : وزيد نخاع الصلب . اهـ .

(۴/۳۶۰، مسائل شتى)

ما في " تبيين الحقائق " : قال أبوحنيفة رضي الله عنه : الدم حرام وأكره الستة وذلك لقوله عز وجل : ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ [البقرة : ۱۷۳] الآية . فلما تناوله النص قطع بتحريمه ، وكره ما سواه لأنه مما تستخبثه الأنفس وتكرهه ، وهذا المعنى سبب الكراهية لقوله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبائث﴾ [الأعراف : ۱۵۷] .

(۶/۴۶۴ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

(فتاویٰ محمودیہ:۲۶/ ۲۱۷، ۲۱۸، میرٹھ، قربانی کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص/۶۴، ۶۵، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۱۰۴، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۶/ ۲۸۵،مسئلہ نمبر:۲۰۰،حلال جانور کے خصیے''فوطے'')

ایک خصیہ والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۱۶): ایک خصیہ والے جانور کی قربانی درست ہے۔[1]

ذبح کا اعتبار کب ہوگا؟

مسئلہ (۱۱۷): جانور کے گلے میں چار شہہ رگیں ہوتی ہیں:

(۱) حُلقوم: جس سے سانس لیا جاتا ہے۔

(۲) مَری: جس سے کھانا پانی اندر جاتا ہے۔

(۳-۴): دورانِ خون والی دو رگیں۔

اِن چار رگوں میں سے اگر تین رگیں کٹ جائیں، تو شرعی طور پر ذبح کا تحقُّق ہوجاتا ہے، اور جانور حلال ہوجاتا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية ، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع .

(۵/ ۲۹۹ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ، حاشية الشلبي على تبيين الحقائق : ۶/ ۴۸۲ ، ۴۸۳ ، كتاب الأضحية ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۶/ ۳۰۱، مکتبہ محمودیہ میرٹھ، محقق ومدلل مسائل قربانی: ص/ ۱۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الشامية " : أصح الأجوبة في الأكثر عنه إذا قطع الحلقوم والمرئي والأكثر من كل ودجين يؤكل وما لا فلا . (۹/ ۴۲۶ ، دار الكتب العلمية بيروت ، وزكريا ديوبند ، و: ۹/ ۳۵۶ ، كتاب الأضحية ، ط : ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : وعن أبي يوسف أنه يشترط قطع الحلقوم والمرئي وأحد =

جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہوگیا

مسئلہ (۱۱۸): اگر خریدتے وقت جانور صحیح سالم تھا، لیکن بعد میں عیب دار ہوگیا، تو مال دار پر اُس کے بجائے دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی لازم ہے، اور اگر فقیر ہے تو اُسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، دوسرے جانور کی قربانی اس پر لازم نہیں ہے۔(۱)

=والودجين ، وعن محمد لا بد من قطع الأكثر من كل واحد من هذه الأربعة .
(۳۱۰/۸ ، كتاب الذبائح ، دار الكتاب ديوبند ، الفتاوى التاتارخانية :۱۷/۳۹۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : وعن محمد رحمه الله تعالى : إذا قطع الحلقوم والمرئي والأكثر من كل ودجين يحل وما لا فلا . (۵/۲۸۷)

(کتاب المسائل:۲/ ۳۲۵، ۳۲۶، مکتبہ اسماعیل دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو اشتراها سليمة ثم تعيّبت بعيب مانع فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنيا ، وإن كان فقيرا أجزأه ذلك . (۹/۴۷۱ ، زكريا ، و: ۳۲۵/۶ ، كراچي ، و: ۹/۳۹۴ ، كتاب الأضحية ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ثم كل عيب يمنع الأضحية ففي حق الموسر يستوي أن يشتريها كذلك ، أو يشتريها وهي سليمة فصارت معيوبة بذلك العيب لا يجوز على كل حال ، وفي حق المعسر يجوز على كل حال . (۱۷/۴۳۲ ، مكتبه زكريا ديوبند ، مجمع الأنهر :۴/۱۷۳ ، كتاب الأضحية ، دار الكتب العلمية بيروت ، بدائع الصنائع :۴/۲۱۶ ، دار الكتاب ديوبند ، و زكريا ديوبند) (کتاب المسائل:۲/۳۲۰، ط: مکتبہ اسماعیل، جواہر الفقہ :۱/۴۵۰، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند، آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/ ۱۶۹، قدیم، و۵/۴۷۴، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، جدید، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/ ۹۹)

پیدائشی طور پر جانور کی دُم نہ ہو

مسئلہ (۱۱۹): جس جانور کی پیدائشی طور پر دُم ہی نہ ہو، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُس کی قربانی درست ہے، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُس کی قربانی جائز نہیں ہے، اِس لیے احتیاط اِسی میں ہے کہ اُس کی قربانی نہ کی جائے۔(۱)

شہری کا دیہات میں قربانی

مسئلہ (۱۲۰): اگر شہری شخص نے دیہات میں قربانی کا نظم کیا ہو، یا اپنے جانور پہلے ہی دیہات میں بھیج دیا ہو، تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد اُس کی قربانی درست ہوجائے گی، شہر کی نمازِ عید کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة ، قال محمد : لا يكون هذا ، ولو كان لا يجوز . وذكر في الأصل عن أبي حنيفة أنه يجوز . خانية .

(۹/۴۷۰ ، و ۹/۳۹۳ ، كتاب الأضحية ، بيروت ، ودار الكتاب ديوبند)

(کتاب المسائل:۲/ ۳۱۸، احسن الفتاویٰ: ۷/ ۵۱۷، کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ ، ط: بنگلہ اسلامک اکیڈمی دہلی، محقق ومدلل مسائل قربانی: ص/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الهداية " : وحيلة المصري إذا أراد التعجيل أن يبعث بها إلى خارج المصر فيضحي بها كما طلع الفجر . (۴/۴۳۰ ، مكتبه رشيديه جامع مسجد دهلي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : مصري أراد التعجيل أن يخرجها لخارج المصر فيضحي بها إذا طلع الفجر . (۹/۴۶۱ ، زكريا ، و: ۶/۳۱۸ ، كراچي ، و: ۹/۳۸۶ ، =

دیہات میں صبح صادق کے بعد قربانی

مسئلہ (۱۲۱): گاؤں اور دیہات میں ۱۰/ ذی الحجہ کو صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی کی اجازت ہے، حتی کہ اگر دیہات کے بعض لوگ شہر میں عید کی نماز پڑھنے جائیں، اور گھر والے اُن کی واپسی سے قبل قربانی کر دیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

=كتاب الأضحية ، دار الكتاب ديوبند ، مجمع الأنهر :۱۶۹/۴، ۱۷۰، بيروت ، البحر الرائق :۳۲۱/۸ ، بيروت ، و:۳۲۱/۹ ، كتاب الأضحية ، دار الكتاب ديوبند ، الفتاوى الهندية :۲۹۶/۵، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان ، الفتاوى التاتارخانية : ۴۲۲/۱۷ ، زكريا ، الفتاوى الولوالجية :۷۹/۳ ، دار الإيمان سهارنفور)

(فتاویٰ محمودیہ:۴۵۲/۱۷، کراچی، فتاویٰ رحیمیہ: ۴۰/۱۰، دارالاشاعت کراچی)

ما في " الشامية " : والمعتبر مكان الأضحية فلو كانت في السواد والمضحي في المصر جازت قبل الصلاة . (۴۶۱/۹ ، زكريا ، و:۳۱۸/۶ ، كراچي ، مجمع الأنهر :۱۷۰/۴، بيروت ، البحر الرائق : ۳۲۱/۹ ، زكريا ، ودار الكتاب ديوبند ، بدائع الصنائع :۲۱۳/۴ ، زكريا ، دار الكتاب ديوبند ، الهداية :۴۳۰/۴ ، رشيديه)

(کتاب المسائل:۲۹۸/۲، ۲۹۹، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۷۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو أن رجلا في أهل السواد دخل المصر لصلاة الأضحى وأمر أهله أن يضحوا عنه جاز أن يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر . (۲۹۶/۵، كتاب الأضحية – وفيه تسعة أبواب ، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان ، الفتاوى التاتارخانية :۴۲۲/۱۷ ، كتاب الأضحية ، الفصل الرابع ، مكتبه زكريا ، الفتاوى الولوالجية :۷۹/۳، كتاب الصيد والذبائح والأضحية ، الفصل الرابع في وقت الأضحية ومكانها إلى آخره ، مكتبه دار الايمان سهارنفور) (کتاب المسائل:۲۹۸/۲، مسائل قربانی، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۸۰)

کان کٹے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۲): اگر جانور کا کان تھوڑا بہت کٹا ہے، تو اُس کی قربانی درست ہے، لیکن اگر کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے، تو اُس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ (۱)

پیدائشی کان نہ ہو اس جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۳): جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں، اُس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : ومقطوع أكثر الأذن لو ذهب بعض الأذن ..... إن كان كثيرا يمنع وإن يسرًا لا يمنع . (۹/۴۶۸ ، زکریا ، و۹/۳۹۲ ، كتاب الأضحية ، دار الكتاب ديوبند ، و۶/۳۲۳ ، كراچي ، الفتاوى الهندية :۵/۲۹۷ ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ، احياء التراث العربي بيروت ، و زكريا ديوبند و رشيديه كوئٹه ، البحر الرائق:۸/۳۲۳ ، بيروت ، الفتاوى التاتارخانية :۱۷/۴۲۹ ، زكريا ديوبند)

(جواہر الفقہ :۱/۴۵۰، مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند، فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/۴۹، کراچی، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵/۴۳۶، جدید، جامع الفتاویٰ:۸/۱۷۷، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، کتاب المسائل:۲/۳۱۶،مکتبہ اسماعیل، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۱۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والسكاء التي لا أذن لها خلقة ولا تجوز مقطوعة إحدى الأذنين بكمالها والتي لها أذن واحدة خلقة . (۹/۴۶۹ ، زکریا ، و۹/۳۹۳ ، كتاب الأضحية ، دار الكتاب ديوبند ، و۶/۴۲۴ ، كراچي ، الفتاوى التاتارخانية :۱۷/۴۲۶ ، زكريا ، الفتاوى الهندية :۵/۲۹۷ ، احياء التراث العربي بيروت ، وزكريا ديوبند) (جامع الفتاویٰ:۸/۱۷۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، کتاب المسائل:۲/۳۱۷، ط:اسماعیل، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۱۱۱)

پیدائشی سینگ نہ ہو اُس جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۴): جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں، یا بچپن میں ہی اُس کے سینگ کی جگہ آگ سے جلادی گئی ہو، جس کی وجہ سے آگے سینگ نہ نکل سکے ہوں، تو اُس کی قربانی درست ہے۔ (۱)

دُم کٹے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۵): اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے، تو اُس کی قربانی درست ہے۔ (۲)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : ويضحى بالجماء هي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر . (۹/۴۶۷ ، زكريا ، و۹/۳۹۱ ، دار الكتاب ديوبند ، و: ۶/۳۲۳ ، كراچي ، الفتاوى الهندية :۵/۲۹۷ ، احياء التراث ، و زكريا)

(جامع الفتاویٰ :۸/۱۷۱، ملتان، کتاب المسائل :۲/۳۱۶، اسماعیل، محقق ومدلل مسائل قربانی :ص/۱۱۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا ذهب بعض العين ..... أو بعض الذنب ..... فإن كان الذاهب كثيرًا منع جواز الأضحية ، وإن كان الذاهب قليلا لا يمنع جواز الأضحية .

(۱۷/۴۲۹ ، زكريا ديوبند ، الشامية : ۹/۴۶۸ ، زكريا ، و ۹/۳۹۲ ، دار الكتاب ديوبند ، و۶/۳۲۳ ، كراچي ، البحر الرائق : ۹/۳۲۳ ، زكريا ، و۸/۳۲۳ ، ۳۲۴ ، دار الكتاب ديوبند ، الفتاوى الهندية : ۵/۲۹۷) (جواہر الفقہ :۱/۴۵۰، دیوبند، فتاویٰ رحیمیہ :۱۰/۴۸، کراچی، آپ کے مسائل اور اُن کا حل :۵/۴۳۷، جدید، و۴/۱۸۸، قدیم، جامع الفتاویٰ : ۸/۱۶۵، ملتان، کتاب المسائل :۲/۳۱۸، اسماعیل، محقق ومدلل مسائل قربانی :ص/۱۱۴)

مہنگے ترین جانوروں کی خریداری ایک فیشن

مسئلہ (۱۲۶): آج کل بعض لوگوں کا یہ فیشن بنتا جا رہا ہے کہ محض نام وَری اور دکھاوے کے لیے گراں قیمت/ مہنگے ترین جانور خرید کر- بڑے فخر سے اُس کی قیمت کا چرچا کر کے خوش ہوتے پھرتے ہیں،تو اس ریا کاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض ایک فریب اور غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کیا جائے، ریا کاری ودکھلاوے کا جانور کتنا ہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اُس کی کوئی قیمت نہیں۔

اور اگر بالفرض اس میں ریا کاری نہ بھی ہو،تو یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ دس لاکھ کی ایک گائے یا دو لاکھ کا ایک بکرا خریدا جائے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے اور وہ قربانی کے عنوان پر مال خرچ کرنا چاہتے ہیں،تو دس لاکھ کی ایک گائے خریدنے کے بجائے بیس عمدہ وخوبصورت گائیں، یا دو لاکھ میں ایک بکرا خریدنے کے بجائے بیس عمدہ بکرے خرید کر اللہ کے لیے قربانی کریں، اور ذرا سوچیں کہ- کتنی بڑی قربانی ہوگی، اور کتنے مستحقین تک گوشت اور جانور کی کھال پہنچے گی، فقراء ومساکین، سیلاب متأثرین اور مصیبت زدہ مسلمانوں کو کتنا فائدہ ہوگا۔ نیز ایک جانور کے جسم پر موجود بالوں کے بجائے اب بیس جانوروں کے جسم پر موجود بالوں کے برابر آپ کو نیکیاں ملیں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مقابلہ بازی اور ریا کاری ودکھاوے کا یہ فیشن ختم ہوگا۔ [۱]

....

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لن ينال الله لحومها ولا دمآء ها ولكن يناله التقوى منكم﴾ . (سورة الحج :٣٧) وقوله تعالى : ﴿ومآ أُمروآ إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾. (سورة البينة :٥) وقوله تعالى : ﴿فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحدًا﴾ .

(سورة الكهف: ١١٠)

ما في " أدب الدنيا والدين " : قال جميع أهل التاويل معنى قوله : ﴿ولا يشرك بعبادة ربه أحدًا﴾ أي لا يرائي بعمله أحداً فجعل الرياء شركاً . وقال تعالى : ﴿ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها﴾. [سورة الإسراء : ١١٠] قال الحسن البصري : لا تجهر بها رياء ولا تخافت بها حياء . (ص٨٥)

وما في " صحيح مسلم " : .... قال : " فأخبرني عن الإحسان ؟ قال : " أن تعبد الله كأنک تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراک " ... الحديث . (١/٢٦، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ ، دار احياء التراث العربي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : المخلص في الطاعة يوصل الفعل الحسن إلى نفسه ، والمرائي يبطل عمل نفسه . (١/١٢٠)

وما في " صحيح البخاري " : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " من سمع سمع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به " . متفق عليه . (حديث : ٦٤٩٩، صحيح مسلم : حديث : ٢٩٨٧[٤٨])

ما في " مرقاة المفاتيح " : درجات الرياء أربعة أقسام : الأولى وهي أغلظها – أن لا يكون مراده الثواب أصلاً كالذي يصلي بين أظهر الناس ولو انفرد لكان لا يصلي .... فهو الممقوت عند الله تعالى . (٩/٥٠٣ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة)

وما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن شداد بن أوس رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " من صلى يرائي فقد أشرک ومن صام يرائي فقد أشرک ومن تصدق يرائي فقد أشرک " .

(١٣/٢٧٦ ، حديث : ١٧٠٧٥)

ما في " الشامية " : اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالى واجب ، والرياء .... فيها حرام بالإجماع للنصوص القطعية ، وقد سمى عليه الصلاة والسلام الرياء الشرک الأصغر وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل ؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان ، والنية هي شرط لصحة الصلاة ..... الرياء الكامل المحبط للثواب من أصله كما إذا صلى لأجل الناس ولولا هم ما صلى .

(٩/٥٢٢،كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق :٨/٣٧٨ ، فصل في البيع،=

قربانی ایک عبادت ہے، کوئی ہڑبونگ نہیں

مسئلہ (۱۲۷): اسلام نے جہاں عید الاضحیٰ کے تین دنوں میں قربانی کی عبادت کو باعثِ فضیلت قرار دیا ہے (۱)، وہاں دوسرے بہت سے احکام بھی دیئے ہیں، ایک عبادت کی انجام دہی میں دوسرے احکام کو نظرانداز کرنا، بندگی کا شیوہ (طورطریق) نہیں، مثلاً: یہ حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے اور انتہائی تاکید کے ساتھ دیا ہے کہ- اپنے کسی عمل سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ (۲)، اپنے گھروں کے ماحول کو صاف سُتھرا رکھو (۳)، لوگوں کی گذرگاہوں اور راستوں کو گندا نہ کرو، بلکہ راستے میں پڑی ہوئی گندگی یا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا- ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے (۴)، لہٰذا جہاں قربانی ایک صاحبِ استطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے، وہاں اس کے ذمہ یہ بھی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ذبح شدہ جانور کی آلائشوں کو اس طرح ٹھکانے لگانے کا انتظام کرے کہ اس سے ماحول میں گندگی نہ پھیلے، اُن آلائشوں کو شارعِ عام (عام راستے) پر ڈال دینا، یا اُنہیں اِس طرح چھوڑ کر چلے جانا کہ وہ پڑی سڑتی رہیں، اور لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوں، ایک مستقل گناہ ہے (۵)، اور اس قسم کے گناہ کر کر کے عبادت انجام دینا بھی عبادت کے بنیادی مقصد سے جہالت کی دلیل ہے۔ =

= الأشباه والنظائر لإبن نجيم: ص ۱۶۱، القاعدة الأولى، الباب الخامس) (کتاب المسائل:۲/ ۲۹۹، مسائل قربانی وعقیقہ:ص/ ۲۷، بحوالہ کتاب المسائل) (محقق مدلل مسائل قربانی:ص/ ۳۴)=

= خلاصہ یہ کہ قربانی ایک عبادت ہے، کوئی ہڑ بو نگ (ہنگامہ، بدنظمی) نہیں ہے، جو قواعد وضوابط سے آزاد ہو، اور اس کے دوران نظم وضبط اور صفائی ستھرائی کے احکام وآداب کو نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس عبادت کا تو اول وآخر پیغام ہی یہ ہے کہ: ﴿إِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ .

"بے شک میری نماز، میری عبادت، اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"(۶)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم ، وإنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها ، وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض فطيبوا بها نفسا " . رواه الترمذي وابن ماجة .

عن زيد بن أرقم قال : قال أصحاب رسول الله ﷺ : يا رسول الله ! ما هذه الأضاحي ؟ قال : " سنة أبيكم ابراهيم عليه السلام " . قالوا : فما لنا فيها يا رسول الله ؟ قال : " بكل شعرة حسنة " . قالوا : فالصوف يا رسول الله ؟ قال : " بكل شعرة من الصوف حسنة " . رواه أحمد وابن ماجة . (ص/۱۲۸ ، ۱۲۹ ، مکتبہ رشیدیہ محلہ مبارک شاہ ، سہارنپور)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ، التقوىٰ ههنا ، – ويشير إلى صدره – ثلاث مرار – بحسب من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه" . رواه مسلم . (ص/۴۲۲)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن صالح بن أبي حسان قال : سمعت سعيد بن المسيب يقول : " إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظفوا " . أراه قال : " أفنيتكم ، ولا تشبهوا باليهود " . (۳/۵۳۷ ، كتاب الأدب ، حديث : ۲۷۹۹ ، بيروت)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " الإيمان بضع وسبعون شعبة ، فأفضلها قول : لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان " . متفق عليه . (ص/۱۲ ، كتاب الإيمان)=

چرمِ قربانی کی رقم سے لاوارث اَموات کی تجہیز وتکفین

مسئلہ (۱۲۸): بعض شہروں میں ایسے ٹرسٹ بھی ہیں، جو شہر اور اُس کے اَطراف میں ہونے والی لاوارث اَموات کی تجہیز وتکفین کا کام کرتے ہیں، وہ عیدِ قرباں کے موقع پر چرمِ قربانی کو جمع کرتے ہیں، اُنہیں فروخت کرتے ہیں، اور اُن سے حاصل شدہ رقم کے ذریعے اِن لاوارث اَموات کی تجہیز وتکفین کرتے ہیں، تو لاوارث اَموات کی تجہیز وتکفین یقیناً بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن اس کے لیے چرمِ قربانی کی رقم استعمال کرنا شرعاً جائز ودرست نہیں (۱)، کیوں کہ چرمِ قربانی فروخت کیے جانے کے بعد اُس کی قیمت تملیکاً (مالک بناکر) غربا ومساکین کو دینا واجب ہے، اور میت میں مالک بننے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ (۲)

=(۵) ما في " سنن أبي داود " : (عن) عبد اللّٰہ بن بریدة قال : سمعت أبي ؛ بریدة – یقول : سمعت رسول اللّٰہ ﷺ .... قال : " النخاعة في المسجد تدفنها ، والشيء تنحیه عن الطریق " . (ص/ ۷۱ ، مکتبه دار السلام سهارنپور)

(۶) (سورة الأنعام : ۱۶۳) (مقتبس از ذکر وفکر: ص/ ۱۱۶، ۱۱۷) (محقق مدلل مسائل قربانی: ص/ ۱۲۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمین وفي سبیل اللّٰہ وابن السبیل﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : فإن الصدقة تقتضي تملیکا وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق علیه . (۳/ ۱۶۱)

ما في " نتائج الأفکار تکملة فتح القدیر " : وقال ابن همام : الصدقة کالهبة لا تصح إلا بالقبض . (۹/ ۵۷)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " المغني والشرح الكبير " : وروي عن ابن عمر رضي الله عنه أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه . (۱۱/۲/۱۱) (محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/ ۵۹،مسئلہ نمبر:۳۷،طبع چہارم)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد و) لا إلى (كفن ميت وقضاء دينه) . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : قوله : (ولا إلى كفن ميت) لعدم صحة التمليک منه . (۳/ ۲۹۱ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، وزكريا)

(۲) ما في " فتح القدير " : ولا يبنى بها (الزكاة) مسجد ، ولا يكفن بها ميت لإنعدام التمليک ، وهو الركن ، فإن الله تعالى سماها صدقة ، وحقيقة الصدقة تمليک المال . (۲/۲/۲۷۲)

(محقق ومدلل جدید مسائل :۲/۱۳۴،مسئلہ نمبر:۸۵،قربانی کی کھال کی رقم رفاہی کاموں میں،کتاب الزکاۃ وصدقۃ الفطر،طبع اول،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۵۵۳۵۲)

چرمِ قربانی کی رقم سے چیریٹبل ہسپتال کی تعمیر

مسئلہ (۱۲۹): قربانی کی کھال جب تک اپنی حالت پر برقرار رہے، اُس کا خود استعمال کرنا، یا امیر وغریب میں سے کسی کو بھی مثلِ گوشت کے دینا جائز ہے [۱]، البتہ اگر اس کو فروخت کردیا جائے، تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے، اور اس کے مصرف بعینہٖ زکوۃ ودیگر صدقاتِ واجبہ کے مصرف ہیں، جن پر ایسی رقم کو تملیکاً (مالک بناکر) خرچ کرنا ضروری ہے [۲]، غریب کو اگر مالک بناکر رقم دیدی جائے، تو وہ اس سے شادی بھی کرسکتا ہے، اور اپنا علاج بھی کراسکتا ہے [۳]، مدرسے میں اس کے مصرف نادار طلبہ ہیں، جن پر تملیکاً (مالک بناکر) خرچ کرنا ضروری ہے [۴]، قربانی کی کھال کی رقم چیریٹبل ہسپتال (Charitable Hospital) کی تعمیر، یا اُس کے لیے آلات ومشینوں کی خریداری میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! اُس رقم سے دوائیں خرید کر غربا ومساکین کو دی جاسکتی ہیں، امیر ومال دار کو نہیں۔ [۵]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فکلوا منها وأطعموا البآئس الفقیر﴾ . (الحج : ۲۸)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : ولما جاز الأکل منها دل علی جواز الانتفاع بجلودها من غیر جهة البیع ، ولذلک قال أصحابنا : یجوز الانتفاع بجلد الأضحیّة ، وقال الشعبي : کان مسروق یتخذ مَسک أضحیته مصلّی فیصلي علیه . (۳/۳۱۰)

ما في " مجمع الأنهر " : ویتصدق بجلدها أو یعمله آلة کجراب أو خف أو فرو . =

....

=(۴/۴۷۱، رد المحتار: ۹/۳۹۸، البحر الرائق : ۸/۳۲۷)
(محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۶۲،مسئلہ نمبر:۳۹،چرم قربانی سے خود فائدہ اٹھانا)

ما في " بدائع الصنائع " : وقول النبي ﷺ " لا تحل الصدقة لغني " ولأن الصدقة مال تمكن فيه الخبث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به من الذنوب ، ولا يجوز الانتفاع بالخبث إلا عند الحاجة ، والحاجة للفقير لا لغني ، وأما صدقة التطوع فتجوز صرفها إلى الغني ، لأنها تجري مجرى الهبة . (۲/۴۷۶ ، كتاب الزكاة ، مصارف الزكاة)

ما في " البحر الرائق " : وقيد بالزكاة لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي ، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام : " لا تحل الصدقة لغني " خرج النفل منها ، لأن الصدقة على الغني هبة . كذا في البدائع . (۲/۴۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن الصدقة تعطى للفقراء والمحتاجين ، وهذا هو الأفضل كما صرح به الفقراء ، وذلك لقوله تعالى : ﴿او مسكينًا ذا متربة﴾ واتفقوا على أنها تحل للغني ، لأن صدقة التطوع كالهبة فتصح للغني والفقير ، قال السرخسي : ثم التصدق على الغني يكون قربة يستحق بها الثواب . (۲۶/۳۳۲ ، صدقة ، التصدق على الفقراء والأغنياء)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء والمسٰكين والعٰملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فإن الصدقة تقتضي تمليكا وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه . (۳/۱۶۱)

ما في " المسند للإمام أحمد بن حنبل " : قوله عليه السلام : " لا تبيعوا اللحوم الهدي والأضاحي فكلوا وتصدقوا واستمتعوا بجلودها ولا تبيعوها " . (۱۲/۴۹۴)

ما في " نتائج الأفكار تكملة فتح القدير " : وقال ابن همام : الصدقة كالهبة لا تصح إلا بالقبض . (۹/۵۷)

ما في " المغني والشرح الكبير " : ورُوي عن ابن عمر رضي الله عنه أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه . (۱۱/۱۱۲)=

....

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد و) لا إلى (كفن ميت وقضاء دينه) . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : قوله : (ولا إلى كفن ميت) لعدم صحة التمليك منه .
(۲۹۱/۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، وزكريا)
ما في " رد المحتار " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة ، وهو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله لقيام الملك والقدرة على التسليم . (۳۹۸/۹ ، البحر الرائق : ۳۲۷/۸ ، تبيين الحقائق : ۴۸۶/۶، اعلاء السنن : ۲۸۰/۱۷)
(۳) ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء . (ص/۶۵۴، رقم المادة : ۱۱۹۲ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۲۰۱/۳ ، المادة : ۱۱۹۲)
(۴) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً ، إذا فرّغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب ، والحاجة داعية إلى ما لا بد منه . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج ، قوله : (لعجزه) علة لجواز الأخذ ، والمعنى أن الإنسان يحتاج إلى أشياء لا غنى له عنها ، فحينئذٍ إذا لم يجز له قبول الزكاة مع عدم اكتسابه أنفق ما عنده ومكث محتاجاً فينقطع عن الإفادة والاستفادة فيضعف الدين لعدم من يتحمله ، وهذا الفرع مخالف لإطلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمده أحد ، قلت : وهو كذلك .
(۲۵۸/۳، باب المصرف ، مجمع الأنهر : ۳۲۶/۱ ، باب بيان أحكام المصرف)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وفسر بعض الحنفية " سبيل الله " بطلب العلم ولو كان الطالب غنيًا . (۱۹۵۹/۳) (المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة : ۱۳۲/۳، مسئلہ نمبر : ۸۱، مالدار طلبا کو زکوۃ دینا)
(۵) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء والمسٰكين والعٰملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)
ما في " سنن أبي داود " : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدقة لا تحل لغني ولا لذي مرة سويٍّ " .
(ص/۲۳۱ ، كتاب الزكوة)=

=ما في " الاختيار لتعليل المختار " : مصارف الزكاة وهم الفقير وهو الذي له أدنى شيء ، والمسكين الذي لا شيء له ، والعامل على الصدقة يعطى بقدر عمله ، ومنقطع الغزاة والحاج والمكاتب يعان في فك رقبة والمديون الفقير والمنقطع من ماله .
(۱/۱۷۲ ، كتاب الزكاة ، باب مصارف الزكاة)

ما في " مجمع البحرين في ملتقى النيرين " : تصرف إلى فقير مقل ومسكين معدم وعامل على الزكاة بقدر عمله وغارم لزمه دين لا يفضل بعده نصاب وفي سبيل اللّٰه ويفسره بمنقطع الغزاة لا الحاج وابن سبيل منقطع عن ماله . اهـ . (ص/۱۹٦ ، ۱۹۷)

ما في " نور الإيضاح " : من تصرف لهم الزكاة هو الفقير وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحاً مكتسباً ، والمسكين وهو من لا شيء له والمكاتب والمديون الذي لا يملك نصاباً ولا قيمته فاضلاً عن دينه وفي سبيل اللّٰه وهو منقطع الغزاة أو الحاج وابن السبيل وهو من له مال في وطنه وليس معه مال ، والعامل عليها يعطى قدر ما يسعه وأعوانه .
(ص/۱۵۵ ، ط : المكتبة العصرية بيروت)

ما في " مجمع البحرين " : ونحرمها على من يملك قدر نصاب فاضل عن الحاجة الأصلية لا قدر الكفاية . (ص/۱۹۸ ، فصل في مصارف الزكوة)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ولا يدفعها إلى ذمي ولا إلى غني لقوله عليه السلام : "لا تحل الصدقة لغني " . (۱/۱۷۳)

ما في " نور الإيضاح " : ولا يصح دفعها لكافر وغني يملك نصاباً أو ما يساوي قيمته من أي حال كان فاضل عن حوائجه الأصلية . (ص/۱۵۵)

ما في " بدائع الصنا ئع " : لا يجوز صرف الزكاة إلى غني لا يجوز صرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة إليه كالعشور والكفارات والنذور وصدقة الفطر لعموم قوله تعالى : ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء﴾.............وقول النبي ﷺ : " لا تحل الصدقة لغني " ، ولأن الصدقة مال تمكن فيه الخبيث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به من الذنوب ولا يجوز الانتفاع بالخبيث إلا عند الحاجة والحاجة للفقير لا لغني" . (۲/۱۵۷ ، كتاب الزكاة ، مصارف الزكاة)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۲/ ۱۱۵، مسئلہ نمبر:۸٦، زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں دینا شرعاً کیسا ہے؟)
(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۵٦۴۹)

کتاب العقیقة

عقیقے سے متعلق مسائل

بچہ کے کان میں اذان واقامت کہنے کی حکمت

مسئلہ (۱۳۰): مستحب ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے الفاظ کہے جائیں (۱)، بچہ کے کان میں اذان واقامت کے کلمات کہنے کا حکم کئی حکمتوں پر مبنی ہے، مثلاً: کلماتِ اذان سے شیطان دفع ہوتا ہے، تو گویا بچہ کو شیطان کے اثر سے بچانا مقصود ہے۔ (۲)

کلماتِ اذان واقامت توحید خالص اور ایمانیات کے اقرار کے ساتھ ساتھ اسلام کے سب سے اہم رکن نماز کی دعوت پر مشتمل ہے (۳)، اسی بنا پر عالمِ عنصری میں آنے کے بعد بچہ کے پردۂ سماعت سے اِن کلمات کا گذارنا دراصل اُس کے دل کی گہرائیوں میں ایمان وعمل کے جذبات جاگزیں کرنے میں بہت مؤثر ہے۔

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : حدثني عاصم بن عبيد الله عن عبيد الله بن رافع عن أبيه قال: " رأيت رسول الله ﷺ أذّن في أذُن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة ".

(ص/۶۹۶ ، حديث :۵۱۰۵ ، قديمي ، جامع الترمذي : ۱/۲۷۸، حديث :۱۵۱۴ ، قديمي)

ما في " جامع الترمذي " : حدثنا محمد بن بشار ثنا يحي بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي قالا ثنا سفيان عن عاصم بن عبيد الله عن عبيد الله بن أبي رافع عن أبيه قال : " رأيت رسول الله ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلوة " . هذا حديث صحيح ، والعمل عليه . (۱/۲۷۸ ، أبواب الأضاحي ، باب الأذان في أذن المولود ، قديمي ، =

....

=عون المعبود: ص/۹/۲۱۷، حديث : ۵۱۰۵ ، كتاب الأدب ، باب في المولود يؤذن في أذنه [باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه] ، ط: بيت الأفكار الدولية ، تحفة المودود بأحكام المولود: ص/۲۹،۳۰ ، الباب الرابع في استحباب التأذين في أذنه اليمنى والإقامة في أذنه اليسرى)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى – أذّن بمثل أذان الصلاة ، وهذا يدلّ على سنيّة الأذان في أذُن المولود . وفي شرح السنة : روي أن عمر بن عبد العزيز رضي الله عنه كان يؤذن في اليمنى ويقيم في اليسرى إذا ولد الصبي . الخ . (۸/۸۱ ، مكتبه اشرفيه ديوبند)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : أخبرنا أبو محمد بن فراس بمكة أنا أبو حفص الجمحي نا علي بن عبد العزيز نا عمرو بن عون أنا يحي بن العلاء الرازي عن مروان بن سالم عن طلحة بن عبد اللّٰه العقيلي عن الحسين بن علي قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من ولد له مولود فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى رفعت عنه أم الصبيان " .

وفيه أيضًا : وأخبرنا علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصفار نا محمد بن يونس نا الحسن بن عمر بن سيف السّدوسي نا القاسم بن مطيب عن منصور بن صفية عن أبي سعيد عن ابن عباس أن النبي ﷺ " أذن في أذن الحسن بن علي يوم ولد ، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى " . [في هذين الإسنادين ضعف] . (۶/۳۹۰ ، حديث : ۸۶۱۹ ، ۸۶۲۰ ، باب في حقوق الأولاد والأهلين)

ما في " الشامية " : وفي حاشية البحر للخير الرملي : رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسنّ الأذان لغير الصلاة كما في أذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ، ومن ساء خُلقه من إنسان أو بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق . (۲/۶۲ ، مطلب في المواضع التي يُندب لها الأذان في غير الصلاة ، الموسوعة الفقهية : ۲/۳۷۲ ، ۳۷۳)

(۲–۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان له ضُراطٌ حتى لا يسمع التأذين " . الحديث . متفق عليه .

(۱/۲۰۷ ، كتاب الصلاة ، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن ، الفصل الأول ، حديث : ۶۵۵ ، ط: المكتب الإسلامي بيروت)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ولعل مناسبة الآية بالأذان أن الأذان أيضًا يطرد الشيطان بقوله ﷺ : " إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان له ضُراط حتى لا يسمع التأذين " الخ . والأظهر أن حكمة الأذان في الأذن أنه يطوق سمعه أول وهلة ذكر الله تعالى على وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم الأركان . (۸/۸۱ ، ۸۲، مكتبه اشرفيه ديوبند)=

شیطان سے حفاظت کی دعا ''آیتِ کریمہ''

مسئلہ (۱۳۱): مستحب ہے کہ پیدائش کے بعد بچہ کے کان میں شیطان سے حفاظت کی دعا پر مشتمل یہ آیت بھی پڑھی جائے: ﴿اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾. ''میں اُسے اور اُس کی اولاد کو شیطانِ مردود سے حفاظت کے لیے آپ کی پناہ میں دیتی/ [دیتا] ہوں۔''(۱)

بچہ کی طرف سے عقیقہ کون کرے؟

مسئلہ (۱۳۲): اصل تو یہی ہے کہ بچے کا والد اُس کے عقیقے کا انتظام کرے، لیکن اگر نانیہال والے عقیقہ کر دیں، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سرور دو عالم ﷺ نے اپنے نواسوں - حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما - کی طرف سے خود عقیقہ فرمایا۔(۲)

=(امداد الفتاوی :۱/۱۶۱، مواقع مشروعیت اذان، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۰۱، جدید ایڈیشن، المسائل المہمۃ :۶/ ۴۸، مسئلہ نمبر:۲۱، ایڈیشن ثانی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۸۲۷۵، المسائل المہمۃ: ۸/ ۳۳۸، ۳۳۹، مسئلہ نمبر:۲۱۲، کتاب المسائل:۲/ ۳۴۵، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۱۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) (سورة آل عمران :الآية/ ۳۶) (کتاب المسائل:۲/ ۳۴۶، محقق ومدلل مسائل قربانی:ص/۱۳۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي في الروضة : ويستحب أن يقول في أذنه : " إني أعيذها بک وذرّيّتها من الشيطٰن الرجيم " . (۸/ ۸۲، ط: ديوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " اعلاء السنن " : قال رسول الله ﷺ : " من ولد له غلام فليعق عنه عن الإبل أو البقر أو الغنم " . (۱۷/ ۱۲۸، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة، حديث : ۵۵۱۴، بيروت)

وما في " اعلاء السنن " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " عقّ رسول الله ﷺ عن الحسن=

بڑی عمر والوں کا عقیقہ

مسئلہ (۱۳۳): اگر کسی شخص کا عقیقہ بچپن میں نہ کیا گیا ہو، تو بڑا ہونے کے بعد اُس کا بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے، مگر وقتِ مستحب کی فضیلت اُسے حاصل نہ ہوگی (۱)، اگر ساتویں دین عقیقہ نہ کر سکیں، تو ۱۴/ رویں دن، یا ۲۱/ رویں دن کر دیں، ورنہ جب بھی عقیقہ کریں، تو دن کے اعتبار سے ساتویں دن کریں۔ (۲)

= والحسين يوم السّابع " الخ . (۱۱۵/۱۷، باب العقيقة، تحت حديث :۵۵۱۳، بيروت)

(کتاب المسائل: ۳۳۹/۲، ط: مکتبہ اساعیل، محقق و مدلل مسائل قربانی: ص/۱۳۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مصنف ابن أبي شيبة " : عن محمد [ابن سيرين] قال : " لو أعلم أنه لم يعقّ عني لعققتُ عن نفسي " .

(۳۱۹/۱۲، حديث :۲۴۷۱۸، كتاب العقيقة، ط : المجلس العلمي أفريقه)

ما في " إعلاء السنن " : عن الحسن البصري : " إذا لم يعق عنک فعقّ عن نفسک ، وإن كنت رجلا " .

(۱۳۴/۱۷، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة، تحت حديث :۵۵۱۴، بيروت)

(حاشیہ فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۱/۱۷، کراچی)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ونصّ الشافعية على أن العقيقة لا تفوت بتأخيرها لكن يستحب أن لا يؤخر عن سنّ البلوغ " . (۲۷۹/۳۰، عقيقة، وقت العقيقة)

(کتاب المسائل: ۳۴۲/۲)

(۲) ما في " إعلاء السنن " : انها إن لم تذبح في السّابع ذبحت في الرابع عشر وإلا ففي الحادي والعشرين ثم هكذا في الأسابيع .

(۱۳۱/۱۷، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة، تحت حديث :۵۵۱۴)

(بہشتی زیور اختری: ۴۲/۳، کتاب المسائل: ۳۴۱/۲، ط: مکتبہ اساعیل، محقق و مدلل مسائل قربانی: ص/۱۳۶)

بڑی عمر میں عقیقہ کرنے پر سر کے بال مونڈنا

مسئلہ (۱۳۴): اگر بڑی عمر میں عقیقہ کیا جارہا ہو، تو سر کے بال منڈوانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر یہ عقیقہ بڑی عمر کی لڑکی کا ہے، تو اس کے بال مونڈنا، جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن ابن عباس قال : " لعن النبي ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال " .

(۸۷۴/۲ ، قدیمي ، مشکوة المصابیح : ص/۳۸۵ ، قدیمي)

ما في " البحر الرائق " : وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن کان لوجع أصابها فلا بأس به ، وإن حلقت تشبه الرجال فهو مکروه .

(۳۷۵/۸ ، کتاب الکراهیة ، الفتاوی الهندیة : ۳۵۸/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وفیه : قطعت شعر رأسها أثمن ولعنت .... والمعنی المؤثر تشبه بالرجال اهـ . (درمختار) . وفي الشامیة : أي العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال ، فإنه لا یجوز کالتشبه بالنساء . (۵۸۳/۹، ۵۸۴، فصل في البیع)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۵۸۹/۱، مسئلہ نمبر: ۴۴۶، کتاب اللباس والزینۃ، ایڈیشن ثانی)

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲۲/۱۵، فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۱/۱۷)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۲۳۸/۴، قدیمی، و۴۷۸/۵، جدید)

(کتاب المسائل: ۳۴۳/۲، ۳۴۴، مکتبہ اسماعیل)

غیر ایامِ قربانی میں بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے

مسئلہ (۱۳۵): ایامِ قربانی کے علاوہ دنوں میں ایک بڑے جانور میں کئی بچوں کے عقیقے کے حصے لینے میں اختلاف ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ جس طرح ایامِ قربانی میں عقیقے کے حصے لینا جائز ہے، اسی طرح غیر ایامِ قربانی میں بھی بڑے جانور میں عقیقے کے حصے لینا درست ہے۔ (۱)

عقیقے میں دعوت کرنا ضروری نہیں

مسئلہ (۱۳۶): عقیقے میں قربانی کر کے دعوت کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ چاہیں تو کچا گوشت تقسیم کردیں، یا غرباء کو کھلا دیں، یا پکا کر گھروں میں بھجوا دیں، اور چاہیں تو مختصر دعوت کردیں، نام ونمود اور۔ ریا کاری کی نیت نہ ہو۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) (کفایت المفتی: ۸/ ۲۴۰، مکتبہ دار الاشاعت کراچی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵/ ۶۱۰، ۶۱۱، مکتبہ دار العلوم دیوبند، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴/ ۲۳۳، قدیمی، و۵/ ۴۸۶، جدید، مسائل عیدین وقربانی: ص/ ۲۰۲، ۲۰۳، مکتبہ حامد کتب خانہ کراچی، مسائل قربانی وعقیقہ: ص/ ۵۸، بحوالہ کتاب المسائل: ۲/ ۳۴۰)

(محقق ومدلل مسائل قربانی: ص/ ۱۳۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " إعلاء السنن " : ولو دعا إلیها قومًا جاز .

(۱۷/ ۱۳۳، باب أفضلیة ذبح الشاة في العقیقة ، تحت حدیث : ۵۵۱۴)

ما في " رد المحتار " : سواء فرق لحمها نیئًا أو طبخه بحموضة أو بدونها .

(۹/ ۴۸۵، مکتبه زکریا دیوبند ، و ۶/ ۳۳۶ ، کتاب الحظر والإباحة ، دار الفکر بیروت)

(کتاب المسائل: ۲/ ۳۴۲، مکتبہ اسماعیل، محقق ومدلل مسائل قربانی: ص/ ۱۳۸)

کتاب النکاح

نکاح سے متعلق مسائل

محض دست خط کر دینے سے نکاح

مسئلہ (۱۳۷): بعضے لڑکے جو بیرونِ ملک رہائش پذیر ہوتے ہیں، جب اُن کا اپنے ملک میں کسی لڑکی سے رشتہ طے ہوتا ہے اور منگنی ہو جاتی ہے، اور پھر اُس منگیتر لڑکی کو وہاں لے جانا ہوتا ہے، تو ویزا کی کارروائی کے لیے شرعی نکاح سے قبل ہی دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکا اور لڑکی نکاح نامہ پر دست خط کر دیتے ہیں، باقاعدہ نکاح نہیں پڑھوایا جاتا ہے، اور لڑکا لڑکی زبانی ایجاب وقبول بھی نہیں کرتے ہیں، تو بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا نکاح مکمل ہوگیا، اور اب وہ میاں بیوی بن گئے، جب کہ اس طرح محض نکاح نامہ پر فریقین (لڑکا لڑکی) اور گواہوں کے دست خط کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، شرعاً صحتِ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں خود، یا اُن کی طرف سے وکیل، مجلسِ نکاح میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں زبانی ایجاب وقبول کریں[1]، نیز اس طرح کی کارروائی جس میں محض میاں بیوی کے دست خط ہوں، اور شرعی نکاح نہ ہو، یہ سرکاری محکمے کو جھوٹا تأثر دینے کی ایک غلط وناجائز کوشش ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ جھوٹ اپنی ہر شکل وصورت میں گناہ ہے، اور منع ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر .... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً . (۴/۶۸– ۸۸ – ۹۱ ، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين عدولاً كانوا أو غير عدولاً . (۲/۳۰۶ ، كتاب النكاح)

ما في " شرح الوقاية " : النكاح ينعقد بإيجاب وقبول ..... وشرط سماع كل واحد منهما لفظ الآخر ، وحضور حرين أو حر وحرتين . (۲/۳-۵، كتاب النكاح)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۴/۱۰۰،مسئلہ نمبر:۷۷،نکاح کی حقیقت،طبع دوم)

ما في " بدائع الصنائع " : لا خلاف في أن النكاح ينعقد بلفظين يعبر بهما عن الماضي كقوله: زوجت وتزوجت ، وما يجري مجراه ، وإما بلفظين يعبر بأحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل كما إذا قال رجل لرجل : زوجني بنتك ، فقال الأب : قد زوجتك .

(۳/۳۲۲ ، كتاب النكاح ، فصل في ركن النكاح ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۶۷)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۶/۱۷۷،۱۷۸،مسئلہ نمبر:۱۲۶،نکاح کے موقع پر تین مرتبہ قبول)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثًا هو لك به مصدق وأنت له به كاذب".

(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض ، ط : قديمي)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدّث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/۲۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ .

(۳۴/۲۰۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۶۱۶۴۱)

imo یا Skype پر لائیو ویڈیو کال کے ذریعہ نکاح

مسئلہ (۱۳۸): اِی مُو (Imo) یا اِسکائپ (Skype) پر لائیو ویڈیو کال (Live Video Call) کے ذریعے لڑکا لڑکی ایجاب وقبول کریں، اور لڑکا لڑکی کی آواز دو گواہ بھی سُن لیں، تو بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ شرعاً نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہونے کے ساتھ ساتھ دو گواہوں کا اس مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے، جو ایجاب وقبول کے الفاظ اپنے کانوں سے سُنیں، ہاں! اگر باہر رہنے والا لڑکا یا لڑکی کسی کو اپنا وکیل بنادے، پھر مجلسِ نکاح میں ایجاب کرنے والے کے ایجاب کو دوسرے کا وکیل قبول کرلے، اور اس مجلس میں دو مسلمان گواہ بھی موجود ہوں، جو ایجاب وقبول کو سُن لیں، تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : (و) شرط (حضور) شاهدین (حرین) أو حر وحرتین (مکلفین سامعین قولهما معاً) علی الأصح فاهمین أنه نکاح علی المذهب . بحر . (مسلمین لنکاح مسلمة) . (۸۷/۴ -۹۲، کتاب النکاح ، ط : زکریا وبیروت ، البحر الرائق :۱۵۵/۳ ، کتاب النکاح ، مجمع الأنهر : ۴۷۲/۱ ، کتاب النکاح ، النهر الفائق :۱۸۱/۲ ، کتاب النکاح ، تبیین الحقائق :۴۵۲/۲ ، کتاب النکاح)

ما في " الهدایة " : النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضي .... ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین ، أو رجل وامرأتین عدولاً کانوا أو غیر عدولاً .

(۳۰۶/۲ ، کتاب النکاح ، فتح القدیر :۱۹۰/۳)=

اپنی مرضی سے نکاح

مسئلہ (۱۳۹): بہت سے بالغ لڑکے اور لڑکیاں اپنی مرضی سے نکاح کر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں، ہمیں اپنی زندگی سے متعلق فیصلے کا مکمل اختیار ہے، ہم جہاں چاہیں نکاح کریں(۱)، تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگرچہ بالغ ہوجانے کے بعد انعقادِ نکاح میں والدین کی اجازت ضروری نہیں(۲)، مگر خیر وبرکت والا وہی نکاح ہوتا ہے جو والدین اور اَعزّہ کے مشورہ اور اُن سب کی خوش دِلی سے ہو۔(۳)

=ما في " شرح الوقاية " : النكاح ينعقد بإيجاب وقبول ..... وشرط سماع كل واحد منهما لفظ الآخر ، وحضور حرين أو حر وحرتين . (۲/۳-۵ ، كتاب النكاح)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۶/ ۱۴۷، نکاحِ صحیح ، نکاح کے لیے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے، ط: میرٹھ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: رقم الفتویٰ:۵۸۷۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح باب العناية " : نفذ نكاح حرة مكلفة سواء كانت ثيبًا أو بكرًا ، وسواء زوجت نفسها أو غيرها . (۲/ ۳۰ ، فصل في الأولياء والأكفاء)

ما في " مجمع البحرين " : ونجيزه بعبارة النساء ، فلو زوجت نفسها وهي حرة عاقلة أو وكلت غيرها أو توكلت به جاز من غير ولي . (ص/۵۱۷ ، فصل في الأولياء ولأكفاء ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۸۴ ، فصل في الأولياء والأكفاء ، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۱/ ۴۸۸ ، باب الأولياء والأكفاء ، الدر المنتقى في شرح الملتقى مع المجمع : ۱/ ۴۸۹)

ما في " الهداية " : وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي بكرًا كانت أو ثيبًا . (۱/ ۳۱۳ ، كتاب النكاح ، فصل في الأولياء والأكفاء ، فتح باب العناية:=

خاندان میں نکاح

مسئلہ (۱۴۰): خاندان میں نکاح کے حوالے سے لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اس سے پیدا ہونے والے بچے میں عیب رہتا ہے، یہ بے اصل و بے بنیاد بات ہے، صحیح بات یہ ہے کہ خاندان میں شادی کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے[1]، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بہت سے صحابہ اور صحابیات کی شادیاں آپس میں خاندان میں ہی کی گئی ہیں، خود حضور ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں[2]، اور حضور ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی صاحب زادی=

= ۲/ ۳۰ ، كتاب النكاح ، فصل في الأولياء والأكفاء)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : وعبارة النساء معتبرة في النكاح حتى لو زوجت الحرة العاقلة البالغة نفسها جاز . (۲/ ۱۱ ، فصل في الأولياء والأكفاء)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ . (در مختار) . (۳/ ۵۸ ، كتاب النكاح ، باب الولي ، ط: سعيد كراچي ، و: ۴/ ۱۵۹ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت وزكريا ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۸۷ ، الباب الرابع في الأولياء ، ط: زكريا)

(۳) ما في " فتاویٰ محمودیه " : ''والدین کو راضی رکھنا اور اُن کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے، ....نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات اُن کے سامنے پیش کردے، پھر بتادے کہ فلاں جگہ شادی کرنا نامناسب ہے، گو خود بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہو جائے گا، مگر والدین کے مشورہ سے اور اُن کے انتظام سے ہو، تو اُن کے لیے زیادہ خوشی کی بات ہے۔''

(۱۶/ ۲۴۵، والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لیے زبردستی نکاح پر مجبور کرنا، ط: مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۵۹۱۰۶)=

= حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کی تھی (۳)، رہا عیب دار بچے کا پیدا ہونا، تو وہ اجنبی گھرانوں میں شادی کرنے سے بھی پیدا ہوجاتے ہیں، یہ خدائی مشیت وچاہت پر مبنی ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے باطل عقیدوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ (۴)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " اتحاف السادة المتقين شرح احياء علوم الدين " : قال ﷺ : " لا تنكحوا القرابة القريبة ؛ فإن الولد يخلق ضاويا " أي : نحيفًا . اهـ .

(۵/ ۴۳۹ ، ط : الميمنية ، الموسوعة الفقهية : ۲۴/ ۲۱ ، زوجة ، اختيار الزوجة)

ما في " التلخيص الحبير " : قال ابن حجر : " لا تنكحوا القرابة القريبة ؛ فإن الولد يحلق ضاويا " . هذا الحديث تبع في إيراده إمام الحرمين هو والقاضي الحسين . وقال ابن الصلاح: لم أجد له أصلا معتمدا . انتهى . وروى إبراهيم الحربي في غريب الحديث عن عبد الله بن المؤمل عن ابن أبي مليكة قال : قال عمر لآل السائب : قد أضوأتم ، فانكحوا في النوابغ . (۳/ ۳۰۹ ، باب استحباب النكاح ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند على الشبكة " : ''سوال: حضرت امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ایک حدیث ہے، جس میں خاندان میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، حافظ عراقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر فاروق کا قول ہے، جوکہ انہوں نے ایک آدمی کو منع کیا تھا کہ وہ خاندان سے باہر شادی کرے۔ الخ۔ ......(الجواب): ....اور جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے، تو یہ بات صحیح ہے کہ محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے، بعض محدثین نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جو آپ نے ایک مخصوص قبیلے والوں سے کسی خاص وجہ سے فرمایا تھا، اور بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس قول کی نسبت کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس کو عربوں کا مقولہ قرار دیا ہے۔'' الخ (رقم الفتویٰ: ۶۰۹۷۴)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۶/ ۸۰، ڈاکٹروں کا یہ کہنا کہ قریبی رشتہ داروں کی آپس میں شادی سے بچے ذہنی معذور پیدا ہوتے ہیں، شادی کون کرے اور کس سے؟ ط: جدید)

ما في " فتاوى الشبكة الإسلامية " : وقد تابع ابن الصلاح في ذلك ابن الملقن ، =

....

=والعراقي والألباني . وقد أورد هذا الحديث كثير من الفقهاء في الاستدلال على استحباب كون الزوجة غير قريبة جدا ، منهم الشرواني في حواشيه ، والغزالي في الوسيط والإحياء ، والشربيني في مغني المحتاج ، ولكن قال السبكي : ينبغي أن لا يثبت هذا الحكم لعدم الدليل . (۲۱۴/۳ ، و: ۵۵۰۴/۸ ، بإشراف : د . عبد اللّٰه الفقيه ، من موقع المكتبة الشاملة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فلما قضى زيدٌ منها وطرًا زوّجنكها﴾ .

(سورة الأحزاب :۳۷)

ما في " بحر العلوم [تفسير السمرقندي] " : ﴿زوّجنكها﴾ فلما انقضت عدتها تزوجها النبي ﷺ . قال الحسن : فكانت زينبت تفتخر على أزواج النبي ﷺ فتقول : أما أنتن فزوجكن آباؤكن ، وأما أنا فزوجني رب العرش تعني قوله : ﴿زوجنكها﴾ .

(۵۳/۳ ، سورة الأحزاب : الآية/۳۷)

(۳) ما في " فتاوى الشبكة الإسلامية " : وقد زوج النبي ﷺ عليًا بفاطمة رضي اللّٰه عنها، وهي قرابة قريبة . (۲۱۴/۳ ، و: ۵۵۰۴/۸)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء اللّٰه﴾ . (سورة الدهر :۳۰)

وقوله تعالى : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء اللّٰه ربُّ العٰلمين﴾ . (سورة التكوير: ۲۹)

ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : فأخبرتعالى : إنا لا نشاء شيئا إلا قد شاء اللّٰه أن يشاء ه .... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء اللّٰه كان ، وما لم يشأ لم يكن وردا لقول اللّٰه عزّ وجلّ ﴿وما تشآء ون إلآ ان يشآء اللّٰه﴾ . (ص/۱۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئاً سوى اللّٰه ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً . (۳۹۸/۸ ، حديث : ۴۵۸۷)

ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد " : وأما النوع الثاني : فالشرك في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل ، فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرك بربوبيته .... قوله ﷺ لإبن عباس رضي اللّٰه عنهما : " واعلم أن الأمة=

نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح

مسئلہ (۱۴۱): نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اگر اس کے ولیِ قریب یعنی باپ یا دادا نے کیا ہے، تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے، اور اگر ولیِ بعید مثلاً چچا یا بھائی وغیرہ نے کیا ہے، تو نکاح تو صحیح ہوجائے گا، لیکن لڑکے اور لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، یعنی اگر وہ اس نکاح کو ختم کرنا چاہیں، تو بالغ ہونے کے وقت فوراً اس نکاح کو فسخ کرنے کا اِظہار کردیں، اور شرعی پنچایت یا دارالقضا میں جاکر اس کو فسخ کرالیں۔ (۱)

= لو اجتمعوا على أن ينفعوک لم ينفعوک إلا بشيء قد كتبه الله لک ". فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضرّ غيره . (۱/۱۲ ، تعريف التوحيد وأقسامه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وكان القفّال يقول : فإن الأمور كلها بيد الله ، يقضي فيها ما يشاء ، ويحكم ما يريد . اهـ . (۱۹/۲۰۳ ، خطبة ، خامسًا – الخُطبة قبل الخِطبة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اللباب في شرح الكتاب " : ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوّجهما الولي بكرًا كانت أو ثيبًا ، والولي هو العصبة ، فإن زوجهما الأب أو الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما ، وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ : إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ . (۲/۱۴۶ ، كتاب النكاح ، مختصر القدوري مع المعتصر الضروري :ص/۲۱۳ ، كتاب النكاح ، ط : ايچ ايم سعيد كمپنى كراچي ، و:ص/۵۰۸ ، ط : إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي ، الجوهرة النيرة :۲/۱۲۰ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، النتف في الفتاوى للسغدي :ص/۱۷۶، كتاب النكاح ، النساء اللائي ينكحن) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۳۳)

نکاح کون پڑھائے؟

مسئلہ (۱۴۲): شرعی گواہوں کی موجودگی میں کوئی شخص بھی نکاح پڑھا دے، تو شرعاً نکاح صحیح ہوجائے گا(۱)، بشرطیکہ کوئی اور مانعِ نکاح موجود نہ ہو، البتہ بہتر یہ ہے کہ نکاح کسی نیک، متقی، پرہیزگار، متبعِ سنت عالم یا امام صاحب سے پڑھوایا جائے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر .... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً .
(۴/۶۸– ۸۸ – ۹۱ ، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين عدولاً كانوا أو غير عدولاً . (۲/۳۰٦ ، كتاب النكاح)

ما في " شرح الوقاية " : النكاح ينعقد بإيجاب وقبول ..... وشرط سماع كل واحد منهما لفظ الآخر ، وحضور حرين أو حر وحرتين . (۲/۳-۵، كتاب النكاح)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويندب إعلانه وتقديم خطبة ، وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (بعاقد رشيد وشهود عدول) فلا ينبغي أن يعقد مع المرأة بلا أحد من عصبتها ، ولا مع من عصبة فاسق . (۴/٦٦، ٦۷ ، كتاب النكاح ، مطلب كثيرًا ما يُتساهل في إطلاق المستحب على السنة ، ط : دار الكتب العلمية ، البحر الرائق : ۴/٦۷ ، ط: رشيديه كوئٹه ، النهر الفائق : ۲/۱۷٦ ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " فتاوىٰ محموديه " : ''قاضی بغیر داڑھی کا ہو اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہوجائے گا۔'' (۱۰/۵۲۱، باب النکاح الصحیح ، بے داڑھی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح، ط: کراچی، و:۱٦/ ۱۹۷، ۱۹۸، نکاح کس سے پڑھایا جائے؟ ط: میرٹھ)

ما في " فتاوىٰ محموديه " : ''البتہ نکاح کسی متقی عالمِ دین سے پڑھوانا بہتر ہے۔''
(۱٦/ ۱۹۸، خطبۂ نکاح، ط: میرٹھ)

نکاح خوانی کی اجرت اور مسجد کے لیے چندہ

مسئلہ (۱۴۳): قاضیٔ نکاح کے لیے نکاح خوانی کی اُجرت لینا جائز ہے (۱)، اور یہ اُجرت اُس شخص پر لازم ہے جو نکاح پڑھانے کے لیے بلائے، خواہ دُلہن والے ہوں یا دُولہے والے (۲)، نیز مسجد میں مجلسِ نکاح منعقد کرنا مسنون ہے (۳)، اور یہ اُس کے اَغراض ومقاصد میں داخل ہے، لہٰذا متولی یا مسجد کمیٹی کا دُولہے والوں یا دُلہن والوں سے مسجد میں نکاح کرانے کی وجہ سے جبراً کوئی مُعاوَضہ یا چندے کا مُطالَبہ کرنا جائز نہیں ہے (۴)، ہاں! اگر بلا جبر ومطالَبہ کے دُولہے والے یا دُلہن والے مسجد میں کچھ چندہ دیدے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۵)، مسجد کی ضروریات میں اُس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وكل نكاح باشره القاضي وقد وجبت مباشرته عليه كنكاح الصغار والصغائر فلا يحل له أخذ الأجرة عليه ، وما لم تجب مباشرته عليه حل له أخذ الأجرة عليه . كذا في المحيط . والمختار للفتوى أنه إذا عقد بكرًا يأخذ دينارًا وفي الثيب نصف دينار ويحل له ذلک هكذا . (۳۴۵/۳ ، كتاب القضاء ، الباب الخامس عشر في أقوال القاضي ، خلاصة الفتاوى :۴۸/۳ ، الفصل العاشر في الحظر والإباحة ، ط : امجد اکیڈمي لاهور ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ)

ما في " البحر الرائق " : قال في البزازية من كتاب القضاء : وإن كتب القاضي سجلا أو تولى قسمة وأخذ أجرة المثل له ذلک ، ولو تولى نكاح صغيره لا يحل له أخذ شيء ؛ لأنه وجب عليه ، وكل ما يجب عليه لا يجوز أخذ الأجر عليه ، وما لا يجب عليه يجوز أخذ=

....

= الأجر ، وذكر عن البقالي في القاضي يقول : إذا عقدت عقد البكر فلي دينار وإن ثيبا فلي نصفه انه لا يحل له إن لم يكن لها ولي فلو كان ولي غيره يحل بناء على ما ذكروا . اهـ .

(۵/۲۴۳ ، ط: رشيديه كوئٹه ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۵/۱۴۰، كتاب القضاء ، الفصل الثاني في أدبه ، ط : رشيديه كوئٹه)

(۲) ما في " فتاویٰ محمودیه " : "جو شخص قاضی کو بلا کر لے جائے اور نکاح پڑھوائے ، اسی کے ذمہ اُجرت لازم ہوگی ، لڑکے والا ہو یا لڑکی والا"۔ (۲۵/۲۴۱، نکاح خوانی کی اُجرت، ط: میرٹھ)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : "أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف " .

(۱/۲۰۷ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في إعلان النكاح ، حديث : ۱۰۸۹)

ما في " مصنف عبد الرزاق " : عن صالح مولى التوأمة قال : رأى رسول الله ﷺ جماعة في المسجد ، فقال : ما هذا ؟ قالوا : نكاح ، قال : " هذا النكاح ليس بالسفاح " .

(۶/۱۸۷، حديث : ۱۰۴۴۸ ، باب النكاح في المسجد ، ط: من منشورات المجلس العلمي)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق " : قال الكمال : ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد ؛ لأنه عبادة . وفي الترمذي : عن عائشة – رضي الله عنها – قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا النكاح واجعلوه في المسجد " الحديث .

(۲/۹۵ ، شروط النكاح وأركانه ، ط : بولاق)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

(ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، السنن الكبرى للبيهقي :۶/۱۶۶، كتاب الغصب ، سنن الدار قطني :۳/۲۲ ، كتاب البيوع ، حديث :۲۸۶۲، مسند أحمد : ۱۵/۴۰۰ ، حديث :۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، حديث : ۲۶۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۴/۳۸۷ ، حديث :۵۴۹۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته . =

....

....

....

....

....

....

=(۹/ ۲۴۰، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)
ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .
(٦/ ٧٧ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق : ٦٨/٥، كتاب الحدود ، فصل في التعزير ، درر الحكام : ١/ ٩٦- ٩٨، المادة : ٩٦- ٩٨ ، شرح المجلة :ص/ ٦٢ ، المادة : ٩٧ ، البحر الرائق : ١٩٨/٨ ، كتاب الغصب ، بيروت)
(٥) ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .
(ص/ ٦٥٤ ، المادة : ١١٩٢)
(٦) ما في " صحيح مسلم " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " أيها الناس ! إن الله طيب لا يقبل إلا طيبًا" . (١/ ٣٢٦ ، حديث : ١٠١٥ ، كتاب الزكاة)
ما في " شرح النووي على مسلم " : قال النووي : فيه الحث على الإنفاق من الحلال والنهي عن الإنفاق من غيره ، وفيه أن المشروب والمأكول والملبوس ونحو ذلک ينبغي أن يكون حلالاً خالصاً لا شبهة فيه .
(٣٣٨/٤ ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب..الخ)
وما في " رد المحتار " : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ؛ لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب ، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله .
(٢/ ٣٧٣ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب..الخ)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦٧ ٥٩١)

شوہر کا ایک عرصہ تک بیوی سے دور رہنا

مسئلہ (۱۴۴): شوہر بیوی کو چھوڑ کر چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے، لیکن ضرورۃً بیوی کی رضامندی سے رہ سکتا ہے، بشرطیکہ کسی فتنہ یا حقوق کی پامالی کا اندیشہ نہ ہو، کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی صاحب زادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ عورت بغیر مرد کے کتنے دن صبر کرسکتی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: چار ماہ، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ شادی شدہ فوجی اپنے گھر سے چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها ، وهو أربعة أشهر یفید أن المراد إیلاء الحرة ، ویؤید ذلک أن عمر رضي الله تعالی عنه سمع في اللیل امرأة .... فسأل بنته حفصة : کم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر ، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أکثر منها . (۴/۳۸۴ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الکتاب دیوبند)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : ولذلک یُکره أن یغیب الرجل في سفره أکثر من أربعة أشهر من غیر عذر (أي أکثر من مدة الإیلاء) ویؤید ذلک أن عمر رضي الله عنه سأل حفصة : کم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر ، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلّف المتزوّج عن أهله أکثر منها عنها .
(۲۲/۱۴۴ ، رجوع ، الرجوع من السفر لحق الزوجة)

ما في " النهر الفائق " : ویجب أن لا یبلغ به مدة الإیلاء إلا برضاها . (۲/۲۹۴ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الإیمان سهارنفور ، البحر الرائق : ۳/۳۸۲ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، فتح القدیر : ۳/۴۱۳ ، کتاب النکاح) (محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/۲۲۵، مسئلہ نمبر: ۱۸۰، بیوی سے دوری کتنے عرصے تک؟، فتاوی محمودیہ: ۱۸/۴۵۷، باب احکام الزوجین، کتنی مدت شوہر بیوی سے الگ رہ سکتا ہے؟ ط: کراچی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: رقم الفتویٰ: ۶۲۳۵۹، محمود الفتاویٰ: ۵/۳۳۳، ۳۳۴، کتاب النکاح)

منکوحہ عورت کا نکاح کسی اور جگہ کرادینا

مسئلہ (۱۴۵): آج کے سماج و معاشرے میں جہاں بہت سی خرافات وخرابیاں عام ہیں، وہیں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ بعض خاندانوں میں میاں بیوی کے مابین ناچاقی ونااتفاقی کی وجہ سے عورتیں اپنے میکے آکر بیٹھ جاتی ہیں، جانبین سے اولیاء وسرپرست اور بااثر حضرات اُن کی فکر بھی نہیں کرتے، اور ایک طویل عرصہ یونہی گذر جاتا ہے، کہ نہ عورت شوہر کے ہاں جانے کو تیار ہوتی ہے، نہ شوہر اُسے طلاق دے کر نکاح سے بَری کرتا ہے، اور نہ ہی اُن کے اولیاء فسخِ نکاح کے لیے دار القضاء وشرعی پنچایت کا سہارا لیتے ہیں، بلکہ نیا رشتہ تلاش کرکے اُس (منکوحہ/شادی شدہ) عورت کا بیاہ رَچا دیتے ہیں، جب کہ عورت کا ایک شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے، اُس سے باقاعدہ طلاق، خلع یا قاضی کے فسخِ نکاح کے بغیر، کسی دوسرے مرد کے ساتھ، اولیاء کا اُس عورت کا نکاح کرانا، یا خود عورت کا نکاح کرلینا، بالکل جائز نہیں ہے (۱)، بلکہ یہ خالص زنا وبدکاری اور حرام کاری ہے (۲)، اس لیے اولیاء وسرپرستان کو چاہیے کہ حتی الامکان اِفہام وتفہیم کے ذریعے زوجین کو دوبارہ ایک ساتھ رہنے پر راضی کرلیں (۳)، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو طلاق، خلع یا فسخِ نکاح کے بعد (۴) عدت گذر جانے پر ہی نکاح کرائیں، اُس سے پہلے نہیں، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (۵)

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا . قال : فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة ، ولهذا يجب الحدّ مع العلم بالحرمة ؛ لانه زنى ..... فإن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه . (۲۷۴/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، مطلب في النكاح الفاسد ، ط : دارالكتب العلمية بيروت ، و:۱۳۲/۳ ، ط: دار الفكر بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : قال اللّٰه تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنٰى إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۳۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الزنا حرام ، وهو من أكبر الكبائر بعد الشرك والقتل ، قال اللّٰه تعالى : ﴿والذين لا يدعون مع اللّٰه إلٰه آخر ولا يقتلون النفس التي حرم اللّٰه إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلک يلق أثاما ○ يُضٰعف له العذاب يوم القيٰمة ويخلد فيه مهانا ○ إلا من تاب واٰمن وعمل عملا صالحا فأولٰئک يبدّل اللّٰه سيّئاٰتهم حسنٰت وكان اللّٰه غفورًا رحيمًا○﴾ . [الفرقان : ۶۸ ، ۶۹ ، ۷۰] وقال تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنآ إنه كان فاحشة وسآء سبيلا﴾ . قال القرطبي : قال العلماء : قوله تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنا﴾ أبلغ من أن يقول : "ولا تزنوا " فإن معناه لا تدنوا من الزنا . وروى عبد اللّٰه بن مسعود قال : " سألت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : أي الذنب عند اللّٰه أكبر ؟ قال : أن تجعل للّٰه ندًا وهو خلقک ، قلت : ثم أي ؟ قال : أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک ، قلت : ثم أي ؟ قال : أن تزاني بحليلة جارک " . وقد أجمع أهل الملل على تحريمه ، فلم يحل في ملة قط ، ولذا كان حده أشد الحدود ، لأنه جناية على الأعراض والأنساب ، وهو من جملة الكليات الخمس ، وهي حفظ النفس والدين والنسب والعقل والمال . (۲۰/۲۴ ، الزنا ، الحكم التكليفي ، فتح الباري : ۴۹۲/۸ ، ط : السلفية ، صحيح مسلم : ۹۰/۱ ، ط : الحلبي)

ما في " حاشية الجمل على شرح المنهج " : (كتاب الزنا) هو أكبر الكبائر بعد القتل ، ومن ثم أجمع أهل الملل على تحريمه ، وكان حده أشد الحدود ، لأنه جناية على الأعراض والأنساب ، وهو من جملة الكليات الخمسة وهي حفظ النفس والدين والنسب والعقل=

....

= والمال ، ولهذا شرعت هذه الحدود حفظا لهذه الأمور .... وشرع حد الزنا حفظا للأنساب ، فإذا علم الشخص أنه إذا زنى جلد أو رجم انكف عن الزنا ، .... وقد روى أبو جعفر الفرياني عن أبي عبد الرحمن البجلي عن ابن عمر مرفوعا : " سبعة لا ينظر اللّٰه إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم ويقول لهم : ادخلوا النار مع الداخلين ، الفاعل والمفعول به ، والناكح يده ، وناكح البهيمة ، وناكح المرأة في دبرها ، والجامع بين المرأة وابنتها ، والزاني بحليلة جاره ، والمؤذي جاره حتى يلعنه اللّٰه " . (۱۲۸/۵ ، ط : دار الفكر ودار احياء التراث العربي ، المغني لإبن قدامة : ۱۵۶/۸ ، ط : الرياض ومكتبة القاهرة ، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى : ۱۷۲/۶ ، ط : المكتب الإسلامي بيروت)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدآ إصلاحا يوفق اللّٰه بينهما إن اللّٰه كان عليمًا خبيرًا﴾ . (سورة النساء : ۳۴ ، ۳۵) وقوله تعالى : ﴿وإن امرأة خافت من بعلها نشوزًا أو إعراضًا فلا جناح عليهمآ أن يصلحا بينهما صلحًا ، والصلح خيرٌ ، وأحضرت الأنفس الشحّ ، وإن تحسنوا وتتقوا فإن اللّٰه كان بما تعملون خبيرًا﴾ . وقال : ﴿ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النسآء ولو حرصتم فلا تميلوا كلَّ الميل فتذروها كالمعلقة، وإن تصلحوا وتتقوا فإن اللّٰه كان غفورًا رحيمًا﴾ . (سورة النساء : ۱۲۸ ، ۱۲۹)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية إلى أن مهمة الحكمين الإصلاح لا غير ، فإذا نجحا فيه فبها ، وإلا تركا الزوجين على حالهما ليتغلبا على نزاعهما نفسيهما ، إما بالمصالحة ، أو بالصبر ، أو بالطلاق ، أو بالمخالعة ، وليس للحكمين التفريق بين الزوجين إلا أن يفوّض الزوجان إليهما ذلك ، فإن فوّضاهما بالتفريق بعد العجز عن التوفيق ، كانا وكيلين عنهما في ذلك ، وجاز لهما التفريق بينهما بهذه الوكالة . (۵۴/۲۹ ، طلاق ، مهمة الحكمين)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي شرح الطحاوي : ثم الاختلاف إذا وقع بين الزوجين فالسنة فيه أن يجتمع أهل الرجل وأهل المرأة ليصلحا بينهما ، فإن لم يجتمعا على الصلح فليس إلى الحكمين التفريق بينهما ، فإن طلقها جاز ، وإن خلعها جاز .

(۲۹/۳ ، الفصل السادس عشر في الخلع)

ما في " المبسوط للسرخسي " : (والخلع جائز عند السلطان وغيره) لأنه عقد يعتمد =

غیر مسلموں کی شادیوں میں شرکت

مسئلہ (۱۴۶): عام طور پر غیر مسلموں کی شادیوں میں شراب، ناچ گانا، مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط ضرور ہوتا ہے، اس لیے مسلمانوں کا غیر مسلموں کی شادیوں میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر ان کی کسی شادی میں شرعی مُنکَرات نہ ہوں، اور پہلے سے اس کا صحیح علم ہوجائے، تو کاروباری تعلقات وغیرہ کی وجہ سے رَواداری کے طور پر شرکت کر لینے کی گنجائش ہے، البتہ بچنا اَولیٰ ہے۔ (۱)

=التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض ، وللزوج ولاية إيقاع الطلاق ، ولها ولاية التزام العوض . (۶/۲۰۲ ، بيروت ، ۶/۱۷۳ ، مطبعة السعادة ، المغني لإبن قدامة الحنبلي : ۷/۵۲ ، مطبعة دار المنار ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۳/۱۳۸ ، دار الكتب المصرية ، كتاب الأم للشافعي : ۵/۲۰۰ ، مكتبة الكليات الأزهرية)

(۵) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۴/۸۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۳۸۱)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور " . (۲/۶۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما.

(ص/۴۶) (مستفاد: فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۵۹۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وإن علم أو لا) باللعب (لا يحضر أصلا) سواء كان ممن يقتدى به أو لا . اهـ . (۹/۵۰۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : بيروت وزكريا)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: رقم الفتویٰ: ۵۹۴۵۱)

شادی سے پہلے ایک دوسرے کو تحفے دینا

مسئلہ(۱۴۷): شادی سے پہلے کسی اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے تعلق رکھنا، بات چیت کرنا، تحفے اور کھانے پینے کی چیزیں دینا، جائز نہیں ہے، خواہ دونوں کا آپس میں شادی کا اِرادہ ہو[1]، البتہ جو سامان اور تحفے بغیر کسی دباؤ اور زور کے ایک دوسرے کو دیئے جاچکے ہیں، شرعاً اُن میں لینے والے کی ملکیت ثابت ہوجائے گی[2]، اور اُس کے لیے استعمال کی بھی گنجائش ہے، لیکن خود استعمال نہ کرکے واپس کردینا، یا کسی غریب کو دے دینا بہتر ہے، ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں ہے: ''جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو، اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے، اس سے زیادہ تعلقات کی نکاح سے قبل اجازت نہیں، نہ میل جول کی اجازت ہے، نہ بات چیت کی اور نہ خلوت وتنہائی کی، نکاح سے قبل اُن کا ملنا جُلنا بجائے خود ''غیر اخلاقی حرکت'' ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : لو اكتفى بالنظر إليها بمرة حرم الزائد ؛ لأنه أبيح للضرورة فيتقيد بها . (۳۷۰/۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس ، ط : سعيد ، و: ۵۳۲/۹ ، ط : بيروت ، و: ۴۵۱/۹ ، ط: ديوبند)

ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : ''إياكم والدخول على النساء '' فقال رجل : يا رسول الله ! أرأيت الحمو ؟ قال : ''الحمو الموتُ '' . متفق عليه . (ص/۲۶۸ ، باب النظر إلى المخطوبة ، ط : قديمي ، صحيح البخاري : ۷۸۷/۲ ، كتاب النكاح ، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم والدخول على المغيبة =

....

=حديث :۵۲۳۲ ، صحيح مسلم :۲/۲۱۶ ، كتاب السلام ، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها ، حديث :۲۱۷۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وعن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والدخول على النساء " . أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف .

(۶/۲۵۳ ، حديث :۳۱۰۲ ، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا يبيتَنَّ رجلٌ عند امرأة ثيِّب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرمٍ " .

(ص/۲۶۸ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمراد من البيتوتة هنا التخلي ليلاً كان أو نهارًا .

(۶/۲۵۲، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الخلوة بالأجنبية حرام .... ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية .... وتقدم في شروط الصلاة أن صوت المرأة عورة على الراجح .

(۹/۵۲۹ - ۵۳۱ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة ، لأنه مظنة الفتنة . (۳۵/۱۲۲ ، كلام ، الكلام مع المرأة الأجنبية)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما المعاشر قبل الزواج والذهاب معًا إلى الأماكن العامة وغيرها ، فهو كله ممنوع شرعًا . (۹/۶۵۰۸ ، القسم السادس ، الأحوال الشخصية ، الفصل الأول، ثاني عشر : تحريم الخلوة بالمخطوبة)

(۲) ما في " اللباب في شرح الكتاب " : الهبة تصح بالإيجاب والقبول ، وتتم بالقبض . (الكتاب) وفي اللباب : (وتتم) الهبة له (بالقبض) الكامل الممكن في الموهوب ؛ فالقبض الكامل في المنقول ما يناسبه ، وكذا العقار كقبض المفتاح أو التخلية ، وفيما يحتمل القسمة بالقسمة ، وفيما لا يحتمل بتبعية الكامل . (۲/۹۲ ، كتاب الهبة ، التنوير مع الدر والرد : ۸/۴۹۳ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق : ۷/۲۸۴ ، كتاب الهبة ، تبيين الحقائق : ۷/۴۷۱)

(۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۸۵،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۶۳۶۵۷)

''شادی مبارک'' کہنا

مسئلہ (۱۴۸): شادی کے موقع پر زوجین کو'' بارک اللہ لک ، وبارک علیک ، وجمع بینکما في الخیر'' ان الفاظ کے ذریعے دعا اور مبارک بادی دینا مسنون وثابت ہے[۱]، البتہ'' شادی مبارک'' کہنا ثابت تو نہیں، جائز ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ماثور ومنقول الفاظ سے دعا دی جائے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ كان إذا رفّأ الإنسان إذا تزوّج قال : '' بارک اللّٰه لک ، وبارک علیک ، وجمع بينكما في خير '' .

(۵۹۹/۲ ، ط : حمص ، جامع الترمذي :۳/ ۳۹۱ ، ط : الحلبي)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب الفقهاء إلى أنه يستحب الدعاء للزوجين أو لأحدهما بعد العقد بالبركة والسعة وحسن العشرة ، ويُندب تهنئة الزوجين وإدخال السرور على كل منهما ، أو عليهما . والسنة أن يقال للزوج : '' بارک اللّٰه لک وبارک علیک ، وجمع بينكما في خير '' . ويستحب أن يقال لكل واحد من الزوجين : '' بارک اللّٰه لكل واحد منكما في صاحبه '' لما ورد عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه '' أن النبي ﷺ كان إذا رفّأ إنسانًا إذا تزوّج قال : '' بارک اللّٰه لک ، وبارک علیک ، وجمع بينكما في خير '' .

(۲۲۶/۴۱ ، نكاح ، الدعاء للزوجين والتهنئة ، و:۹۸/۱۴ ، تهنئة ، التهنئة بالنكاح)

(۲) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب جمهور الفقهاء إلى جواز كل دعاء دنيوي وأخروي ولكن الدعاء بالمأثور أفضل من غيره . (۲۶۵/۲۰ ، دعاء ، الدعاء بالمأثور وغير المأثور)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : وكانت الترفئة بالنكاح في الجاهلية بلفظ : '' بالرفاء والبنين'' — وجاء ت الأحاديث النبوية بالألفاظ التي سبق ذكرها ، واختلف في جواز الترفئة بلفظ : '' بالرفاء والبنين '' — فذهب المالكية إلى أن الترفئة بهذا اللفظ لا كراهة فيها ، وذهب الشافعية إلى أنه يكره أن يقال في الترفئة : '' بالرفاء والبنين '' — وروي في ذلک عن عقيل بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه أنه تزوّج امرأة من بني جُشم فقالوا : بالرفاء والبنين ، فقال : لا تقولوا هكذا ، ولكن قولوا كما قال=

بیوی پر شوہر کی خدمت

مسئلہ (۱۴۹): اخلاقاً اور دیانۃً بیوی پر شوہر کی خدمت کرنا ضروری ہے، لیکن شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو ایک رفیقِ حیات کی حیثیت دے، اُس کے ساتھ خادمہ اور نوکرانی جیسا سلوک نہ کرے[1]، کیوں کہ جو چیز اخلاقاً و دیانۃً لازم ہوتی ہے، اُس کے نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا[2]، کہ اس کی وجہ سے بیوی کو طرح طرح کی اذیتیں و تکلیفیں دی جائیں، اور اُس کو ٹارچر (Torture) کیا جائے۔

= رسول اللہ ﷺ : " اللّٰهم بارک لهم وبارک علیهم " . رواه ابن ماجه والنسائي وأحمد بمعناه، وفي رواية له : " لا تقولوا ذلک ، فإن النبي ﷺ قد نهانا عن ذلک ، قولوا : بارک اللّٰه لها فیک ، وبارک لک فیها " .... وقال ابن المنیر : الذي یظهر أنه ﷺ کره اللفظ لما فیه من موافقة الجاهلیة ؛ لأنهم کانوا یقولونه تفاؤلا لا دعاء ، فیظهر أنه لو قیل بصورة الدعاء لم یکره کأن یقول : اللّٰهم ألّف بینهما وارزقهما بنین صالحین". (۹۸/۱۴ ، تهنئة ، صیغة التهنئة بالنکاح)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ . (سورة النساء : ۱۹)

ما في " بحر العلوم [تفسیر السمرقندي] " : (وعاشروهنّ بالمعروف) أي : صاحبوهنّ بالجمیل . (۳۴۲/۱)

ما في " التفسیر المنیر " : الحق الثالث : المعاشرة بالمعروف : أي تطییب القول وتحسین الأفعال والهیئات والإنصاف والنفقة والمبیت ، فإن المرأة ذات عواطف ومشاعر وحساسیة مرهفة وهي تحب من الرجل مثل ما یحب هو منها ، کما قال تعالی : ﴿ولهنّ مثل الذي علیهنّ بالمعروف﴾ . [البقرة : ۲۲۸/۲] ، وقال رسول اللّٰه ﷺ فیما رواه ابن عساکر عن علي : " خیرکم ، خیرکم لأهله ، وأنا خیرکم لأهلي " . وکان من أخلاقه ﷺ أنه جمیل العشرة دائم البشر یداعب أهله ویتلطف بهم ویوسعهم نفقته ویضاحک نساءه حتی إنه کان یسابق عائشة رضي اللّٰه عنها یتودد إلیها بذلک ویجمع نساءه کل لیلة في بیت التي یبیت عندها ، فیأکل=

....

=معهنّ العشاء في بعض الأحيان ثم تنصرف كل واحدة إلى منزلها ، وكان إذا صلى العشاء يدخل منزله يسمر مع أهله قليلا قبل أن ينام يؤانسهم بذلك ﷺ ، وقد قال اللّٰه تعالى : ﴿لقد كان لكم في رسول اللّٰه أسوة حسنة﴾ . [الأحزاب :۳۳/ ۲۱] ، وكان عليه الصلاة والسلام يقول فيما رواه ابن عمر في خطبة الوداع : " استوصوا بالنساء خيرًا فإنهن عوان عندكم أخذتموهن بأمانة اللّٰه واستحللتم فروجهنّ بكلمة اللّٰه ، ولكم عليهن حق ، ولهن عليكم حق ، ومن حقكم عليهن ألا يوطئن فرشكم أحدًا ، ولا يعصينكم في معروف ، وإذا فعلن ذلك فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف ، وأمره بقوله تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ للرد على ما كان في الجاهلية ، إذ كان الرجال يسيئون عشرة النساء فيغلظون لهن القول ويضاروهن ، فإن كرهتموهن لعيب في أخلاقهن أو قبح في خلقهن أو لتقصير في عمل واجب عليهن كخدمة البيت أو لميل منكم إلى غيرهن فاصبروا ولا تعجلوا بمضارتهن ولا بمفارقتهن فربما يجعل اللّٰه فيهن خيرًا كثيرًا ، فيجعل منهن زوجات رضيات يصلحن أحوالكم أو يرزقكم منهن بأولاد نجباء صالحين . اهـ . (۲۹۸/۴ ، ط : دار الفكر المعاصر دمشق)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۲۸)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد اللّٰه فسأل عن القوم حتى انتهى إلى .... فاتقوا اللّٰه في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان اللّٰه ، واستحللتم فروجهنّ بكلمة اللّٰه ، ولكم عليهنّ أن لا يوطئن فرشكم أحدًا تكرهونه ، فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرّح ، ولهنّ عليكم رزقهن وكسوتهنّ بالمعروف " . الحديث .

(۱/ ۳۹۷ ، كتاب الحج ، باب حجة النبي ﷺ)

ما في " جامع الترمذي " : عن سليمان بن عمرو بن الأحوص قال : حدثني أبي أنه شهد حجة الوداع مع رسول اللّٰه ﷺ فحمد اللّٰه وأثنى عليه وذكر ووعظ فذكر في الحديث قصة ، فقال: " ألا ! واستوصوا بالنساء خيرًا ، فإنما هنّ عوان عندكم ليس تملكون منهنّ شيئًا غير ذلك إلا أن يأتين بفاحشة مبيّنة .... ألا ! وحقهنّ عليكم أن تحسنوا إليهنّ في كسوتهنّ وطعامهنّ " .

(۱/ ۲۲۰ ، كتاب الرضاع ، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها ، حديث :۱۱۶۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا وقع العقد صحيحا نافذا ترتب عليه آثاره وتشابه حقوق وهي =

....

=ثلاثة أقسام : [۱] حقوق واجبة للزوجة على زوجها . [۲] حقوق مشتركة بينهما . [۳] وحقوق واجبة للزوج على زوجته . ۱۴ – للزوجة على زوجها حقوق مالية وهي : المهر والنفقة والسكنى ، وحقوق غير مالية ؛ كالعدل في القسم بين الزوجات ، وعدم الإضرار بالزوجة .

(۶۳/۲۴، زوجة ، حقوق الزوجة)

وفيه أيضًا : من حقوق المرأة على زوجها المهر ... ومن حقوق المرأة على زوجها النفقة ... ومن حق الزوجة على زوجها أن يقوم بإعفافها وذلک بأن يطأها ، وقد ذهب جمهور الفقهاء – الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أنه يجب على الزوج أن يطأ زوجته . (۱۲۶/۳۰ ، ۱۲۷ ، عشرة ، حقوق الزوجة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : على الزوج إكرام زوجته وحسن معاشرتها ومعاملته لها بالمعروف وتقديم ما يمكن تقديمه إليها مما يؤلف قلبها ، قال تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ ومن مظاهر إكمال الخلق ونمو الإيمان أن يكون المرء رفيقا مع أهله ، يقول الرسول ﷺ : " أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقًا ، وخياركم خياركم لنسائهم خلقا ، وإكرام المرأة دليل على تكامل شخصية الرجل ، وإهانتها علامة الخسة واللؤم ، ومن إكرامها التلطف معها ومداعبتها .... ومن إكراهما أن يتجنب أذاها بالكلمة النابية . (۵۹/۲۴ ، زوج ، ما ينبغي للزوج في معاملة زوجته)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن حكيم بن معاوية عن أبيه أن رجلا سأل النبي ﷺ : ما حق المرأة على الزوج ؟ قال : " أن يطعمها إذا طعم ، وأن يكسوها إذا اكتسى ، ولا يضرب الوجه ولا يقبّح ولا يهجر إلا في البيت " . (ص/۱۳۳ ، أبواب النكاح ، باب حق المرأة على الزوج ، حديث : ۱۸۵۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : معنى العشرة بالمعروف التي أمر اللّٰه تعالى بها الأزواج في قوله تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ هو : أداء الحقوق كاملة للمرأة مع حسن الخلق في المصاحبة ، وقال الجصاص : ومن المعروف أن يوفيها حقها من المهر والنفقة والقسم ، وترک أذاها بالكلام الغليظ والإعراض عنها والميل إلى غيرها وترک العبوس والقطوب في وجهها بغير ذنب .

(۱۲۰/۳۰ ، ۱۲۱ ، عشرة ، معنى العشرة بالمعروف)

(المسائل المهمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱۹۷/۸،مسئلہ نمبر:۱۲۹،شوہر بیوی کوتکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے)

(۲) ما في " قواعد الفقه " : ترک الإحسان لا يكون إساء ة . (ص/۷۰ ، قاعدة : ۸۲ ، الأصول والقواعد للفقه الإسلامي :ص/۱۴۴ ، قاعده: ۸۷ ، شرح السير الكبير :۱۱۰/۳ ، باب ما يحمل عليه الفيء وما يركبه الرجل من الدوابّ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۶۱۵۶۸)

کتاب الطلاق

طلاق سے متعلق مسائل

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو ’’ بہن، بھائی ‘‘ کہہ دینا

مسئله (۱۵۰): کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزاق ومزاح کی حالت میں، یا آپس میں باتیں کرتے ہوئے میاں بیوی ایک دوسرے کو بہن بھائی کہہ دیتے ہیں، تو بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے کو بہن بھائی کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، اس لیے کہ اس طرح کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں! البتہ بیوی کو بہن کہنا، یا شوہر کو بھائی کہہ کر پُکارنا مکروہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ’’ سنن أبي داود ‘‘ : عن أبي تميمة الهُجمي أن رجلا قال لامرأته : يا أخية ! فقال رسول الله ﷺ : ’’ أختکَ هي ؟ ‘‘ فکره ذلک ونهى عنه .

(۲۳۲/۲ ، حديث : ۲۲۱۲، ۲۲۱۳ ، کتاب الطلاق ، باب في الرجل يقول لامرأته يا أختي ، ط : دار الکتاب العربي بيروت ، و: ص/ ۳۰۱ ، کتاب الطلاق ، ط : قديمي)

ما في ’’ بذل المجهود ‘‘ : (فقال رسول الله ﷺ : أختک هي ؟) بتقدير همزة الاستفهام للانكار (فکره ذلک ونهى عنه) .... وإنما کره ذلک ، لأن قرابة الأخوة محرمة فکونها أختا له مظنة التحريم ، ويحتمل أن يکون النهي عنه والکراهة سدًا للباب ، فإنه يحتمل أنه إذا لم ينبه على ذلک يعتدون فيه ، ويمکن أن يتکلموا بلفظ يؤدي إلى الظهار فتحرم عليه ، وتجب الکفارة أو الفراق إذا نوى الظهار . (۲۱۷/۸ ، حديث : ۲۲۱۰ ، ط : دار البشائر الإسلامية بيروت)

ما في ’’ الدر المختار مع الشامية ‘‘ : ويکره قوله : أنت أمي و يا بنتي ويا أختي ونحوه . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويکره الخ) جزم بالکراهة تبعًا للبحر والنهر ، والذي في الفتح : وفي أنت=

ائمۂ اربعہ اور تین طلاق

مسئلہ (۱۵۱): بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز اُٹھائی جارہی ہے کہ ایک ہی وقت میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے، کیوں کہ اکثر لوگ غصے میں ایک ہی دفعہ میں تین بار طلاق دے دیتے ہیں، اِن حلقوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سمیت چاروں مسلکوں میں ایک ہی دفعہ میں دی جانے والی تین طلاقیں، تین واقع ہوتی ہیں [۱]، اِس میں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تین کو ایک قرار دیا جائے، ہاں! البتہ اِس کی پوری گنجائش ہے کہ غصے کے وقت آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کریں [۲]، اسلامی تعلیمات کا اپنے آپ کو پابند بنائیں [۳]، نہ یہ کہ احکامِ اسلام کو ہی اپنی خواہشات اور مزاج وطبیعت کا پابند بنانے میں لگ جائے، یہ ممکن نہیں ہے، اور وہ اس لیے کہ قطعی وحتمی اسلامی احکام میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ [۴]

=أمي لا يكون مظاهرًا ، وينبغي أن يكون مكروهًا ، فقد صرّحوا بأن قوله لزوجته : يا أخية ! مكروه، وفيه حديث رواه أبو داود " أن رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لامرأته : يا أخية ! فكره ذلک ونهى عنه . اهـ . (۱۳۱/۵ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، مطلب بلاغات محمد رحمه الله مُسنَدة ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " البحر الرائق " : وقيد بالتشبيه لأنه لو خلا عنه بأن قال : أنت أمي لا يكون مظاهرًا لكنه مكروه لقربه من التشبيه وقياسًا على قوله : يا أخية ! المنهي عنه في حديث أبي داود المصرح بالكراهة . ... ومثله قوله : يا بنتي يا أختي ونحوه . (۱۶۵/۴ ، ۱۶۶ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، ط : دار الكتب العلمية بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴۹۷/۱۶ ،میاں بیوی کے حقوق واحکام)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الطلاق مرّتٰن فامساک بمعروف او تسريحٌ باحسان﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " روح المعاني " : (او تسريح باحسان) .... وجماعة عن أبي رزين الأسدي أن رجلا قال : يا رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ! إني أسمع اللّٰه تعالى يقول : (الطلاق مرتان) فأين الثالثة ؟ فقال : " التسريح بإحسان هو الثالثة " ، وهذا يدل على أن معنى (مرتان) اثنتان .... ولعله أليق بالنظم .... وأوفق بسبب النزول . (۲/۲۰۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿فان طلّقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ .

(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في " سنن النسائي " : أخبرنا سليمان بن داود عن ابن وهب قال : أخبرنا مخرمة عن أبيه قال : سمعت محمود بن لبيد قال : أخبر رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقام غضبانا ثم قال : " أيلعب بكتاب اللّٰه وأنا بين أظهركم " حتى قام رجل وقال : يا رسول اللّٰه ! ألا أقتله ؟ . (۲/۸۲)

ما في " صحيح البخاري " : قال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: لو طلقت مرة أو مرتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا ، فإن طلقها ثلاثا حرمت ، حتى تنكح زوجا غيره . (۲/۷۹۲ ، و: ۲/۸۰۳)

ما في " موسوعة مسائل الجمهور في الفقه الإسلامي " : جمهور أهل العلم على أن من طلق امرأته ثلاثا في مجلس واحد بكلمة واحدة أو ثلاث تطليقات فقال : أنت طالق طالق طالق ، وعنى بالثانية والثالثة طلاقا منفصلا ؛ فإن زوجته تبين منه ، ولا يحل له أن ينكحها حتى تنكح زوجا غيره ، ولا فرق في هذا بين أن يطلق قبل الدخول أو بعده . روي ذلک عن ابن عباس وأبي هريرة وابن عمرو عبد اللّٰه بن عمرو وابن مسعود وأنس . قال الموفق رحمه اللّٰه تعالى : وهو قول أكثر أهل العلم من التابعين والأئمة بعدهم . قلت : وهو قول الأئمة الأربعة مالک وأبي حنيفة والشافعي وأحمد ، ولا فرق عند الجمهور في هذا بين البكر وبين غيرها . (۲/۷۲۴ ، مسألة :۱۲۴۵ ، باب فيمن طلق امرأته ثلاثا في مجلس واحد)=

....

=ما في " هامش موسوعة مسائل الجمهور في الفقه الإسلامي " : قلت : وحكى وقوع طلاق الثلاث في واحد الماوردي عن الحسن بن علي وعبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنهم ، وابن سيرين قال رحمه الله : وقال أبو حنيفة : طلاق الثلاث واقع لكنه حرام مبتدع ، وبه قال من الصحابة عمر بن الخطاب وعبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وعبد الله بن مسعود ، ومن الفقهاء مالك والعراقيون . (۲/۴۲۷ ، رقم حاشية : ۲)

ما في " مجلة البحوث الإسلامية " : المسئلة الثانية ما يترتب على إيقاع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ، وفي ذلك مذاهب : المذهب الأول – أن الرجل إذا طلق زوجته ثلاثا بلفظ واحد وقعت ثلاثا دخل بها أو لا ، ذكر من قال بهذا القول : وقال الكاساني : وأما حكم طلاق البدعة : فهو أنه واقع عند عامة العلماء ، وقد ذكر هذا بعد سياقه للألفاظ التي يقع بها طلاق البدعة وذكر منها الثلاث بلفظ واحد [۱] . وقال ابن الهمام : وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أيمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاثا [۲] . وقال الطحاوي : بعد سياقه لأدلة وقوعها ثلاثا [۳] . فهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمة الله عليهم أجمعين . وقال سحنون بن سعيد التنوخي : قلت : [۴] : أرأيت إن طلقها ثلاثا وهي حامل في مجلس واحد أو مجالس شتى أيلزمه ذلك أم لا ؟ قال : قال مالك : يلزمه ذلك . وقا الحطاب (تنبيه) قال أبو الحسن في شرح كلام المدونة المتقدمة صورته : أن يقول لها : أنت طالق أنت طالق في مجلس واحد ، فإن كان على غير هذه الصفة كما إذا قال : أنت طالق ثلاثا في كلمة واحدة ، فقال عبد الحميد الصائغ : ثلاث تطليقات في كلمة أشد منه في ثلاثة مجالس ، وفي ثلاثة مجالس أشد منه في ثلاثة أطهار ، وكلما طلق يلزمه . انتهى . [۵] . (۳/۵۳ ، المذهب الأول أن الرجل الخ)

[۱] بدائع الصنائع :۳/۹۶ . [۲] فتح القدير :۳/۲۵ . [۳] شرح معاني الآثار :۳/۵۹ .

[۴] المدونة الكبرى :۲/۶۸ . [۵] مواهب الجليل :۴/۳۹ .

وما في " مجلة البحوث الإسلامية " : القرار : بعد الاطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ، وبعد دراسة المسئلة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت=

....

= فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا وذلك لأمور أهمها ما يلي : أولا : لقوله تعالى : ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النسآء فطلّقوهنّ لعدّتهنّ﴾ إلى قوله تعالى : ﴿وتلك حدود اللّٰه ومن يتعدّ حدود اللّٰه فقد ظلم نفسه لا تدري لعل اللّٰه يحدث بعد ذلك امرًا﴾ . فإن الطلاق الذي شرعه اللّٰه هو ما يتعقبه عدة وما كان صاحبه مخيرًا بين الإمساك بمعروف ، والتسريح بإحسان ، وهذا منتف في إيقاع الثلاث في العدة قبل الرجعة فلم يكن طلاقا للعدة ، وفي فحوى هذه الآية دلالة على وقوع الطلاق لغير العدة إذا لو لم يقع لم يكن ظالمًا لنفسه بإيقاعه لغير العدة . (۱۶۵/۳ ، القرار ، الطلاق الثلاث بلفظ واحد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لو قال لمدخول بها ومن في حكمها : أنت طالق أنت طالق ، في مجلس واحد ونوى تكرار الوقوع فإنه يقع ثلاثا عند الأئمة الأربعة ، ولا تحل له حتى تنكح زوجا غيره ، وهو قول ابن حزم ؛ لما روي عن محمود بن لبيد قال : " أخبر رسول اللّٰه ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فغضب رسول اللّٰه ﷺ ثم قال: " أ يلعب بكتاب اللّٰه عز وجل وأنا بين أظهركم ؟ " حتى قام رجل فقال : يا رسول اللّٰه ! ألا أقتله ؟ .... وإن أطلق فيقع ثلاثا عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، وهو الأظهر عند الشافعية ؛ لأن الأصل عدم التأكيد .اهـ . (۲۱۰/۱ ، ۲۱۱ ، تكرار الطلاق في المجلس الواحد ، نهاية المحتاج :۴۴۹/۶ ، ط : مصطفى الحلبي ۱۳۵۷هـ ، شرح مختصر خليل للخرشي :۵۰/۴ ، ط : دار صادر ، شرح منتهى الإرادات : ۴۱/۳ ، ط : دار الفكر بيروت ، رد المحتار :۴۶۰/۲ ، ط: احياء التراث ، بحوالہ الموسوعة الفقهية)

ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : الحنابلة قالوا : .... وإن طلقها ثلاثا حرم سواء طلقها الثلاث بكلمة واحدة ، أو طلقها في أطهار متعددة قبل أن يراجعها .

(۲۶۵/۴ ، مبحث ما يترتب على الطلاق البدعي من الأحكام)

ما في " مختصر اختلاف العلماء " : قال أبو جعفر : إذا قال : أنت طالق ثلاثا ، فالواقع هو الثلاث . اهـ . (۴۱۱/۲ ، رقم المسئلة :۹۱۸ ، فيمن أراد بقوله أنت طالق ثلاثا ، م : أبو بكر الجصاص ، ط: شركة دار البشائر الإسلامية بيروت)=

....

=ما في " شرح منتهى الإرادات " : وفي حديث ابن عمر قلت : يا رسول الله ! أرأيت لو أني طلقتها ثلاثا كان يحل لي أن أراجعها ؟ قال : " إذن عصيتَ ، وبانت منک امرأتک " . رواه الدار قطني . ... وعن مالک بن الحارث قال : " جاء رجل إلى ابن عباس فقال : عمي طلق امرأته ثلاثة فقال : " إن عمک عصى الله ، وأطاع الشيطان ، لم يجعل الله له مخرجًا " . اهـ . (۱۲۴/۳ ، ط: دار الفكر بيروت)

ما في " الإنصاف للمرداوي " : وإن طلقها ثلاثا مجموعة قبل رجعة واحدة : طلقت ثلاثا ، وإن لم ينوها ، على الصحيح من المذهب – نص عليه مرارا – وعليه الأصحاب ، بل الأئمة الأربعة وأصحابهم في الجملة .... وقال القرطبي في تفسيره على قوله تعالى : ﴿الطلاق مرّتٰن﴾ [البقرة : ۲۲۹] اتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع الثلاث ، وهو قول جمهور السلف ، وشذّ طاوس وبعض أهل الظاهر فذهبوا إلى إن الطلاق الثلاث في كلمة واحدة يقع واحدة ، ويُروى هذا عن محمد بن إسحاق والحجاج بن أرطاة ، وقال بعد ذلک : ولا فرق بين أن يوقع ثلاثا مجتمعة في كلمة أو متفرقة في كلمات ثلاث . اهـ . (۴۵۵/۸ ، من موقع المكتبة الشاملة ، و:۳۳۴/۸ ، ۳۳۵ ، باب سنة الطلاق وبدعته ، ط: احياء التراث)

ما في " المدونة الكبرى " : قلت : أرأيت إن طلقها ثلاثا وهي حامل في مجلس واحد أو مجالس شتى أ يلزمه ذلک أم لا ؟ قال : قال مالک : يلزمه ذلک .... وأخبرني عن أشهب عن القاسم بن عبد الله أن يحيى بن سعيد حدثه أن ابن شهاب حدثه أن ابن المسيب حدثه أن رجلا من أسلم طلق امرأته على عهد رسول الله ﷺ ثلاث تطليقات ، فقال له بعض أصحابه : إن لک عليها رجعة ، فانطلقت امرأته حتى وقفت على رسول الله ﷺ فقالت : إن زوجي طلقني ثلاث تطليقات في كلمة واحدة ، فقال لها رسول الله ﷺ : " قد بنتِ منه ولا ميراث بينكما " . وأخبرني سحنون عن ابن وهب عن ابن لهيعة أن يزيد بن أبي حبيب حدثه عن ابن عمر أنه سئل عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات في مجلس واحد ، فقال ابن عمر : " عصى ربه ، وخالف السنة ، وذهبت امرأته " . ابن وهب عن ابن لهيعة أن يزيد بن حبيب حدثه سليمان بن عبد الملک بن الحرث السلمي أن رجلا أتى ابن عباس فقال له : يا أبا عباس ! إن عمي طلق امرأته ثلاثا ، فقال له ابن عباس : إن عمک عصى الله فأندمه الله وأطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجًا ، فقال : أترى أن يحلها له رجل ؟ فقال ابن عباس: "من يخادع الله يخدعه الله " . (۴/۲ ، ۵ ، كتاب الطلاق ، طلاق الحامل ، بيروت)

ما في " رد المحتار " : وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين أنه يقع=

....

=ثلاث ، قال في الفتح بعد سوق الأحاديث الدالة عليه : وهذا يعارض ما تقدم ، وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة فلا يمكن إلا وقد اطلعوا في الزمان المتأخر على وجود ناسخ أو لعلمهم بانتهاء الحكم لذلک لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفائها في الزمن المتأخر ، وقول بعض الحنابلة : توفي رسول الله ﷺ عن مائة ألف عين رأته فهل صح لكم عنهم أو عن عُشر عُشر عُشرهم القول بوقوع الثلاث باطل ؟ أما أولا – فإجماعهم ظاهر ؛ لأنه لم يُنقل عن أحد منهم أنه خالف عمر حين أمضى الثلاث ، ولا يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف تسمية كل في مجلد كبير لحكم واحد على أنه إجماع سكوتي ، وأما ثانيا : فالعبرة في نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين والمائة ألفٍ لا يبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وأنس وأبي هريرة ، والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم ، وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحًا بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف . ﴿فما ذا بعد الحق إلا الضلال﴾ . اهـ . (۲/ ۴۱۹ ، ط : احياء التراث العربي بيروت)

ما في " محقق ومدلل جديد مسائل " : ''ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، وہ حضرات جو تین طلاق کو ایک ہی شمار کرتے ہیں، اُن کا نظریہ سراسر غلط، گمراہ کن اور قرآن وحدیث، اجماعِ صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین، نیز سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد ومنتخب تحقیقاتی کمیٹی کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے۔''

(۲/ ۲۳۱، کتاب الطلاق، ایک مجلس کی تین طلاق، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۳۰۳، مسئلہ نمبر: ۲۵۸، ایک مجلس میں تین طلاق، طبع ثانی، محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/ ۲۳۱-۲۳۶، ایک مجلس کی تین طلاق، طبع اول، مسئلہ نمبر: ۱۸۵، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۸/ ۲۱۲، مسئلہ نمبر: ۱۳۷، ایک مجلس میں تین طلاق، خیر الفتاویٰ: ۵/ ۶۴۹)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا قال للنبي ﷺ : أوصني ! قال : " لا تغضب " ، فردّد مرارًا ، قال : " لا تغضب " . (حديث : ۶۱۱۶ ، باب الحذر من الغضب ، جامع الترمذي : حديث : ۲۰۲۰ ، باب ما جاء في كثرة الغضب)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ليس الشديد بالصرعة ، إنما الشديد الذي يملک نفسه عند الغضب " .

(حديث : ۶۱۱۴ ، باب الحذر من الغضب ، صحيح مسلم : حديث : ۶۸۰۹، باب فضل من يملک نفسه عند الغضب الخ)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومآ اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر : ۷)=

غصہ کی حالت میں طلاق

مسئلہ (۱۵۲): نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس میں شرعاً دوام واستحکام مطلوب ہے، اور جن باتوں کی گنجائش رکھی گئی ہے، ان میں طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے(۱)، جس کا بوقتِ ضرورت ہی استعمال کرنا چاہیے، لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ غصہ کی حالت میں اپنے دل ودماغ پر قابو رکھے، اور طلاق کے الفاظ زبان پر لانے سے احتراز کرے، البتہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق شرعاً واقع ہوتی ہے، لیکن اگر غصہ جنون کی حد تک پہنچ گیا ہو، اور شوہر غصہ کی حالت میں دماغی توازن کھو چکا ہو، اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے، تو ایسی حالت میں اس کا حکم مجنون کا ہوگا، اور اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۲)

=ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : خطبنا رسول الله ﷺ : " .... فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه " . (۱/۴۳۲ ، كتاب الحج ، باب فرض الحج مرة في العمر ، حديث :۱۳۳۷ ، صحيح البخاري : ۲/۱۰۸۲)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تبديل لكلمٰت الله ذلک هو الفوز العظيم﴾ . (سورة يونس :۶۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " أبغض الحلال إلى الله عزّ وجلّ الطلاق " . (ص/۲۹۶ ، كتاب الطلاق ، باب في كراهية الطلاق ، حديث : ۲۱۷۸، سنن ابن ماجة :ص/۱۴۵ ، أبواب الطلاق ، مشكوة المصابيح :ص/۲۸۳ ، باب الخلع والطلاق ، الفصل الثاني)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل فيه الحظر معناه أن الشارع ترک هذا الأصل فأباحه ، بل يستحب لو موذية . (۴/۴۲۷ ، ۴۲۸ ، كتاب الطلاق ، النهر الفائق :۲/۳۱۰ ، كتاب الطلاق ، البحر الرائق :۳/۴۱۲ ، الطلاق ، فتح القدير :۳/۴۴۶ ، كتاب الطلاق)

ما في " رد المحتار " : وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر ، بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه،=

....

=وهو معنى قولهم : " الأصل فيه الحظر" . والإباحة للحاجة إلى الخلاص .... ولهذا قالوا : إن سببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالى .... وعليه حديث : " أبغض الحلال إلى الله الطلاق " . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة اهـ . وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح .... إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه لا عند مجرد إرادة الخلاص ، وإن أراد الخلاص عند الحاجة إليه فهو المطلوب .

(۴/۴۲۸ ، كتاب الطلاق ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : فاعلم أن بعض العلماء قد قسم الغضب إلى ثلاثة : الأول : أن يكون الغضب في أول أمره ، فلا يغير عقل الغضبان بحيث يقصد ما يقوله ويعلمه ، ولا ريب في أن الغضبان بهذا المعنى يقع طلاقه وتنفذ عباراته باتفاق . الثاني : أن يكون الغضب في نهايته بحيث يغير عقل صاحبه ويجعله كالمجنون الذي لا يقصد ما يقول ولا يعلمه ، ولا ريب في أن الغضبان بهذا المعنى لا يقع طلاقه لأنه هو والمجنون سواء . الثالث : أن يكون الغضب وسطا بين الحالتين بأن يشتد ويخرج عن عادته ، ولكنه لا يكون كالمجنون الذي لا يقصد ما يقول ولا يعلمه ، والجمهور على أن القسم الثالث يقع به الطلاق ، والتحقيق عند الحنفية أن الغضبان الذي يخرجه غضبه عن طبيعته وعادته بحيث يغلب الهذيان على أقواله وأفعاله ، فإن طلاقه لا يقع وإن كان يعلم ما يقول ويقصده ، لأنه يكون في حالة يتغير فيها إدراكه ، فلا يكون قصده مبنيا على إدراك صحيح فيكون كالمجنون ، لأن المجنون لا يلزم أن يكون دائمًا في حالة لا يعلم معها ما يقول ، فقد يتكلم في كثير من الأحيان بكلام معقول ، ثم لم يلبث أن يهذي . (۴/۲۲۷، شروط الطلاق ، ط : القاهرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : طلاق الغضبان ثلاثة أقسام : أحدها : أن يحصل له مبادئ الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده ، وهذا لا إشكال فيه . الثاني : أن يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولا يريده ، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله . الثالث : من توسّط بين المرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون فهذا محلّ النظر ، والأدلة تدل على عدم نفوذ أقواله . ثم قال ابن عابدين : والذي يظهر لي أن كلا من المدهوش والغضبان لا يلزم فيه أن يكون بحيث لا يعلم ما يقول ، بل يُكتفىَ فيه بلغبة الهذيان واختلاط الجدّ بالهزل كما هو المفتى به في السكران .. ثم قال : فالذي ينبغي التعويل عليه في المدهوش ونحوه ؛ إناطة الحكم بغلبة الخلل في أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته ، فما دام في حال غلبة الخلل في الأقوال والأفعال ، لا تعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويريدها ، لأن هذه=

کتاب البیوع

خرید وفروخت سے متعلق مسائل

''مہوا'' کا بزنس (خرید وفروخت)

مسئلہ (۱۵۳): بعضے لوگ ''مہوا'' کا بزنس (خرید وفروخت) کرتے ہیں، جس کا استعمال شراب اور دوائی میں ہوتا ہے، یعنی جائز وناجائز ہر دو طرح اس کا استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [۱]، البتہ بیچنے والا - بیچتے وقت شراب بنانے کی نیت سے نہ دے [۲]، اسی طرح اگر کسی کے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ وہ اس سے شراب ہی بنائے گا، تو اس کے ہاتھ بھی فروخت نہ کرے۔ [۳]

=المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن إدراک صحيح كما لا تعتبر من الصبي العاقل .
(۱۸/۲۹ ، الشروط المتعلقة بالمطلق ، الغضبان ، رد المحتار :۲۴۳/۳ ، كشاف القناع : ۲۳۵/۵، ط : دار الفكر بيروت ، حاشية الجمل على شرح المنهاج :۳۲۴/۴ ، ط : دار الفكر بيروت ، إغاثة اللهفان في طلاق الغضبان لإبن القيم الحنبلي :ص/۳۸ ، ط: المكتب الإسلامي بيروت)

ما في " حاشية ابن عابدين " : قال في الولوالجية : إن كان بحال لو غضب يجري على لسانه ما لا يحفظه بعده جاز له الاعتماد على قول الشاهدين . (۲۴۳/۳ ، ط: دار الفكر بيروت)

ما في " مجموعة قوانين الإسلامي " : ''انتہائی درجہ کا غضب جس میں عقل مغلوب ہوجائے، اور انسان یہ نہ سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کررہا ہے، یہ بھی وہ کیفیت ہے جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔'' (ص/۱۳۳، امداد المفتین: جلد دوم، ص/۵۹۳، بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا افریقہ:۲۱۳/۴، ۲۱۴) (فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ:۸۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الإِبَاحَةُ . =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(ص/۱۱۷، قاعده : ۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۲۵۲ ، الأشباه والنظائر للسيوطي : ۱/۱۲۱ ، القواعد الفقهية : ص/۱۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۵۹ ، قاعدة : ۳۳ ، رد المحتار : ۱/۱۰۵ ، مطلب ؛ المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة)

ما في " الأشباه لإبن نجيم " : هل الأصل في الأشياء الإباحة ؟ قال الحموي : ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .

(۱/۲۵۲ ، القاعدة الثالثة)

(۲) ما في " الأشباه لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

(۳) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : الإعانة على المحظور محظور . (۲/۶۴۴)

ما في " رد المحتار " : ما كان سببًا لمحظور فهو محظور . (۵/۲۲۳ ، ط: نعمانيه ، و: ۹/۵۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، ط: بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۶۷۴۸)

میڈیکل نمائندوں سے دوائی خریدنا

مسئلہ (۱۵۴): دوائی کمپنیاں اپنے میڈیکل نمائندوں (ایجنٹ لوگوں) کے ذریعے ڈاکٹر حضرات کو بنانے کے لیے بطورِ نمونہ کچھ دوائیاں مفت دیتی ہیں، مگر وہ ایجنٹ لوگ کچھ دوائیاں تو ڈاکٹروں اور میڈیکل اسٹوروں پر تقسیم کر دیتے ہیں، اور کچھ دوائیاں کمپنی کی چوری سے بیچ دیتے ہیں [1]، اور بعضے لوگ چوری سے بیچی جانے والی اِن دواؤں کو غریبوں، فقیروں اور ضرورت مندوں میں مفت تقسیم کرنے کے لیے اُن سے خریدتے ہیں، شرعاً اس طرح کے ایجنٹوں سے اس طرح کی دوائیاں خریدنا جائز نہیں ہے، خواہ غریبوں، فقیروں اور ضرورت مندوں کو مفت دینے کی نیت سے خریدا جائے، کیوں کہ یہ ایک طرح سے خیانت، دھوکہ دہی اور چوری کے گناہ میں تعاوُن کے مترادِف ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ [2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿والسارق والسارقة فاقطعوآ أیدیهما جزآءً بما کسبا نکالا من اللّٰه﴾ . (سورة المائدة : ۳۸)

ما في " تعلیق بدائع الصنائع " : وأخذ السرقة حرام ، ویدل لذلک الکتاب والسنة والإجماع : أما الکتاب : فقوله تعالی : ﴿والسارق والسارقة فاقطعوآ أیدیهما جزآءً بما کسبا نکالا من اللّٰه﴾ . [سورة المائدة : ۳۸] . فإن اللّٰه تعالی قد رتب وجوب قطع الأیدي علی السرقة عقوبة للسارق ، وهذه العقوبة الشدیدة لا تکون إلا علی فعل محرم شرعًا لما فیها من شدید الإیذاء . وأما السنة : فأولا ما رواه الحاکم من حدیث حجة الوداع ؛ أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " لا یحل لإمرئ من مال أخیه إلا ما أعطاه عن طیب نفس " . فإن نفي الحل یقتضي الحرمة ، فأخذ مال الغیر حرام ، إلا إذا طابت به نفسه ، والسرقة أخذ مال الغیر=

....

= من غير طيب من نفسه فتكون محرمة . وثانيًا : ما رواه مسلم عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ، ويسرق الحبل فتقطع يده " . فإن اللعن على الفعل دليل حرمته، خصوصًا إذا صاحب اللعن ترتب العقوبة على الفعل كما هنا . وأما الإجماع : فقد اتفقت كلمة المجتهدين من السلف والخلف على حرمتها . (۲۷۹/۹ ، كتاب السرقة ، فصل في ركن السرقة)

ما في " درر الحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . وفيه أيضًا : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي . (۱/۱۹٦ – ۱۹۸ ، المادة : ۹٦ – ۹۸)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص : ۲/ ۳۸۱ ، مختصر تفسير ابن كثير : ۱/ ۴۷۸ ، التفسير المنير : ۴۱۸/۷ ، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء ، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله ، تفسير المظهري : ۳/ ۴۸)

ما في " جمهـرة القـــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۶۴۴/۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿ولا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل﴾ كالدعوى الزور والشهادة بالزور أو الحلف بعد إنكار الحق أو الغصب والنهب والسرقة والخيانة أو القمار وأجرة المغني ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب التيس والعقود الفاسدة أو الرشوة وغير ذلك من الوجوه التي لا يبيحه الشرع . (۱/ ۲۳٦)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ، لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/ ۲٦۴ ، ۲٦۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل إلآ أن=

فُٹ پاتھ (راہ داری) کی دکان سے کوئی چیز خریدنا

مسئلہ (۱۵۵): جس شخص نے عام لوگوں کی گزرگاہ پر راستہ روک کر دکان لگالی ہو، اس سے کوئی چیز کے خریدنے میں حضراتِ فقہاء کا اختلاف ہے، بعض یہ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے چوں کہ عوام کا حق غصب کررکھا ہے، لہٰذا اس سے سودا خریدنا اس کی غاصبانہ کارروائی میں تعاوُن ہے، اس سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں، دوسرے بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ امید ہو کہ سودا نہ خریدنے سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا، اور وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے گا، تو اس سے واقعی سودا نہیں خریدنا چاہیے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ فُٹ پاتھ (پگڈنڈی/ راہ داری) پر دکانیں لگا کر لوگوں کو اُن کی آمد ورفت میں تکلیف پہنچاتے ہیں، شرعاً وہ گنہگار ہیں، اور ایسے لوگوں سے سودا خریدنا، گرچہ فی نفسہٖ جائز ودرست ہے [۱]، مگر اس سے اس طرح کے لوگوں کا ایک طرح کا تعاوُن ہوتا ہے، لہٰذا یہ تعاوُن علی المعصیت ہونے کی بنا پر جائز ودرست نہیں ہے۔ [۱]

=تکون تجارة عن تراض منکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : نهی لکل أحد عن أکل مال نفسه ومال غیره بالباطل ، وأکل مال نفسه بالباطل انفاقه في معاصي الله ، وأکل مال الغیر بالباطل قد قیل فیه وجهان : أحدهما ما قال السدي : وهو أن یأکل بالربا والقمار والبخس والظلم .

(۲/۲۱۶ ، باب التجارات وخیار البیع) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: رقم الفتویٰ: ۵۲۷۲۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهیة " : ذهب الفقهاء إلی حرمة التصرف في الطریق النافذة ،=

....

....

....

....

=ويعبّر عنه بـ (الشارع) بما يضرّ المارّة في مرورهم ، لأن الحق لعامّة المسلمين ، فليس لأحد أن يضارّهم في حقهم ...... وقال الحنفية : يجوز بناء دكّة ...... فإن ضرّ المارّة أو منع لم يجز إحداثها . اهـ . (۲۸/ ۳۵۰ ، طريق ، الانتفاع ، الانتفاع في الطريق بغير المرور الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والقعود في الطريق لبيع وشراء) يجوز إن لم يضر بأحد وإلا لا ..... وهذا في النافذ .

(۱۰/ ۲۵۹ ، كتاب الديات ، باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره ، ط : بيروت)

ما في " الهداية مع فتح القدير " : وفي الطريق النافذ له التصرف إلا إذا أضرّ لأنه يتعذّر الوصول إلى إذن الكل . اهـ . (هداية)

(۹/ ۲۴۰ ، باب ما يحدث الرجل في الطريق ، احياء التراث العربي بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه .

(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص :۲/ ۳۸۱ ، مختصر تفسير ابن كثير: ۱/ ۴۷۸ ، التفسير المنير : ۴۱۸/۷ ، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء ، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله ، تفسير المظهري :۳/ ۴۸)

ما في " مجمع الزوائد " : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " .

(۱۳۸/۴ ، سنن ابن ماجه :ص/ ۱۵۹)

ما في " جمهرة القــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/ ۶۴۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذى حرام وتركه واجبٌ . (۲/ ۳۵۶)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۸۵۱)

ڈوگ بریڈنگ(Dog Breeding)بزنس

مسئلہ(۱۵۶): آج کل بہت سے لوگ مویشیوں کی افزائشِ نسل یا پولٹری فارم کی طرح ڈوگ بریڈنگ(Dog Breeding) یعنی کتوں کی افزائشِ نسل کا بزنس کررہے ہیں، اور یہ بزنس بہت منافع بخش ہے، جس میں واچ ڈوگ(Wath Dog) یعنی گھر، کھیت اور جائداد وغیرہ کی حفاظت کرنے والا کتا، شو ڈوگ(Show Dog) یعنی وہ کتا جو صرف تفریح کے لیے پالا اور بیچا جاتا ہے، اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ کتے کی بیع (خرید وفروخت) فی نفسہٖ جائز ہے، اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی حلال ہے، البتہ اس بزنس کو مستقل پیشہ بنالینا مناسب نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : وقال الحنفية : الكلاب التي ينتفع بها يجوز بيعها ويباح أثمانها وبه قال عطاء بن أبي رباح وابراهيم النخعي وأبو يوسف ومحمد وابن كنانة وسحنون من المالكية ومالک في رواية ، وروي عن أبي حنيفة أن الكلب العقور لا يجوز بيعه ولا يباح ثمنه ، هذا ملخص ما في عمدة القاري [۵: ۲۱۰] والمغني لإبن قدامة [۴: ۲۵۱ و۲۵۲] .
(۷/۴۹۳ ، ۴۹۴ ، كتاب المساقاة ، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي الخ)
ما في " شرح معاني الآثار " : قال أبو جعفر : فلما ثبتت الإباحة بعد النهي وأباح الله عز وجل في كتابه ما أباح بقوله : ﴿وما علّمتم من الجوارح مكلّبين﴾ اعتبرنا حكم ما ينتفع به هل يجوز بيعه ويحل ثمنه أم لا ؟ فرأينا الحمار الأهلي قد نهي عن أكله وأبيح كسبه والانتفاع به فكان بيعه إذ كان هذا حكمه حلالا وثمنه حلالا ، وكان يجيء في النظر أيضًا أن يكون كذلک الكلاب لما أبيح الانتفاع بها حل بيعها وأكل ثمنها ويكون ما روي في حرمة=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= أثمانها كانت وقت حرمة الانتفاع بها ، وما روي في إباحة الانتفاع بها دليل على حلّ أثمانها ، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالى .

(۲/ ۲۰۱ ، كتاب البيوع ، باب ثمن الكلب)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيع كل ذي ناب من السباع سوى الخنزير كالكلب والفهد والأسد والنمر والذئب والهر ونحوها فجائز عند أصحابنا .

(۴/ ۳۳۴ ، كتاب البيوع ، حكم عظم الخنزير والآدمي ، دار الكتاب ديوبند)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۱۵۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما الحنفية – فذهبوا إلى صحة بيع الكلب أيّ كلب كان حتى العَقُور . (۹/ ۱۵۴ ، بيع منهي عنه ، بيع الكلب)

وفيه أيضًا : وذهب الحنفية وسحنون من المالكية إلى جواز بيع الكلب مطلقًا ؛ لأنه مال منتفع به حقيقة . اهـ . (۳۵/ ۱۲۸ ، كلب ، بيع الكلب)

وفيه أيضًا : ويجوز بيع الكلب والفهد والسبُع ، المعلَّم وغيرُ المعلَّم في ذلك سواء ؛ لأنه منتفع به حراسة واصطيادًا فكان مالاً فيجوز بيعه . اهـ .

(۴۰/ ۱۰۱ ، نجاسة ، بيع النجاسات والمتنجّسات)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۸۷۶۴، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة: ۸/ ۲۲۴، مسئلہ نمبر: ۱۴۶)

اشیائے خوردنی کا ایکسپورٹ بزنس

مسئلہ(۱۵۷): بعض لوگ اشیائے خوردنی وغیرہ کا ایکسپورٹ بزنس کرتے ہیں، مثلاً ہندوستان میں کسی سپلائر یعنی فراہم کرنے والے سے اشیاء خرید کر بیرونِ ملک کسی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں، اور معمول یہ ہوتا ہے کہ اگر اشیاء خریدنے کے بعد فوراً یا ایک ہفتہ میں قیمت ادا کردیں، تو قیمت کم ہوتی ہے، اور اگر ایک دو مہینہ میں قیمت ادا کریں، تو سپلائر قیمت بڑھا کر لیتا ہے، تو اس طرح اُدھار کی مدت میں زیادتی کی صورت میں اشیاء کی قیمت میں اضافہ کرکے فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فروخت کے وقت ایک شق متعین کرلی جائے، کہ قیمت کی ادائیگی ایک مہینہ یا دو مہینہ کے بعد ہوگی، اور قیمت اتنی ہوگی، اور اگر معاملہ مبہم رکھا گیا، یا اس طرح خرید وفروخت کی گئی کہ اگر قیمت ایک ہفتہ میں ادا کی گئی، تو ۳۰؍ روپیہ، اور ایک مہینہ میں ادا کی گئی، تو ۴۰؍ روپیہ، تو یہ شکل ناجائز ہے، لہٰذا ایکسپورٹر اور سپلائر کو چاہیے کہ خرید وفروخت کے وقت کوئی ایک شق متعین کرلیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن أبي هريرة قال : '' نهی رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة '' .... وقد فسّر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعک هذا الثوب بنقدٍ بعشرة ، وبنسيئة بعشرين ، ولا يفارقه علیٰ أحد البيعتين ، فإذا فارقه علی أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة علی أحد منهما . (۱/۲۳۳ ، البيوع ، ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ، اعلاء السنن :۱۴/۲۰۵)

ما في '' اعلاء السنن '' : وعن سماک عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالی عنه قال : '' نهی النبي ﷺ عن صفقتين في صفقةٍ '' . (۱۴/۲۰۶ ، كتاب البيوع ، باب النهي=

سی سی ٹی وی (CCTV) کیمرہ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۵۸): سی سی ٹی وی کیمرے (CCTV CAMERA) میں گرچہ انسانوں کی تصویریں آتی ہیں، مگراس کا استعمال صرف تصویروں کے لیے ہی نہیں ہوتا، بلکہ حفاظتی نقطۂ نظر سے بعض ناگزیر حالات میں اہم مقامات پر اُس کا نصب کرنا ضروری قرار پاتا ہے، اوراسی ضرورت کے پیشِ نظراس کے نصب کرنے کی گنجائش بھی ہوتی ہے [1]، لہٰذا اُس کی خرید وفروخت کا کاروبار جائز ودرست ہے، اس لیے کہ کسی بھی چیز کی خرید وفروخت کے شرعاً جائز ہونے کے لیے حضراتِ فقہائے کرام نے یہ اُصول بیان کیا ہے کہ: ''جس چیز کا جائز استعمال ممکن ہواُس کی خرید وفروخت جائز ہے۔'' [2]

= عن بيعتين في بيعة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۴۲۸۶)

ما في '' المبسوط '' : وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا ، وبالنقد بكذا أو (قال) : إلى شهر بكذا ، أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد ، لأنه لم يعاطه على ثمنٍ معلوم ، ولنهي النبي ﷺ عن شرطين في البيع ، وهذا هو تفسير الشرطين في بيع............. وهذا إذا افترقا على هذا ، فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز ، لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد . (۹/۱۳ ، كتاب البيوع ، باب البيوع الفاسدة ، ط : بيروت)

ما في '' الهداية '' : لأن للأجل شبهاً بالبيع ، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل .

(۳/۴۷ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق : ۶/۱۹۰ ، كتاب البيوع ، باب البيوع المرابحة والتولية) (محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۳۲۷، مسئلہ نمبر: ۲۶۵، طبع دوم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الأصول والقواعد للفقه الإسلامي '' : اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ .

(ص/۱۹۱ ، قاعدة : ۱۸۵ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص/۳۰۷ ، المبسوط للسرخسي :=

بکرا بکری کی تول کر خرید وفروخت

مسئلہ(۱۵۹): آج کل مارکیٹ میں بکرا بکری وغیرہ جانور تول کر خرید وفروخت کرنے کا رَواج عام ہورہا ہے، تو اگر تول کر فروخت کرنے کی صورت یہ ہوتی ہو کہ ایک عام ریٹ مثلاً؛ دوسو روپئے فی کلو متعین ہو، خریدار جس بکرے کا انتخاب کرے اُسے تولا جائے، اور جتنے کلو کا نکلے، مذکورہ بالا ریٹ کے حساب سے پورے بکرے کی قیمت متعین کی جائے، اورخریدار وہ پوری قیمت ادا کرکے بکرا لے لے، تو اس طرح تول کر بکروں کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے، اوراس طریقے پرخریدے ہوئے بکروں کی قربانی بھی درست ہے۔[۱]

=۱۰/۱۶۱، کتاب الاستحسان ، شرح السير الكبير : ۱۳۴/۵، باب الحبيس في سبيل الله ، قبيل باب العشور من أهل الحرب ، جمهرة القواعد الفقهية : ۶۵/۲۷ ، قاعدة : ۱۰۷۷، ۱۰۸۰، ترتيب اللآلي في سلک الأمالي :ص/۸۰۳ ، قواعد الفقه :ص/۸۹، قاعدة :۱۷۰، القواعد الفقهية :ص/۲۷۰، شرح القواعد : ص/۱۸۵، درر الحكام : ۳۷/۱ ، المادة : ۲۱ ، القواعد الكلية والضوابط الفقهية :ص/۲۱۳)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والحاصل أن جواز البيع يدور مع حلّ الانتفاع . مجتبى . واعتمده المصنف . (۲۶۰/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، ط: زكريا وبيروت)

(اسلام اورجدید معاشی مسائل:۴/۱۴-۲۶،ط:فیصل کراچی،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۶۲۶۰۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : قوله : (وكل شيء نص رسول الله ﷺ على تحريم التفاضل فيه كيلا فهو مكيل أبدًا ، وإن ترک الناس الكيل فيه مثل الحنطة والشعير والتمر والملح .... قوله : (وكل شيء نص على تحريمه وزنًا فهو موزون أبدًا ، وإن ترک الناس الوزن فيه مثل الذهب والفضة) ...... قوله : (وما لم ينص عليه فهو محمول على عادات الناس) ؛ لأنها دلالة ظاهرة .

(۲۹۱/۱ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، مختصر القدوري مع=

مصنف یا پبلیشر کی اجازت کے بغیر کتاب کاپی کرنا

مسئلہ (۱۶۰): افادہ اور اشاعتِ دین کے مقصد سے اسلامی کتابیں، مصنف یا پبلیشر کی اجازت کے بغیر اِسکین یا کاپی کر کے کسی کو دینا جائز ہے (۱)، البتہ اُن کے جملہ حقوق محفوظ ہونے کی صورت میں (۲) بلا اجازت طباعت اور اس کی خرید وفروخت درست نہیں ہے۔ (۳)

=المعتصر الضروري :ص/۲۸۸ ، ۲۸۹ ، کتاب البیوع ، باب الربا ، ط : مکتبة البشری کراچي پاکستان ، التسهیل الضروري للمسائل القدوري : ص/۲۱۲ ، باب الربا ، م : علامه محمد عاشق الٰهی البرني ، ط : مکتبة البشری کراچي پاکستان ، اللباب في شرح الکتاب :ص/۲۲۲ ، م : شیخ عبد الغني الغنیمي المیداني ، ط : قدیمي کتب خانه مقابل آرام باغ کراچي پاکستان)

ما في " فتاوی قاضي " : "جانور عرفِ عام میں عددی شمار کیے جاتے رہے ہیں، اب عرف میں تبدیلی آئی ہے، اور جانوروں کی بیع وزناً بھی ہونے لگی ہے، خود ہندوستان میں بھی کم ازکم مرغیوں کی حد تک شہروں میں وزن کر کے بیچنے کا رَواج ہو چلا ہے،...... یہاں روپیہ دے کر جانور وزن کے حساب سے خریدنا ہے، نہ یہاں اتحادِ جنس وقدر ہے کہ اس میں شبہ ربا ہو، اور نہ کوئی غرر ہے، نہ کوئی ایسی جہالت ہے جو مفضی الی المنازعت ہو، لہٰذا اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں، بیع جائز ہے، واضح رہے کہ یہاں بیع گوشت کی نہیں، بلکہ پورے جانور کی ہے، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (ص/۱۰۲، کتاب البیوع، جانور کی وزن سے خرید وفروخت، محقق ومدلل جدید مسائل:۲/ ۳۲۷، مسئلہ نمبر:۲۵۹، کتاب البیوع، زندہ مرغی تول کر فروخت کرنا، طبع اول)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۲۰۹۳، فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ: ۱۵۸-رج:۲، محمود الفتاویٰ :۴/ ۴۷۰، زندہ جانور وزن کر کے بیچنا، کتاب البیوع، ط: مکتبہ محمودیہ ڈابھیل)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : قال الأخفش : وهو أمر لجمیع الخلق بالتعاون علی البرّ والتقویٰ أي لیعن بعضکم بعضًا . (۶/ ۴۶)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : قوله تعالی : ﴿وتعاونوا علی البرّ والتقوی﴾ یقتضي=

....

=ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى ؛ لأن البر هو طاعات الله . (۲/ ۳۸۱)

ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترک المنكرات وهو التقوى . (۱/ ۴۷۸)

ما في " عون المعبود " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من دلّ على خير فله مثل أجر فاعله " .

(ص/۲۱۸۸ ، حديث : ۵۱۲۹ ، كتاب الأدب ، باب في الدال على الخير)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن أسمر بن مضرس قال : أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال : "من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له " . وفي نسخة : " إلى ما لم يسبقه " .

(ص/۴۳۷ ، بذل المجهود : ۱۰/۳۱۶)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : وإن كان العلامة المناوي رحمه الله تعالى رجّح أن هذا الحديث واردٌ في سياق احياء الموات ، ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن ، ومن سبق لشيء منها فهي له ، ولا شكّ أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب . (ص/۱۲۳ ، حق الابتكار وحق الطباعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الأشباه : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن والوظائف بالأوقاف ..... المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال . (در مختار) . (۷/۳۳ ، ۳۴ ، ۳۵ ، كتاب البيوع ، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها ، ومطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ط : بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمؤلف قد بذل جهدًا كبيرًا في اعداد مؤلفه ، فيكون أحق الناس به ، سواء فيما يمثل الجانب المادي ، وهو الفائدة المادية التي يستفيدها من علمه ، أو الجانب المعنوي وهو نسبة العمل إليه ، ويظل هذا الحق خالصًا دائمًا له ، ثم لورثته لقول النبي صلى الله عليه وسلم فيما رواه البخاري وغيره : " من ترک مالاً أو حقًّا فلورثته " . (۴/ ۲۸۶۱)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : ومقتضى ذلک أن يجوز النزول عن حق الابتكار أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض يأخذه النازل ، ولكن هذا إنما يتأتى في أصل حق الابتكار وحق الطباعة ، أما إذا قرن هذا الحق بالتسجيل الحكومي الذي يبذله المبتكر من=

....

=أجله جهده وماله ووقته ، والذي يعطي هذا الحق مكانة قانونية تمثلها شهادة مكتوبة بيد المبتكر ، وفي دفاتر الحكومة ، وصارت تعتبر في عرف التجار ما لاً متقوماً ، فلا يبعد أن يصير هذا الحق المسجل ملحقاً بالأعيان والأموال بحكم هذا العرف السائر ، وقد أسلفنا أن للعرف مجالا في إدراج بعض الأشياء في حكم الأموال والأعيان ، لأن المالية كما حكينا عن ابن عابدين رحمه الله تعالى تثبت بتموّل الناس ، وإن هذا الحق بعد التسجيل يحرز أحد الأعيان ويدّخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ، وليس في اعتبار هذا العرف مخالفة لأي نص شرع من الكتاب أو السنة ، وغايته أن يكون مخالفاً للقياس ، والقياس يترک للعرف ، ونظرًا إلى هذه النواحي أفتى جمع من العلماء المعاصرين بجواز هذا الحق ، أذكر منهم علماء القارة الهندية مولانا الشيخ فتح محمد اللكنوي – تلميذ الإمام عبد الحي اللكنوي ، والعلامة الشيخ المفتي محمد كفايت الله ، والعلامة الشيخ نظام الدين مفتي دار العلوم بديوبند ، وفضيلة الشيخ المفتي عبد الرحيم اللاجفوري . (ص/١٢٣)

(فتاوی محمودیہ :۱۶/۱۸۶، نظام الفتاوی :۱/۱۲۸، فتاوی رحیمیہ :۹/۲۱۹، جدید فقہی مسائل :۴/۱۷۸، فقہی مقالات :۱/۲۲۴-۲۲۹) (محقق ومدلل جدید مسائل:۲/۲۸۲،۲۸۳، مسئلہ نمبر:۲۲۰،حق تصنیف کو خاص کرنا)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . (ص/٢٥٥ ، باب الغصب والعارية ، السنن الكبرى للبيهقي :١٦٦/٦ ، كتاب الغصب ، سنن الدار قطني :٢٢/٣ ، كتاب البيوع ، حديث :٢٨٦٢، مسند أحمد : ١٥/٤٠٠ ، حديث :٢٠٩٨٠ ، جمع الجوامع : ٧/٩ ، حديث : ٢٦٧٥٩، شعب الإيمان :٤/٣٨٧ ، حديث :٥٤٩٢)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(٩/٢٤٠، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .

(٦/٧٧ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق :٥/٦٨، كتاب الحدود ، فصل في التعزير ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ١/٩٦– ٩٨، رقم المادة :٩٦- ٩٨ ، شرح المجلة لسليم رستم باز :ص/٦٢ ، رقم المادة : ٩٧ ، البحر الرائق :٨/١٩٨، كتاب الغصب ، بيروت ، قواعد الفقه : ص/١١٠ ، قاعدة :٢٧٠)

(محقق ومدلل جدید مسائل:۲/۲۹۴، مسئلہ نمبر:۲۲۹، کتاب البیوع، بلا اجازت کسی کی تالیف شائع کرنا)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۳۷۷۶۴)

ٹوکن دے کر زمین کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۶۱): زمینوں کے کاروبار میں آج کل بہت زیادہ فساد وبگاڑ آچکا ہے، خریدار مالکِ زمین سے محض ٹوکن دے کر معاملہ کرلیتا ہے، جسے ایگری مینٹ ٹوسیل (وعدۂ بیع) کہا جاتا ہے، اور معاملے کو حتمی ویقینی شکل دینے کے لیے ایک مدت مقرر کرلی جاتی ہے، مثلاً ایک سال، اب اس درمیان ٹوکن دینے والا شخص دوسرے خریداروں کو تلاش کرتا ہے، اور اُن کو پلاٹ فروخت کرنا شروع کردیتا ہے، اگر وہ کامیاب ہوگیا، تو سال بھر کے اندر پورے پلاٹ فروخت کردیتا ہے، اور وقتِ مقرر آنے پر زمین مالک کو، زمین کی قیمت دے کر معاملے کو حتمی شکل دے دیتا ہے، اور جو نفع ہوا اُسے رکھ لیتا ہے، اور اگر سال بھر میں خریدار نہ ملے، یا ملے مگر اتنے نہیں جتنے مطلوب تھے، تو اس نے جو ٹوکن کی رقم زمین مالک کو دی تھی، وہ ڈوب جاتی ہے، واپس نہیں ملتی، اور زمین مالک کے ساتھ اس کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے، اب وہ لوگ جنہوں نے اس سے پلاٹ خرید لیے تھے وہ لٹک جاتے ہیں، نہ تو اُنہیں اُن کا پلاٹ ملتا ہے اور نہ رقم، اور اگر ملی بھی، تو تھوڑی ملتی ہے، جس کی وجہ سے آپسی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہوجاتے ہیں، اس لیے زمین کا کاروبار کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اصل مالک سے اپنا معاملہ حتمی ہونے (بیع مکمل ہونے) سے پہلے زمین وپلاٹ آگے فروخت نہ کریں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (ویکون بقول أو فعل ، أما القول فالإیجاب والقبول)=

....

=............ (وهما عبارة عن كل لفظين ينبئان عن معنى التملّک والتمليک ماضيين) ... (أو حالين) كمضارعين لم يقرنا بسوف والسين كأبيعک فيقول : أشتريه ، أو أحدهما ماض والآخر حال ، (و) لكن (لا يحتاج الأول إلى نية بخلاف الثاني) فإن نوى به الإيجاب للحال صحَّ على الأصحِّ وإلا لا . (۷/۱۰، ۱۷، ۱۸ ، كتاب البيوع)

ما في " الفتاوى الهندية " : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي مثل أن يقول أحدهما : بعت ، والآخر : اشتريت ، لأن البيع انشاء تصرف ، والانشاء يعرف بالشرع، والموضوع للاخبار قد استعمل فيه ، فينعقد به ، ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل ...... وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية . (۱۸/۳ – ۲۰)

ما في " عقد البيع لمصطفى أحمد الزرقاء " : الوعد المجرد بالبيع أو بغيره من العقود أو الأعمال، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه ، لم يقم له الفقهاء وزناً من الوجهة القضائية ، أي انه لا يلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية ، أما القضاء فلا يجبر على الوفاء بوعده ، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب وقبول قطعيين ، كما لو قال الإنسان لآخر : سأبيعک ، أو : أعدک بأن أبيعک المال الفلاني بكذا ، فهذا من قبيل الوعد المجرد ..... إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراء ه خلال مدة معينة . (۱۷۱ ، ۱۷۲ ، الفصل السابع في الوعد بالبيع) (محقق ومدلل جدید مسائل:۲/ ۲۵۵،مسئلہ نمبر:۱۹۹، بیع اور وعدۂ بیع میں فرق)

ما في " الموسوعة الفقهية " : " وخالف الإمام محمد فلم يجز بيع العقار قبل قبضه ، وهو قول أبي يوسف الأول ، وقول الشافعي كما قدمنا ، وذلک لإطلاق الحديث وقياسًا على المنقول ، وقياسًا أيضا على الإجارة ، فإنها في العقار لا تجوز قبل القبض ، والجامع اشتمالهما على ربح ما لم يضمن ، فإن المقصود من البيع الربح ، وربح ما لم يضمن منهي عنه شرعاً ، والنهي يقتضي الفساد ، فيكون البيع فاسدًا قبل القبض ، لأنه لم يدخل في ضمانه ، كما في الإجارة " . (۱۲۵/۹، ۱۲۶، العناية شرح الهداية بهامش فتح القدير : ۱۳۷/۶ ، ط . دار احياء التراث العربي بيروت)

ما في "أصول الإفتاء وآدابه " : ولكن صرح عدةٌ من الفقهاء بأنه قد يجوز العمل أو الإفتاء برواية ضعيفة أو قول مرجوح لضرورة اقتضت ذلک . (ص/۱۹۸)

(ٹوکن دے کر زمین کی خرید وفروخت اور تجارتی انعامی اسکیمیں:ص/ ۷۶-۸۲، بیع عقار قبل القبض " Real State Before hold's Sale" علماء وارباب افتاء کے لیے مقام فکر ونظر، و:ص/۸۳- ۸۵،زمین کے کاروبار سے متعلق بندہ کی تحقیق) (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۶۴۵۵۲)

کتاب الربوا

سود سے متعلق مسائل

عیش وعشرت کے لیے فائنانس پر مکان بنوانا

مسئلہ (۱۶۲): اگر کوئی شخص ایسا بے گھر ہو کہ اُسے سر چھپانے کی جگہ بھی میسر نہ ہو، اور کوئی ایسا فرد یا جماعت بھی نہ ہو، جو اُس کی اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اُسے قرضِ حسنہ دے، تو اس شخص کے لیے اپنی مکان کی ضرورت - یعنی ایسا مکان جو خود انسان اور اس کی بیوی بچوں کو موسمی تکلیفوں سے بچا سکے، نیز ان کی تمام بشری ضرورتوں کی تکمیل کے لیے درکار سہولتوں سے آراستہ ہو- پوری کرنے کے لیے بقدرِ ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے(۱)، لیکن جس شخص کے پاس رہنے کی کوئی جگہ ہو، خواہ کرایہ کی ہو، یا کرایہ پر لینے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کے لیے سودی قرض لینا درست نہیں ہے۔(۲)

بعض لوگ محض عیش وعشرت اور فراخی وخوشی کی زندگی گزارنے کے لیے بڑے مکان، یا اچھی اور عمدہ گاڑی کے لیے بینک یا فائنانس اداروں سے سودی قرض لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ضرورۃً سودی قرض لینے کی گنجائش ہے، اس لیے ہم نے سودی قرض لیا ہے، اُن کی یہ بات صحیح ودرست نہیں ہے، کیوں کہ ضرورت وہ نہیں ہے جسے وہ ضرورت کہہ رہے ہیں، یا خیال کر رہے ہیں، بلکہ ضرورت وہ ہے جسے شریعتِ اسلامیہ نے ضرورت قرار دیا ہے، اور وہ یہ ہے: ” الضرورۃُ

بُلوغهُ حدًّا إن لم يتناولِ الممنوعَ هلك أو قاربَ "–"ضرورت نام ہے؛ انسان کا اس درجے پہنچ جانا کہ اگر اشیائے ممنوعہ کا استعمال نہ کرے، تو ہلاک یا قریب الہلاک ہوجائے۔"(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم فإن اللّٰه غفورٌ رحيمٌ﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " البحر الرائق " : وفي القنية من الكراهية : يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح .

(۲۱۱/٦ ، كتاب البيع ، باب الربوا ، ط : بيروت ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي: ۳۲٦/۱ ، الضرر يزال)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

(۳) (شرح الحموي على هامش الأشباه : ۳۰۸/۱ ، القاعدة الخامسة ، الموسوعة الفقهية: ۱۹۱/۲۸ ، ضرورة ، التعريف) (فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا، رقم الفتویٰ:۸۸، رج:۱، و:۱۸۸، رج:۲)

ما في " نئے مسائل اور فقه اکیڈمی کے فیصلے " : "۱-بنیادی طور پر پانچ مصالح ہیں جن کا حصول احکامِ شرعیہ کا مقصود ہے: دین، حیات وزندگی (بشمول عزت وآبرو)، نسل وعقل اور مال کا تحفظ، جو اُمور ان مصالح کے حصول کے لیے اس قدر ناگزیر ہوجائیں کہ ان کے فقدان کی وجہ سے ان مصالح کے فوت ہوجانے کا یقین یا ظنِ غالب ہو، وہ ضرورت ہیں۔" الخ (ص/۲۵، محوراول، شریعت میں ضرورت وحاجت کی رعایت اوراس کے حدود، ساتواں فقہی سمینار[گجرات]۱۹۹۴ء)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۴۲۵/۲، مسئلہ نمبر: ۳۴۹، ہاؤسنگ لون، فتاویٰ عثمانی: ۳۱۲/۳، کتاب الربا والقمار والتامین، بینک یا ہاؤس بلڈنگ فائنانس کے ذریعے گھر خریدنے کا حکم، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی)

بینک سے لون لے کر مکان خریدنا

مسئلہ (۱۶۳): بعض لوگ بینک کے ذریعے لون پر مکان خریدتے ہیں، اس طور پر کہ مکان کی قیمت مثلاً دس لاکھ روپئے ہیں، تو دو لاکھ روپئے خود خریدار ادا کرتا ہے، اور باقی رقم بینک فائنانس (مالی مدد) کرتا ہے، پھر خریدار بینک کو آہستہ آہستہ ہر مہینے قسط وار ادا کرتا رہتا ہے، اور جتنا جلد خریدار مُعامَلہ صاف کردے بینک اتنا ہی کم فائدہ (سود) لیتا ہے، اور جتنی تاخیر ہوتی ہے، اسی حساب سے بینک زیادہ وصول کرتا ہے، شرعاً یہ سودی طریقہ ہے جو درست نہیں، حدیثِ پاک میں سودی لین دین پر لعنت وارد ہوئی ہے[1]، لہٰذا اس طرح کا سودی معاملہ کرنے سے احتراز لازم ہے، ہاں! اگر بینک پہلے خود مکان خرید لے، اور جتنا سود وہ لینا چاہتا ہے اس کو جوڑ کر اس مکان کی مجموعی قیمت میں شامل کرلے، اور پھر خریدار اس مکان کو لے کر قسط وار رقم ادا کردے، اس شرط کے ساتھ کہ کسی قسط کی تاخیر پر بینک سود وصول نہیں کرے گا، تو اس کی گنجائش ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " .

(۲/۲۷ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " موسوعة تكملة فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني : الذي يؤدي الربا إلى غيره، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشدّ من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام . (۵۷۴/۷ ، تحت رقم :۴۰۶۸)=

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) .

(۳۹۸/۷ – ۴۰۱)

ما في " صحيح البخاري " : عن عون بن أبي جحيفة قال : رأيتُ أبي اشترى عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فكُسرتْ فسألته ، فقال : " نهي النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة ، وآكل الربا وموكله ، ولعن المصور " .

(۲۸۰/۱ ، كتاب البيوع ، باب موكل الربا ، حديث : ۲۰۸٦)

ما في " عمدة القاري " : والموكل المطعم والآكل الآخذ ، وإنما سوى في الإثم بينهما وإن كان أحدهما رابحًا والآخر خاسرًا ، لأنهما في فعل الحرام شريكان متعاونان .

(۱۴/۲۱ ، كتاب العدة ، باب مهر البغي والنكاح الفاسد ، تحت حديث : ۵۳۴۷)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط .

(۲۲۷/۱ ، ۲۲۸ ، المادة : ۲۴۵ ، ۲۴٦)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : أما الأيمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع ومؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد .

(ص/۷ ، بحوث فقهية من الهند : ص/۱۲۳ ، بيع التقسيط)

بینک سے لون لے کر گاڑی خریدنا

مسئلہ (۱۶۴): بعض لوگ بینک کے توسُّط سے لون لے کر قسطوں پر گاڑی خریدتے ہیں، جو شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں بینک سے سودی قرض کا معاملہ ہوتا ہے، اور بلا ضرورتِ شدیدہ سودی قرض لینا شریعت میں سخت ناجائز وحرام ہے (۱)، ہاں! اگر اس طریقۂ کار میں یہ تبدیلی لائی جائے کہ بینک پہلے اپنے لیے گاڑی خرید لے، پھر کچھ متعینہ نفع کے ساتھ اس خریدار کے ہاتھ فروخت کردے، تو اس خریدار کے لیے گنجائش ہوگی، جسے اپنی مالی حیثیت کے پیشِ نظر ہر قسط اُس کے وقت پر ادا کرنے کا یقین یا غالب گمان ہو۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " .

(۲/۲۷ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " موسوعة تكملة فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني : الذي يؤدي الربا إلى غيره، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشدّ من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام . (۵۷۴/۷ ، تحت رقم : ۴۰۶۸)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) .

(۳۹۸/۷ - ۴۰۱)

ما في " صحيح البخاري " : عن عون بن أبي جحيفة قال : رأيتُ أبي اشترى عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فكُسرتْ فسألته ، فقال : " نهي النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة ، وآكل الربا وموكله ، ولعن المصور " . =

دورانِ سفر کریڈٹ کارڈ کا استعمال

مسئلہ (۱٦۵): آج کل دورانِ سفر اپنے پاس روپئے رکھنا خطرے سے خالی نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص دورانِ سفر کسی ناخوشگوار واقعہ سے بچنے کے لیے کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرتے ہوئے اُس کے ذریعے خرید وفروخت کرے، جس میں سامان کی قیمت بعد میں ادا کرنا ہوتی ہے، اور ایک مخصوص مدت تک اس میں سود بھی ادا نہیں کرنا پڑتا ہے، تو یہ صورت جائز ہے[۱]، البتہ سود چڑھنے سے پہلے پہلے قیمت کی ادائیگی ضروری ہوگی، تاکہ سود دینے کی نوبت نہ آسکے[۲]، نیز کریڈٹ کارڈ کے لیے جو سالانہ فیس بینک کی طے کردہ اُجرت ہوتی ہے، جو کارڈ جاری کرانے اور اس کے لیے کی جانے والی کارروائی کا عوض ہے[۳]، یا ان مشینوں کے اخراجات کے مقابلے میں لی جاتی ہے، جس سے آدمی کو کہیں سے بھی پیسہ نکالنا آسان ہوجاتا ہے، جس کے نصب کرنے میں کثیر رقم خرچ ہوتی ہے۔

=(۱/۲۸۰ ، كتاب البيوع ، باب موكل الربا ، رقم الحديث : ۲۰۸٦)

ما في " عمدة القاري " : والموكل المطعم والآكل الآخذ ، وإنما سوى في الإثم بينهما وإن كان أحدهما رابحًا والآخر خاسرًا ، لأنهما في فعل الحرام شريكان متعاونان .

(۱۴/۲۱ ، كتاب العدة ، باب مهر البغي والنكاح الفاسد ، تحت رقم الحديث :۵۳۴۷)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط . (۱/۲۲۷ ، ۲۲۸ ، المادة :۲۴۵ ، ۲۴٦)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : أما الأيمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع ومؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد . (ص/۷ ، بحوث فقهية من الهند :ص/۱۲۳ ، بيع التقسيط)=

....

....

....

....

=(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۸۱۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض ؛ لأن قبضه بنفسه على وجه التملك ، ولرب الدين على المديون مثله .

(۵/۶۷۵)

ما في " بحوث فقهية قضايا معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها ...... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ، ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية دون المثلية في القيمة والمالية . (ص/۱۷۴)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " .

(۲/۲۷ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " موسوعة تكملة فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني : الذي يؤدي الربا إلى غيره، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشدّ من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام . (۷/۵۷۴ ، تحت رقم: ۴۰۶۸)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) .

(۷/۳۹۸ – ۴۰۱)

(۳) ما في " المبسوط للسرخسي " : اعلم أن الإجارة عقد على المنفعة بعوض هو مال . اهـ . (۱۵/۸۶ ، كتاب الإجارات ، بيروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۸۸۴)

کتاب الإجارة

اجارہ سے متعلق مسائل

مفتی کے لیے فتویٰ پر اُجرت لینا

مسئلہ (۱۶۶): اگر کوئی مفتی کسی مدرسے میں فتویٰ کے کام پر ملازم ہے، اور اس کو فتویٰ کے کام پر ماہانہ تنخواہ ملتی ہے، تو اس کے لیے مستفتی (سائل) سے فتویٰ پر مُعاوَضہ لینا جائز نہیں، خواہ اُسے زبانی مسئلہ بتائے یا لکھ کر دے، کیوں کہ وہ مدرسے کا ملازم ہے، نہ کہ مستفتی کا، اور مدرسہ اُسے ماہانہ معاوضہ دے رہا ہے، اور اگر کوئی مستفتی اپنی طرف سے کچھ پیش کرے، تو بھی معذرت کردے اور قبول نہ کرے، البتہ اگر کوئی مفتی ذاتی طور پر فتویٰ کا کام کرتا ہے، تو چوں کہ مفتی پر مستفتی کے دریافت کرنے پر صرف زبانی مسئلہ بتانا واجب ہے، لکھ کر دینا واجب نہیں، اس لیے لکھ کر فتویٰ دینے پر مناسب معاوضہ لے سکتا ہے، اس کی گنجائش ہے، لیکن بہتر یہاں بھی یہی ہے کہ کچھ بھی معاوضہ یا ہدیہ نہ لے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (يستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق) والمحاضر والسجلات (قدر ما يجوز لغيره كالمفتي) فإنه يستحق أجر المثل على كتابة الفتوى ؛ لأن الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان ، ومع هذا الكف أولى احترازًا عن القيل والقال وصيانة لماء الوجه عن الابتذال . بزازية . وتمامه في قضاء الوهبانية . اهـ . (۹/۱۲۷ ، كتاب الإجارة ، باب فسخ الإجارة ، مكتبه زكريا وبيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأولى للمفتي أن يكون متبرّعا بعمله ولا يأخذ عليه شيئًا،=

غیروں کے مقدس مقامات کی ڈیزائننگ ونقشے بنانا

مسئلہ (۱۶۷): بعض مسلم انجینئر حضرات غیر مسلموں کے مقدس مقامات؛ جیسے چرچ، کنیسہ، گُرودوارہ اور مندر وغیرہ اور فلم تھیئٹر کی ڈیزائننگ یعنی عمارتوں کے نقشے بنا کر دیتے ہیں، تو فی نفسہٖ مذکورہ عمارتوں کی ڈیزائننگ اور نقشے بنانے کا کام جائز ہے، اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی حلال ہے[1]، البتہ احتیاط بہتر واَولیٰ ہے۔[2]

=وإن تفرّغ للإفتاء فله أن يأخذ عليه رزقًا من بيت المال على الصحيح عند الشافعية ، .... وأجاز الحنفية وبعض الشافعية أخذ المفتي الأجرة على الكتابة لأنه كالنسخ .

(۴۳/ ۳۱ ، ۳۲ ، فتوى ، أخذ الرزق على الفتيا) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۹۹۷۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) جاز تعمير كنيسة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وجاز تعمير كنيسة) قال في الخانية : ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به ؛ لأنه لا معصية في عين العمل .

(۵۶۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، و:۳۹۱/۶ ، ط : دار الفكر بيروت)

ما في " أحسن الفتاوىٰ " : "مندر کی تعمیر یا مرمت اُجرت پر جائز ہے، مگر کراہت سے خالی نہیں۔"

(۳۰۹/۷، مندر کی تعمیر کی اجرت جائز ہے، کتاب الاجارۃ)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الإحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۱۰۰/۲)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل أن الاحتياط في حقوق الله تعالى جائز ، وفي حقوق العباد لا يجوز .

(ص/۱۵ ، مادة : ۱۷ ، و:ص/۵۴، مادة : ۱۰) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۶۲۶۳۸)

ریڈیم سے بنی ہوئی تصاویر کے اسٹیکر چسپاں کرنا

مسئلہ (۱٦۸): جو لوگ ریڈیم اسٹیکر کی دُکان چلاتے ہیں، یعنی گاڑیوں کی نمبر پلیٹیں، ڈیزائن؛ پھل، پھول، بیل بوٹے یا غیروں کے دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بناتے ہیں، یا اُن کی ریڈی میڈ بنی بنائی تصویروں کے اسٹیکر چسپاں کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ اگر وہ ریڈیم اسٹیکر سے محض پھل، پھول اور بیل بوٹے یا نمبر پلیٹیں بناتے ہیں، تو شرعاً اس کی اجازت ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال ہے، لیکن غیروں کے دیوی دیوتاؤں یا جانداروں کی تصویریں بنانا، یا اُن کے ریڈی میڈ اسٹیکر چسپاں کرنا، شرعاً جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اُس کی آمدنی حلال ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس ، إذ جاء رجل فقال : يا ابن عباس ! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ سمعته يقول : "من صوّر صورةً فإنّ الله معذّبه حتى ينفخ فيه الروح ، وليس بنافخ فيها أبدًا " . فربا الرجل ربوة شديدةً واصفرّ وجهه ، فقال : " ويحك ! إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليك بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " .
(ص/۳۸٦ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، الفصل الثالث ، حديث : ۴۵۰۷)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير .
(۲۱۰/۷ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ)

ما في " مرقاة المفاتيح ": وأما تصوير صورة الشجر والرجل والجبل وغير ذلك ، فليس بحرام . (۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس)=

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلک اتفاقاً ، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصوّرها . (۹۷/۱۲)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والتمثال خاص بمثال ذي الروح ، لكن المراد هنا ذو الروح ، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر .

(۴۲۷/۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ ، ط : بيروت)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : [عن] عبد اللّٰه قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند اللّٰه المصورون " . (۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲۰۱/۲ ، كتاب اللباس ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في " شرح النووی علی هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الحديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۱۹۹/۲، كتاب اللباس ، فتح الباري : ۴۷۱/۱۰ ، باب عذاب المصورين ، مرقاة المفاتيح : ۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس ، باب التصوير ، الفصل الأول ، رد المحتار : ۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولى ، البحر الرائق : ۴۸/۲ ، ۴۹)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : وعن ابن عباس قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول : " لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال ، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار ، يقول لهم الرحمٰن : قوموا إلى ما صورتم ، فلا يزالون يعذبون حتىّٰ تنطق الصورة ولا تنطق " .

(۱۵۷/۱۱ ، حديث : ۱۱۴۷۸ ، مجمع الزوائد :۲۲۶/۵ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في التماثيل والصور ، حديث :۸۸۹۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان.

(۲۷۴/۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . (در مختار) . وفي الشامية:=

تقریر وخطابت کے عوض اجرت لینا

مسئلہ (۱۶۹): مقرر؛ یعنی تقریر کرنے والا، تقریر کرنے کے بعد جو روپئے لیتا ہے، وہ اگر بطورِ ہدیہ کچھ لوگ بطیبِ خاطر دیں، تو اُن کے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں [۱]، اسی طرح مُلازَمت کے طور پر مقرر کو اگر کچھ دیا جائے، اور متعین کر دیا جائے کہ مثلاً: روزانہ یا ہفتے میں ایک گھنٹہ وعظ کہنا ہوگا، اور یہ تنخواہ ہوگی، تو اس طرح کا اجارہ بھی درست ہے [۲]، لیکن یہ طریقہ پسندیدہ نہیں کہ بلا تعیین کے مقرر کہیں تقریر کر کے روپیہ لے، اور اپنے انداز سے کم ہونے پر ناراضگی وخفگی کا اِظہار کرے، اس سے وعظ کا اثر بھی ختم ہوجاتا ہے، اور بلانے والے بھی رسم کے طور پر بلاتے ہیں، اور اعلیٰ مقام یہ ہے کہ متعین یا غیر متعین طور پر بھی کچھ نہ لیا جائے، بلکہ حِسبۃً للہ وعظ کہا جائے، وہ اِن شاء اللہ زیادہ مؤثر ہوگا۔ [۳]

=قال الشامي رحمه الله تحت قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .

(۹/۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۰۳)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۲۳۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الآداب للبيهقي " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ : " تَهادَوا تَحابُّوا " . وفيه أيضاً : عن أنس بن مالک : " أن رسول الله ﷺ كان يأمرنا بالهديّة والصلة بين الناس " .

(ص/۴۰ ، حديث : ۱۰۰ ، ۱۰۱ ، باب في الهدية ، ط : بيروت ، نصب الراية=

....

= للزيلعي:۲۹۸/۴ ، كتاب الهبة ، ط : دار الإيمان سهارنفور ، المعجم الأوسط للطبراني :۲۵۴/۵ ، حديث : ۷۲۴۰ ، ط : بيروت ، الأدب المفرد للبخاري : ص/۱۵۵ ، ط : السلفية ، التلخيص الحبير لإبن حجر : ۱۵۲/۳ ، ط : مؤسسة قرطبة ، ۷۰/۳ ، شركة الطباعة الفنية)

وفي رواية بإسناده ، قال : " تهادوا تزدادوا حبّاً " . (۲۱۹/۴ ، حديث : ۵۷۷۵)

ما في " سنن الترمذي " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " تَهادَوْا ، فإن الهديّةَ تُذهبُ وَحَرَ الصدر " ... الخ " . (۱۸۶/۳ ، حديث : ۲۱۳۰ ، كتاب الولاء والهبة ، باب في حث النبي ﷺ على التهادي ، ط : بيروت ، عارضة الأحوذي : ۲۲۲/۸ ، ۲۲۳ ، تحت رقم : ۲۱۳۰ ، ط : بيروت)

ما في " تحفة الفقهاء للسمرقندي " : الهبة عقد مشروع ، مندوب إليه بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّئا مريئا﴾ . وأما السنة فقوله عليه السلام : (تحابّوا) .... وعليه الإجماع .

(۱۵۹/۳ ، كتاب الهبة ، ط : بيروت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : قال الشيخ الإمام الأجل الزاهد شمس الأئمة وفخر الإسلام أبوبكر محمد بن أبي سهل السرخسي رحمه اللّٰه تعالى إملاءً : اعلم أن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وإذا حيّيتُم بتحيّة فحيّوا بأحسن منهآ أو رُدّوها﴾ . [النساء : ۸۶] والمراد بالتحية العطية .... فإن قوله : ردّوها ، يتناول ردّها بعينها ، وإنما يتحقق ذلك في العطية وقال الله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّاً مريئًا﴾ . [النساء : ۴] ، وإباحة الأكل بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة رضي الله عنه ، أن النبي ﷺ قال : " الواهبُ أحقّ بهبته ما لم يثبت منها " . ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودد بين الأخوان ، وكل ذلك مندوب إليه بعد الإيمان ، وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : " تهادوا تحابّوا " .

(۵۶/۱۲ ، كتاب الهبة ، ط : دار الكتب العلمية ، ۴۷/۱۲ ، ط : دار المعرفة بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الهبة مشروعة في الكتاب والسنة والإجماع ، فمن الكتاب قوله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾ . [النساء : ۴] ومن =

....

....

....

=السنة قوله ﷺ : " تهادوا تحابّوا " ..... وأما الإجماع فقد انعقد على جوازها ومشروعيتها ، بل على استحبابها بجميع أنواعها ، لما فيها من التعاون على البر والتقوى ، وإشاعة الحبّ والتواد بين الناس ، وبه تتبين الحكمة من مشروعيتها .

(۴۲/۱۲۱ ، ۱۲۲ ، هبة ، مشروعية الهبة ، المغني والشرح الكبير لإبن قدامة المقدسي الحنبلي : ۶/۲۴۶ ، باب الهبة والعطية ، ط : دار الكتاب العربي ، مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ۲/۳۹۶ ، كتاب الهبة والتمليک بلا عوض هبةٌ ، ط : دار الفكر)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) لا لأجل الطاعات مثل (الأذان والحج والإمامة وتعليم القرآن والفقه) ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولا لأجل الطاعات) الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستيجار عليها عندنا . اهـ . (۹/۷۶ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستيجار على الطاعات ، ط : بيروت وزكريا)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن الخ) .... وزاد بعضهم : الأذان والإقامة والوعظ . اهـ . (۹/۷۶ ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحريم مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة إليه ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : والحيلة أن يستأجر المعلم مدة معلومة ثم يأمره بتعليم ولده . (۵/۳۸ ، ط : زكريا)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء : أولها : العلم ؛ لأن الجاهل لا يحسن الأمر بالمعروف ؛ والثاني : أن يقصد وجه الله تعالىٰ وإعلاء كلمة العليا . (۵/۳۵۳ ، كتاب الكراهية ، الفصل السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف ، رسائل ابن عابدين : ۱/۱۶۷ ، السابعة ، شفاء العليل وبل الغليل ، ط : سهيل اكيڈمی لاهور) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۲۳۵۴، مستفاد از فتاویٰ محمودیہ: ۲۵/۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ط: میرٹھ)

اجرت یا کمیشن لینے کا حق کب ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱۷۰): بعض لوگ اپنے کسی دوست یا شناسا کو مارکیٹ سے کوئی چیز خرید کردیتے ہیں، یا اپنے کسی جان پہچان والے دکاندار کے پاس بھیجتے ہیں، اور اس پر اس دکاندار سے کمیشن وصول کرتے ہیں، اُن کا یہ عمل صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ دلالی وبروکری پر اُجرت یا کمیشن کا حق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ دلال وبروکر یعنی کمیشن لینے والے کی طرف سے، محنت ومشقت کا کوئی عمل پایا جائے، کسی دوست یا شناسا کو کسی دکان کا پتہ بتلا دینا، یا اُس کی طرف رہنمائی کردینا اُجرت یا کمیشن کا حق دار ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، لہٰذا اس طرح کے دلال وبروکر کے لیے دکاندار سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں اُس کی طرف سے کوئی ایسا عمل نہیں پایا گیا، جس پر وہ اُجرت یا کمیشن کا حق دار ہوسکے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : فلو فقد شخص مالا له وأعلن أنه يدفع لمن يجده کذا قرشًا فوجده شخص فليس له أن يأخذ على ذلک شيئًا ؛ لأنه غير معلوم ، والإجارة التي لا يتعين فيها الأجير غير صحيحة ، وکذلک إذا قال هذا القول لشخص معين فدله عليه بالقول بدون عمل فليس له أجرة ؛ لأن الدلالة والإشارة ليستا مما يؤخذ عليهما أجر . اهـ .

(۱/۵۰۲ ، الفصل الثالث في شروط صحة الإجارة)

ما في " رد المحتار " : وفي البزازية والولوالجية : رجل ضلّ له شيء فقال : من دلني على کذا فله کذا فهو على وجهين : إن قال ذلک على سبيل العموم بأن قال : من دلني فالإجارة باطلة ؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر . اهـ . (۹/۱۳۰ ، ۱۳۱ ، باب فسخ الإجارة ، مطلب ضل له شيء فقال : من دلني عليه فله کذا ، ط : زکريا وبيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۲۳۸۰)

ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دینا

مسئلہ (۱۷۱): اگر کسی شخص کا کاروبار ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دینا ہو، تو اس کے لیے ساؤنڈ سسٹم کو کرایہ پر دینا جائز ہے[۱]، البتہ اگر کرایہ پر لینے والے کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس کا ناجائز استعمال کرے گا، تو اس کو ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دینا مکروہ ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعًا : كاستئجار كتاب للنظر والقرأة فيه النقل منه واستئجار دار للسكنى فيها وشبكة للصيد ونحوها . (۵/۳۸۱۷ ، الفصل الثالث عقد الإجارة ، شروط صحة الإجارة)

ما في " النتف في الفتاوى " : وإجارة الأمتعة جائزة إذا كانت في مدة معلومة بأجر معلوم . (ص/۳۴۷ ، كتاب الإجارة ، إجارة الأمتعة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۳۸۱)

ما في " جمهرة القـواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور " . (۲/۶۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴۶)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة لا بغير ها على الأصح ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر ، وقالا : لا ينبغي ذلک ؛ لأنه إعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة . زيلعى . (۹/۵۶۲، ۵۶۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " حاشية الشلبي على التبيين " : قوله : (وقالا : هو مكروه) قال فخر الإسلام : قول أبي حنيفة قياس وقولهما استحسان . وكتب ما نصه لأنه إعانة على المعصية فيكره=

مدرسے کے سفیر کا ’’اے سی/ AC‘‘ میں سفر کرنا

مسئلہ (۱۷۲): اگر کسی مدرسے کا سفیر اے سی (A.C) میں سفر کرنے کا عادی ہو، یا کوئی خاص ضرورت اس کی متقاضی ہو، تو اس کے لیے اے سی (A.C) میں سفر کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ذمہ دارانِ مدرسہ (جو در حقیقت مستاجر یعنی اجرت پر رکھنے والے ہیں) کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس کی اجازت ہو۔[1]

= لقوله تعالیٰ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (۷/٦۴، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : وفي المنتقى : امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسب مالاً ردته على أربابه إن علموا ، وإلا تتصدق به .

(۹/۷۵ ، ۷٦ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : لا تصح الإجارة لعسب التيس وهو نزوه على الإناث ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاحي . (التنوير مع الدر) . (۹/۷۵ ، ۷٦ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، البحر الرائق : ۳۵/۸ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة) (فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ: ۱۰۷-رج: ۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦۴۵۸٦)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . (ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱٦٦/٦ ، كتاب الغصب ، سنن الدار قطني : ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، حديث : ۲۸٦۲، مسند أحمد : ۴۰۰/۱۵ ، حديث : ۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، حديث : ۲٦۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۴ ، حديث : ۵۴۹۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۲۴۰/۹، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)=

کتاب الهبة

ہبہ سے متعلق مسائل

داماد کو سونے کی انگوٹھی تحفے میں دینا

مسئله (۱۷۳): اگر کوئی چیز اپنی اصل کے لحاظ سے حلال ہو، لیکن مردوں کے لیے اُس کا استعمال حرام ہو، تو اس کا تحفے میں دینا اور اُس تحفے کو قبول کرنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑا مردوں کے لیے حرام قرار دیا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا ہی ایک کپڑا تحفے میں عنایت فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تأمُّل ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحفے میں دینے کا مقصد یہ نہیں کہ تم خود اُسے پہنو، بلکہ اپنے کسی رشتہ دار کو ہدیہ کر سکتے ہو(۱)، یا اپنی بیویوں کے لیے اوڑھنی بنا سکتے ہو(۲)، لہٰذا اگر کوئی شخص شادی میں داماد کو سونے کی انگوٹھی تحفے میں دینا چاہے، تو دے سکتا ہے، اور داماد کے لیے اس تحفے کو قبول کرنا بھی جائز ہے، البتہ اس کا استعمال ممنوع ہے۔(۳)

=ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي . (۶/۷۷ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق :۵/۶۸، كتاب الحدود ، فصل في التعزير ، درر الحكام : ۱/۹۶- ۹۸، المادة :۹۶- ۹۸ ، شرح المجلة :ص/۶۲ ، المادة : ۹۷ ، البحر الرائق :۸/۱۹۸ ، كتاب الغصب ، بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۶۰۶۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر أن عمر بن الخطاب رأى حُلّة سِيَرَاءَ عند =

....

=باب المسجد فقال : يا رسول الله ! لو اشتريت هذه فلبستها للناس يوم الجمعة وللوفد إذا قدموا عليک ، فقال رسول الله ﷺ : " إنما يلبس هذه مَن لا خلاق له في الآخرة " . ثم جاء ت رسول الله ﷺ منها حُلَلٌ ، فأعطى عمرَ منها حُلّة ، فقال عمر : يا رسول الله ! كسوتنيها وقد قلتَ في حُلةٍ عُطاردٍ ما قلت ؟ فقال رسول الله ﷺ : " إني لم أكسُكَها لتلبسها " فكساها عمر أخًا له مشركًا بمكة . (۲/۱۷۱، ۱۷۲، رقم : ۵۳٦۸/2068، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وفيه جواز إهداء ثياب الحرير إلى الرجال لأنها لا تتعين للبسهم .... وقد بعث النبي ﷺ ذلک إلى عمر وعلي وأسامة رضي الله عنهم ولا يلزم منه إباحة لبسها لهم بل صرح ﷺ بأنه إنما أعطاه لينتفع بها بغير اللبس .

(۱۷۲/۲، ۱۷۳، تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم : ۸٦/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، ط : دار المؤيد بيروت)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : .... فبعث إلى عمر بحلة وبعث إلى أسامة بن زيد بحلة وأعطى علي بن أبي طالب حلة ، وقال : شقّقها خُمرًا بين نسائک " الحديث . الخ .

(۱۷۳/۲، حديث : ۵۳۷۰)

ما في " تكملة فتح الملهم " : فالظاهر أن عمر رضي الله عنه إنما أهدى إليه الحرير ليلبسه بعض نساء ہ ، والله سبحانه أعلم . (۸٦/۱۰ ، ۸۷ ، تحت رقم : ۵۳٦۸ ، ۵۳۷۰)

(۳) ما في " صحيح مسلم " : (عن البراء بن عازب) يقول : أمرنا رسول الله ﷺ بسبعٍ ونهانا عن سبع ، أمرنا بعيادة المريض واتباع الجنازة وتشميت العاطس وإبرار القسم ، أو : المقسم ونصر المظلوم وإجابة الداعي وإفشاء السلام ، ونهانا عن خواتيم ، أو : عن تختّم بالذهب ، وعن شرب بالفضة ، وعن المياثر وعن القسيّ وعن لُبس الحرير والاستبرق والدّيباج . (۱٦٦/۲ ، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب الخ ، رقم : ۵۳۵٦/2066 ، تكملة فتح الملهم : ۸۰/۱۰ ، حديث : ۵۳۵٦ ، صحيح البخاري : ص/۱۰۳۰، حديث : ۵٦۵۰ ، كتاب المرضى ، باب وجوب عيادة المريض) (مقتبس از- ماہنامہ ارمغان ولی اللہ، جنوری ۲۰۱٦ء: ص/ ۳۸، فقہی مسائل)

كتاب الحظر والإباحة

حظر واباحت سے متعلق مسائل

حکومتی لائسنس (اجازت) کے بغیر کاروبار

مسئلہ (۱۷۴): بعض کاروباری لوگ حکومت کی اجازت یعنی لائسنس لیے بغیر جائز کاروبار شروع کرتے ہیں، تاکہ اُنہیں ٹیکس نہ دینا پڑے، جب کہ لائسنس لینے کی صورت میں ٹیکس بھرنا پڑتا ہے، اور بغیر لائسنس کے کاروبار میں پکڑے جانے پر حکومت کی طرف سے طے شدہ قانون کے مطابق بڑا بھاری تاوان (جرمانہ) بھی ادا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ حکومت کی اجازت کے بغیر (لائسنس لیے بغیر) کاروبار نہ کریں، اس لیے کہ کسی ملک میں رہتے ہوئے وہاں کے قوانین کی- جب تک کہ وہ خلافِ شرع نہ ہوں- پاس داری کرنی چاہیے، اور خود کو بلاوجہ پریشانی وخطرے سے بچانا چاہیے، کہ جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے، البتہ اُس کے باوجود اگر کسی نے لائسنس لیے بغیر جائز کاروبار کیا، تو اُس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے، اُسے حرام نہیں کہا جائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : '' لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه ''. قالوا : وكيف يذلّ نفسه ؟ قال : '' يتعرّض من البلاء لما لا يطيق ''. (۲/ ۵۱ ، أبواب الفتن ، حديث : ۲۲۵۴ ، سنن ابن ماجة :ص/ ۲۹۰ ، كتاب الفتن ، باب قوله تعالى:=

....

....

....

....

....

....

=یآ أیها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم ، حدیث : ۴۰۱۶)

ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (یتعرض من البلاء) إما بالدعاء علی نفسه بها ، أو بأن یأتي بأسبابها العادیة . (۱۴۶۶/۲ ، تحت رقم : ۴۰۶۶)

ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروریات خمسة : وهي حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في کل ملة .

(۳۲۶/۲ ، دار المعرفة بیروت ، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المکلف ، القسم الأول مقاصد الشارع ، النوع الأول ، المسألة الأولی)

ما في " فتاوی دار العلوم دیوبند علی شبکة نیت " : لکن لما کان هذا العمل خلاف القانون الحکمي وفیه إلقاء النفس إلی التهلکة فینبغي أن یحترز من هذا العمل ، قال تعالی : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . وفي القواعد الفقهیة : المسلمون مأمورون بأن یدفع سبب الهلاک عن أنفسهم . (رقم الفتویٰ : ۶۳۲۲۴ ، متفرقات ، حلال وحرام)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴۳۷۳،المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۲۶۱/۸،مسئلہ نمبر:۱۶۹،کسٹم وانکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی لانا)

(۲) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلأَصْلُ فِي الْأَشْیَاءِ الإِبَاحَةُ .

(ص/۱۱۷ ، قاعده : ۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجیم :ص/۲۵۲ ، الأشباه والنظائر للسیوطي : ۱۲۱/۱ ، القواعد الفقهیة : ص/۱۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۵۹ ، القاعدة : ۳۳ ، رد المحتار : ۱۰۵/۱ ، مطلب ؛ المختار أن الأصل في الأشیاء الإباحة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۹۰۶۰)

گردن کے اشارہ سے سلام کا جواب

مسئلہ (۱۷۵): بعض موٹر سائیکل، سائیکل اور اسکوٹر سوار قریب ہونے کی صورت میں زبان سے، یا دور ہونے کی صورت میں اشارۂ سلام کے ساتھ زبانی سلام کرنے کے بجائے محض ہاتھ یا گردن کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں، اور جواب دینے والا بھی محض ہاتھ یا گردن کے اشارہ سے جواب دیتا ہے، اس طرح محض اشارہ سے سلام وجواب شرعاً منع ہے، اس طریقہ سے بچنا چاہیے، اور سلام شرعی طریقہ پر کرنا چاہیے، جس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: قریب ہونے کی صورت میں زبان سے تلفُّظ (ادا) کیا جائے، اور دُور ہونے کی صورت میں ہاتھ کے اشارہ سے زبان سے تلفُّظ کے ساتھ سلام کیا جائے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿فسلّموا على أنفسكم تحية من عند الله مبٰركة طيّبة﴾ . (سورة النور : ۶۱)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه الصلاة السلام : " ليس منا من تشبه بغيرنا ، ولا تشبهوا باليهود ولا بالنصارىٰ ، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع ، وتسليم النصارىٰ الإشارة بالأكف " . (۹۹/۲ ، أبواب الاستيذان والأداب ، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد في السلام ، مشكوة المصابيح :ص/۳۹۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره السلام بالسّبابة . كذا في العناية .

(۳۲۶/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال العلامة القرطبي : " ولا تكفي الإشارة بالإصبع والكف عند الشافعي ، وعندنا تكفي إذا كان على بعد " . (۳۰۳/۵)=

موبائل کمپنی کا فرینڈ شپ کال نمبر

مسئلہ(۱۷۶): بعض موبائل کمپنیاں ایک کال (Ek Call) یا فرینڈ شِپ (Fraindship) کے نام سے میسیج بھیجتی رہتی ہیں، جس میں وہ اپنے گاہکوں (Customers) کوایک خاص نمبر فراہم کرتی ہیں، تاکہ وہ اس نمبر پر ڈائل (کال) کر کے کچھ نئے دوستوں سے اپنی جان پہچان کرلیں، جس میں کبھی مردوں سے جان پہچان ہوتی ہے، تو کبھی عورتوں سے، جب کہ اجنبی مردوں سے بلاوجہ دوستی قائم کرنا وقت کی بربادی اور لایعنی مشغلہ ہے، اور اجنبی لڑکیوں سے موبائل وغیرہ کے ذریعے دوستی کرنا شرعاً حرام ہے، اور بدترین معصیت تک پہنچانے والا عمل ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے عمل سے پرہیز کریں، خود بھی بچیں، اور دوسروں کو بھی اس سے بچائیں۔(۱)

=ما في " العرف الشذي على هامش الترمذي " : نعم إذا كان الرجل المسلم بعيدًا تجوز الإشارة ولا بد من التكلم باللسان أيضًا ولا يكتفي بإشارة اليد فقط . (۹۹/۲) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱/ ۱۳۸،مسئلہ نمبر:۱۴۲،حلال وحرام :ص/ ۴۱۵،تالیف:مولانا خالدسیف اللہ صاحب رحمانی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛ الصحة والفراغ " . (۹۴۹/۲ ، كتاب الرقاق ،جامع الترمذي :۵۶/۲ ، كتاب الزهد ، حديث :۲۳۰۴)

ما في " فتح الباري " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۲۷۶/۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : " لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " .

(۶۷/۲ ، أبواب صفة القيامة)=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .

(سورة المؤمنون : ۱۱۵)

ما في " كنز العمال " : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(۳/۳۵۵ ، حديث : ۸۲۸۱ ، جمع الجوامع : ۶/۳۹۳ ، حديث : ۲۰۰۰۶)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا . (در مختار) . وفي الشامية : ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية . (۹/۵۳۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس ، الموسوعة الفقهية :۳۵/۱۲۲)

(موبائل کے مسائل:ص/۴۴،۴۵،مرتب:مفتی محمد اسماعیل برہانپوری،ط:کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

سوشل میڈیا پر ہر سنی سنائی بات نقل کر دینا

مسئلہ (۱۷۷): آج کل سوشل میڈیا (سماجی وسائلِ روابط)؛ فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ وغیرہ پر ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، کہ اقوالِ زرّین (اچھی وقیمتی باتیں)، کوئی ذہانت وفطانت کی بات ومقولہ لکھ کر، اس کے آخر میں حضراتِ صحابہ یا اولیاء اللہ وغیرہ کا حوالہ دے دیا جاتا ہے، خصوصاً حضرت علی کے حوالے سے بہت سے اقوال اور پوسٹیں شیئر کی جاتی ہیں، اور کتاب کا حوالہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو سمجھایا جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں کون سی بری بات ہے؟ اچھی بات ہی تو لکھی ہے!...... اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وفعل بھی دینِ اسلام کا ایک اہم اور بہت بڑا حصہ ہے، اور دینِ اسلام میں جھوٹ بیانی بڑا سخت اور واضح گناہ ہے، اگر آج ہم صحابۂ کرام کے حوالے سے بلا تحقیق اقوالِ زرین وغیرہ کی پوسٹیں شیئر کریں گے، اور جھوٹ کو رَواج دیں گے [1]، تو کل کو کوئی اَیرا غیرا- نتھو خیرا، ملمع ساز، دشمنِ اسلام، قولِ زریں لکھ کر نیچے ''الحدیث'' لکھ دے گا [2]، لہٰذا ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی بھی بات کو، چاہے وہ حدیث پاک ہو یا کسی صحابی کا اثر، کسی ولی کا کوئی ملفوظ ہو یا کسی دانشور کا کوئی قول، معتمد ومستند کتاب کے حوالہ، اور معتبر ومستند علماء کی تحقیق کے بغیر، آگے شیئر اور نقل نہ کریں، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو (بلا تحقیق وتفتیش) بیان

کردے۔"(۳) وفقنا اللہ لما یحب ویرضی ، آمین یا رب العالمین!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثا هو لك به مصدق وأنت له به كاذب".

(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور" . (۱/۲۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (۳۴/۲۰۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۲/۱۱ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول ، المسئلة الأولى)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۵/۲۲۳ ، ط: نعمانيه)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا إن جآء كم فاسقٌ بنبأ فتبيّنوا أن تُصيبوا قومًا بجهالةٍ فتُصبِحُوا على ما فعلتم نٰدمين﴾ . (سورة الحجرات : ۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق والنهي عن الإقدام على قبوله والعمل به إلا بعد التبيُّن والعلم بصحة مخبره . (۳/۵۳۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " كفى بالمرء كَذبًا أن يحدث بكل ما سمع " . (۱/۹ ، مقدمة ، باب [۳] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ، حديث : ۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما معنى الحديث والآثار التي في الباب ففيها الزجر عن التحديث بكل ما سمع الإنسان ، فإنه يسمع في العادة الصدق والكذب ، فإذا =

مسلمان سال گرہ منانے سے احتراز کریں!

مسئلہ (۱۷۸): آج کل مسلم معاشرہ جہاں غیروں کے بہت سے طور طریق، چال چلن اور رَسم ورَواج میں اندھی تقلید کا شکار ہے، وہیں ایک رسم یومِ ولادت (سال گرہ) بھی ہے، جسے معاشرے میں نہایت اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، اور یومِ ولادت (سال گرہ) کی نسبت پر کھانا کھلانے، کیک کاٹنے، خوشی منانے، وِش (Wish / یاد) کرنے، کارڈ بھیجنے اور تحفوں کے لین دین کا عام رَواج ہے، جب کہ سال گرہ منانے کا نہ تو شرعاً کوئی ثبوت ہے، نہ یہ کوئی عبادت ہے، اور نہ اس پر کوئی اَجر وثواب ہے، بلکہ یہ محض یہود ونصاریٰ کی ایجاد ہے، اور اُن کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں مُروَّج ہوگئی ہے، جو کئی خرافات وممنوعات اور مُنکَرات ومَنہیات کو شامل ہے، لہٰذا سال گرہ منانا، اُس موقع پر کھانا کھلانا، کیک کاٹنا، خوشی منانا، وِش کارڈ بھیجنا، تحفے لینا دینا وغیرہ تمام اُمور ناجائز ہیں، مسلمانوں کو اِس سے احتراز کرنا چاہیے۔[1]

=حدث بكل ما سمع فقد كذب لإخباره بما لم يكن . (۱/ ۲۳۴ ، تحت رقم : ۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : يعني لو لم يكن للمرء كذب إلا تحديثه بكل ما سمع من غير تيقن أنه صدق أم كذب لَكفاه من الكذب أن لا يكون بريئًا منه ، وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع خصوصاً في أحاديث النبي ﷺ .

(۱/ ۳۵۸ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، تحت رقم : ۱۵۶ ، صحيح البخاري: ۱/ ۲۱ ، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ، حديث : ۱۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=فهو منهم ". (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه الصلاة والسلام : " ليس منا من تشبه بغيرنا ، ولا تشبهوا باليهود ولا بالنصارىٰ " الحديث . (۲/۹۹ ، أبواب الاستيذان والآداب ، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد في السلام ، ط : قديمي)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه .

(۸/۲۳۲ ، حديث : ۴۳۴۷ ، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲ ، حديث: ۴۳۴۷)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه الصلاة والسلام : " أبغض الناس إلى اللّٰه ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، ومتبغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۲/۱۰۱۶ ، كتاب الديات ، باب من قتل دم امرئ ، ط : قديمي ، مشكوة المصابيح :ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، ط : قديمي)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومتبغ في الإسلام سنة الجاهلية) . وقيل: المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲۶۲ ، حديث : ۶۸۸۲)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ :۴۲۶۳۱، و:۴۳۰۴۲، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۲/ ۲۴۹، مسئلہ نمبر:۲۱۶، برتھ ڈے یعنی سال گرہ منانا، مسائلِ متفرقہ، طبع سوم)

یومِ نکاح (شادی کی سال گرہ) منانا

مسئلہ (۱۷۹): غیروں کی دیکھا دیکھی مسلم معاشرے میں ایک یہ رسم بھی رَواج پا چکی ہے کہ بعض ماڈرَن وجدید تعلیم یافتہ گھرانوں میں میاں بیوی یومِ نکاح (شادی کی سال گرہ) کی یاد میں سَیر سَپاٹے اور تفریح کی غرض سے نکلتے ہیں، ہوٹل میں ڈِنر کرتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کو گِفٹ وغیرہ دیتے ہیں، اور ہر سال اس کا اہتمام کرتے ہیں، جب کہ یہ کوئی اسلامی طریقہ یا شِعار نہیں کہ اس کا اہتمام کیا جائے، بلکہ یہ غیر مسلموں کی تقلید اور قابلِ مَذَمَّت عمل ہے، جو کئی ایک قباحتوں پر مشتمل اور فضول خرچی پر مبنی ہے، اس لیے اِس رسمِ بَد سے بہر صورت احتراز واجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلوا واشربوا ولا تُسرفوا إنه لا يحب المُسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۶۸۰)

(مزید دلائل کے لیے رجوع کریں مسئلہ نمبر: ۱۷۸)

غلط تاریخ پیدائش اندراج کرکے داخلہ

مسئلہ (۱۸۰): بعض لوگ اپنے بچوں کو اسکول یا مدرسے میں داخل کرنا چاہتے ہیں، مگر عمر کم ہونے کی وجہ سے اُن کا داخلہ (ایڈمیشن) نہیں ہوتا، تو وہ اصل تاریخ پیدائش کی جگہ غلط تاریخ اِندراج کرکے زائد عمر بتاتے ہیں، تاکہ بچے کا داخلہ (ایڈمیشن) ہوجائے، اُن کا یہ عمل شرعاً ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ جان بوجھ کر تاریخ پیدائش غلط اندراج کرنا، کروانا- جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے، جنہیں قرآن وحدیث میں حرام کہا گیا ہے، اس لیے مسلمانوں کو اِس طرح کے عمل سے مکمل احتراز لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرک بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/۲۲۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب " .
(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي وائل بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً ، وعليكم بالصدق ، فإن الصدق يهدي إلى البر ، وإن البر يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقًا". (ص/۶۸۱، كتاب الأدب ، باب التشديد في الكذب)=

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (۲۰۴/۳۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من غشّ فليس منا " . وكذا في صحيح مسلم : " من غشّنا فليس منا " . (۲۴۵/۱ ، أبواب البيوع ، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع ، صحيح مسلم : ۷۰/۱ ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا ، جمع الجوامع : ۲۱۳/۷ ، حديث : ۲۲۴۹۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد عد الذهبي وابن حجر الهيثمي الخيانة من الكبائر ثم قال : الخيانة قبيحة في كل شيء لكن بعضها أشد وأقبح من بعض .

(۱۸۶/۲ ، الزواجر عن اقتراف الكبائر : ۵۱۳/۲)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۲۲۳/۵ ، ط : نعمانيه)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۳۰۵)

''محمد رسول اللہ'' نامی فلم کا بائیکاٹ

مسئلہ (۱۸۱): ایک ایرانی فلم ڈائریکٹر نے حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر ایک فلم بنام ''محمد رسول اللہ'' بنائی ہے، اُس میں مشہور ایرانی آرٹسٹوں اور ایک معروف ہندوستانی مُوسیقار نے حصہ لیا ہے، اِس فلم میں حضور ﷺ اور حضراتِ صحابہ کی نقالی کی گئی ہے، یہ کوئی کارِ ثواب اور دینِ اسلام کی خدمت نہیں، بلکہ پیغمبرِ اسلام اور حضراتِ صحابہ کی شان میں کھلی گستاخی اور سراسر اسلام مخالف بدترین حرکت ہے[1]، جسے یہود ونصاریٰ پہلے سے کرتے چلے آرہے ہیں، چند روز قبل یہ فلم ہندوستان میں بھی ریلیز کی گئی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اِس فلم کا بائیکاٹ کریں، نہ خود اُسے دیکھیں، اور نہ اپنے بچوں کو دیکھنے دیں، کیوں کہ اُس کا دیکھنا دکھانا کارِ ثواب نہیں، بلکہ معصیت ونافرمانی میں ایک دوسرے کی مدد وتعاوُن کرنے کے مترادِف ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' فقه النوازل '' : لا يجوز شرعًا تخييل شخص النبي ﷺ بالصور المتحركة أو الثابتة ، كل ذلك حرام لا يحل لأي غرض من الأغراض ، وكذا سائر الرسل والأنبياء والصحابة الكرام .

(۳۲۰/۴ ، الفن الرياضية ، الفصل الثاني ؛ الأناشيد والتمثيل ، المبحث الثاني ؛ حكم تمثيل وتصوير الأنبياء والصحابة ، رقم الوثيقة : ۲۹۹)

ما في '' القواعد الكلية والضوابط الفقهية '' : درء المفاسد أولى من جلب المصالح . (ص/۱۸۲)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز .

(۵۱۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

دیوالی کے موقع پر آتش بازی و پٹاخے

مسئلہ (۱۸۲): بہت سے مسلمان برادرانِ وطن کے مشہور مذہبی تہوار؛ دیوالی کے موقع پر، اُن کی دیکھا دیکھی پٹاخے پھوڑتے ہیں، آتِش بازی کرتے ہیں، اُن کا یہ عمل شرعاً ناجائز وحرام ہے[۱]، اِس لیے کہ یہ اُن کی مذہبی پہچان اور کفریہ اُمور میں سے ہے، نیز آتِش بازی میں جان، مال[۲] اور وقت کا ضیاع وبربادی کے ساتھ ساتھ[۳] مُشابَہتِ اَغیار بھی ہے[۴]، جب کہ یہ تمام امور شرعِ اسلامی میں منع ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اِن لغویات وفضولیات سے[۵] اپنے آپ کو اور اپنی اولاد واقارِب اور عزیزوں کو بچائیں۔[۶]

=ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/ ۳۸۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : واللعب بالناريات [آتشبازي] وأمثالها فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته . (۳/ ۲۰۲ ، سورة لقمان : ۴)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة ، وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل . (۲/ ۴ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۱/ ۳۲۴ ، حديث : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم : ۲/ ۷٦ ،كتاب الأقضية)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛ الصحة =

....

=والفراغ ". (۲/۹۴۹ ، کتاب الرقاق ، جامع الترمذي : ۲/۵٦ ، کتاب الزهد ، حديث : ۲۳۰۴)
ما في " فتح الباري لإبن حجر " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۱۱/۲۷٦)
ما في " جامع الترمذي " : لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " .
(۲/٦۷ ، أبواب صفة القيامة)
ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)
(۴) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، کتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)
ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند اللّٰه تعالى . (۱۲/۵۹ ، مرقاة المفاتيح : ۸/۲۲۲ ، کتاب اللباس والزينة)
ما في " شرح الطيبي " : قوله : (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲ ، حديث : ۴۳۴۷)
(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .
(سورة المؤمنون : ۱۱۵)
ما في " كنز العمال " : قال النبي ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .
(۳/۳۵۵ ، حديث : ۸۲۸۱ ، جمع الجوامع : ٦/۳۹۳ ، حديث : ۲۰۰۰٦)
(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا قوآ أنفسكم وأهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ٦) وقوله تعالى : ﴿وأنذر عشيرتک الأقربين﴾ .
(سورة الشعراء : ۲۱۴)
ما في " صحيح البخاري " : وقال مجاهد : ﴿قوآ أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى اللّٰه وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، کتاب التفسير ، باب قوله : أن تتوبا إلى اللّٰه =

کسی کو موبائل پر صرف مِس کال کرنا

مسئلہ (۱۸۳): بعض لوگ کسی کو صرف مِس کال (Miss Call) کرتے ہیں، تاکہ وہ کال (Call) کرے، اور پھر اُس سے بات ہو، تو مِس کال کرنے کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ شخص جس کو مِس کال کی جارہی ہے، اُس سے بے تکلفی ہے، یا یہ علم ہے کہ جب وہ از خود کال ملائے گا، تو اُسے کوئی ناگواری نہیں ہوگی، تو ایسے شخص کو مِس کال کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر کسی اجنبی شخص یا ایسے شخص کو مِس کال کی جائے، جسے خود کال کرنے میں ناگواری ہو، تو پھر یہ عمل درست نہیں۔ (۱)

=فقد صغت قلوبکما ، ط : بیروت)

ما في " صحیح البخاري " : عن عبد اللہ بن عمر – رضي اللہ عنہما – یقول : سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : " کلکم راع ، وکلکم مسؤول عن رعیتہ ، الإمام راع ومسؤول عن رعیتہ ، والرجل راع في أھلہ وھو مسؤول عن رعیتہ ، والمرأۃ راعیۃ في بیت زوجھا ومسؤولۃ عن رعیتھا ، والخادم راع في مال سیدہ ومسؤول عن رعیتہ " .

(ص/۱۶۹ ، حدیث :۸۹۳ ، کتاب الجمعۃ ، باب الجمعۃ في القری والمدن ، بیروت ، صحیح مسلم :۲/۴۶۰ ، حدیث : ۱۸۲۹ ، کتاب الإمارۃ ، باب فضیلۃ الإمام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ الخ ، ط : بیروت)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أو صدیقکم﴾ . (سورۃ النور : ۶۱)

ما في " روح المعاني " : ثم إن نفي الحرج في الأکل المذکور مشروط بما إذا علم الآکل رضا صاحب المال بإذن صریح ، أو قرینۃ : ...... لأن تخصیص ھؤلاء لاعتیاد التبسط بینھم .

(۱۰/۳۲۳ ، الجزء الثامن عشر ، ط : زکریا ، تفسیر المظھري :۶/۴۳۱ ، ط: زکریا)

(کتاب النوازل: ۱۷/۱۰۲، کالنگ کے خرچہ سے بچنے کے لیے صرف مِس کال کرنا)

ایئر پورٹ، ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر موبائل وغیرہ چارج کرنا

مسئلہ (۱۸۴): اگر کوئی شخص کسی مسافر کو لینے یا رخصت کرنے کے لیے ایئر پورٹ (Air Port)، ریلوے اسٹیشن (Railway Station)، یا بس اڈے (Bus Station) وغیرہ پہنچے، خود اُس کا سفر کا ارادہ نہ ہو، تو اس کے لیے مذکورہ جگہوں کی بجلی سے موبائل وغیرہ چارج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان جگہوں پر جو لوگ بھی آتے جاتے ہیں، سب کو بلا امتیاز وہاں کی بجلی سے انتفاع کی اجازت ہوتی ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) (کتاب النوازل: ۱۷/۱۰۳، اسٹیشن اور ایئر پورٹ کی بجلی سے موبائل چارج کرنا)

(مزید دلائل کے لیے دیکھئے: مسئلہ نمبر: ۱۸۳، ''کسی کو موبائل پر صرف مِس کال کرنا'')

واٹس ایپ، فیس بک اور ٹویٹر وغیرہ کا استعمال

مسئلہ(۱۸۵): واٹس ایپ (Whats App)، فیس بُک (Face Book)، اور ٹویٹر (Twitter) وغیرہ چیزیں دراصل ایک دوسرے تک معلومات منتقل کرنے کے لیے ایجاد کی گئی ہیں، چنانچہ ان کے ذریعے سے منٹوں سیکنڈوں میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اطلاعات بھیجی جاسکتی ہیں، اُن کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر جائز معلومات اور مباح مقاصد کے لیے اُن کا استعمال کیا جارہا ہے، تو شرعاً اُن کے استعمال میں حرج نہیں، اور اگر ناجائز باتوں اور فحش تصاویر وغیرہ کے لیے اُن کو استعمال میں لایا جارہا ہے، تو اُن کے استعمال کی قطعاً اجازت نہ ہوگی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : قاعده (۵۴): اَلأُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا .

(ص/۱۲۸، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/۱۱۳، الأشباه والنظائر للسيوطي : ۱/۳۵، القواعد الكلية والضوابط الفقهية :ص/۹۱، ترتيب اللآلي في سلک الأمالي :ص/۱۱۴۱، القواعد الفقهية :ص/۱۰۰، ۱۳۸، ۱۴۴، قواعد الفقه :ص/۶۲، قاعدة : ۵۱، شرح القواعد :ص/۴۷، جمهرة القواعد الفقهية : ۶۵۶/۲، قاعدة : ۳۹۷)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : الأمور بمقاصدها ، يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلک الأمر .... ثم اعلم أن الكلام هنا حذف المضاف ، والتقدير حكم الأمور بمقاصد فاعلها ، أي : أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلک الأفعال ، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمرًا مباحًا كان فعله مباحًا ، وإن قصد أمرًا محرّمًا كان فعله محرّمًا . (ص/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية ، المادة : ۲)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، =

موبائل کمپنی کی اَن لمٹیڈ ٹاک ٹائم سروس کا استعمال

مسئلہ (۱۸٦): اگر کوئی موبائل کمپنی اپنے گاہکوں کو یہ سہولت دے کہ اُس کے سِم کارڈ پر اَن لمٹیڈ ؛ یعنی جتنی دیر تک چاہیں باتیں کر سکتے ہیں، تو شرعاً معاملے کے اعتبار سے ضروری باتیں کرنے میں وقت کی کوئی تحدید نہیں کی جائے گی، البتہ بلا ضرورت جھک (بکواس/فضول باتیں) کرنا کسی بھی حال میں درست نہیں، خواہ موبائل پر ہو، یا موبائل کے بغیر۔ (۱)

=وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/٤٦)

(کتاب النوازل: ۱۷/ ۱۱۸، واٹس اپ اور فیس بک استعمال کرنا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۱/ ۳۲۴ ، حديث : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم : ۲/ ۷٦ ،كتاب الأقضية)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛ الصحة والفراغ " . (۲/ ۹۴۹ ، كتاب الرقاق ،جامع الترمذي : ۲/ ۵٦ ، كتاب الزهد ، حديث : ۲۳۰۴)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۱۱/ ۲۷٦)

ما في " جامع الترمذي " : لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " . (۲/ ٦۷ ، أبواب صفة القيامة)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/ ۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)

(کتاب النوازل: ۱۷/ ۱۰۰، ایک ہی کمپنی والوں کا مفت بات کرنا)

موبائل کمپنی کی فلمی اسکیم میں شرکت

مسئلہ (۱۸۷): بعض موبائل کمپنیاں اپنے گاہکوں (کسٹمروں) کوفلمی اسکیم یعنی وِجیتا (Vijeta)، قسمت (Qismat) یا وِن سوفٹ (Win Soft) وغیرہ کے نام سے یہ میسیج بھیجتی ہیں کہ اگرکوئی شخص بالی ووڈ(Bollywood) سے متعلق کچھ آسان سوالوں کا جواب دے، تواس کو بطورِ انعام مارُوتی کار (Maruti Car)، سویفٹ کار(Swift Car)وغیرہ دی جائے گی، تو موبائل کمپنیوں کی اس طرح کی فلمی اسکیموں میں سوالات کے جوابات دینا، اوراس طرح کے مقابلوں میں حصہ لینا، جُوے اور سٹے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قطعًا ناجائز اورگناہ ہے، نیز ان سوالات کے جوابات دینے کے لیے فلمی رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا، یا بذاتِ خود فلمیں دیکھنا پڑیں گی، تاکہ معلومات حاصل ہوسکیں، اورشرعاً یہ عمل ضیاعِ وقت، ضیاعِ مال [۱] اورمعصیت کا سبب [۲] ہے، جب کہ ناجائز کام کا ذریعہ بھی ناجائز ہی ہوتا ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " .

(۱/۳۲۴ ، حديث : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم : ۲/۷۶ ،كتاب الأقضية)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛=

....

....

....

....

....

=الصحة والفراغ ".

(۲/۹۴۹ ، كتاب الرقاق ،جامع الترمذي :۲/۵٦ ، كتاب الزهد ، حديث :۲۳۰۴)

ما في " فتح الباري " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۲۷٦/۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " .

(۲/٦۷ ، أبواب صفة القيامة)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)

(کتاب النوازل:۹۳/۱۷،موبائل کمپنی والوں کی فلمی اسکیم میں حصہ لینا)

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۸۵/۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)

(۳) ما في " جمهـرة القــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/۶۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴٦ ، موسوعة قواعد الفقهية : ۹/۴۲ ، بدائع الصنائع : ٦٦۸/۱)

بچہ کی جنس معلوم کرنے کے لیے اَلٹرا ساؤنڈ کرانا

مسئلہ (۱۸۸): جَنین (وہ بچہ جو رحمِ مادر میں ہو) کی جنس (لڑکا ہے یا لڑکی) معلوم کرنے کے لیے اَلٹرا ساؤنڈ یا سونوگرافی کرانا کہ جس میں عورت کی ناف کے نیچے کا حصہ کھولنا یا چھونا پڑے، شرعاً ناجائز ہے(۱)، اَلٹرا ساؤنڈ کی اجازت مجبوری میں دی گئی ہے، اس لیے کہ اس میں عورت کے ستر کو کھولنا یا چھونا لازم آتا ہے، اور جنین کی جنس معلوم کرنا شرعاً کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ستر کا کھولنا جائز ہو(۲)، نیز ولادت سے پہلے مختلف ذرائع سے جنین کی جنس معلوم کرنے کی کوشش کرنا فی نفسہٖ بھی پسندیدہ عمل نہیں ہے، بسا اوقات اس میں نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے، بیٹا اور بیٹی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ورحمت ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہنا چاہیے(۳)، وقت پر اللہ کی طرف سے جو بھی عطا کیا جائے، اس پر اُس کا شکر بجالانا چاہیے، ہاں! اگر ولادت کی وجہ سے اَلٹرا ساؤنڈ کرانا پڑے، اور ضمناً ڈاکٹر جنین کی جنس بھی بتلادے، تو شرعاً اس میں مضائقہ نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر: في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۳/۴۸۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية من=

....

....

=لزوم فرض ستر العورة . (۳/ ۴۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " وستر عورته: ووجوبه عام ، ولو في الخلوة على الصحيح ...... للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين ، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال ، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۲/ ٦۹ ، ۷۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب في ستر العورة)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ينظر الطبيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة ، إذ الضرورات تتقدر بقدرها ، وكذا نظر قابلة وختان ، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها ، لأن نظر الجنس إلى الجنس أخف . (۹/ ۵۳۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس ، ط : بيروت)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لله ملك السمٰوٰت والارض يخلق ما يشآء يهب لمن يشآء إناثًا ويهب لمن يشآء الذُّكور﴾ . (سورة الشورى : ۴۹) وقوله تعالى : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء الله رب العٰلمين﴾ . (سورة التكوير : ۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : (وإذا بُشّر أحدهم بالأنثى ظلّ وجهه مسودًّا وهو كظيم يتوارى من القوم من سوٓء ما بشر به أيمسكه على هون أم يدسّه في التراب ألا ما سآء يحكمون﴾ . وقال قتادة فيما رواه الطبري : أخبر الله تعالى بخبث صنيعهم فأما المؤمن فهو حقيق أن يرضى بما قسم الله له ، وقضاء الله له ، خير من قضاء المرء نفسه ، وإنما أخبركم الله بصنيعهم لتجتنبوه وتنتهوا عنه ، وكان أحدهم يغذو كلبه ويئد ابنته .

(۷/ ۷۳ ، أنوثة ، تفسير الطبري :۷/ ۵۹۸ ، ط : مصطفى الحلبي)

ما في " تفسير السمرقندي " : (لله ملك السمٰوٰت والارض) يعني القدرة على أهل السماوات والأرض (يخلق ما يشاء) على أي صورة شاء (يهب لمن يشاء إناثا) يعني من يشاء الأولاد الإناث فلا يجعل معهن ذكورًا (ويهب لمن يشاء الذكور) يعني يعطي من يشاء الأولاد الذكور ولا يكون معهم إناث . (۳/ ۲۰۰ ، سورة الشورى : ۴۹)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦۴۵۹۲، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۱۴۸، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة: ۵/ ۲۳۹،مسئلہ نمبر:۱۷۳،دورانِ حمل الٹراساؤنڈ(Ultra Sound)کروانا،کتاب الحظر والاباحۃ)

رشوت کی رقم سے مکان دکان کی تعمیر

مسئلہ (۱۸۹): بعض لوگ رشوت خوری کے عادی ہوتے ہیں[۱]، اور اسی سے سرمایہ جمع کر کے مکان دکان وغیرہ بناتے ہیں، اور پھر معلوم ہونے پر اللہ کے سامنے توبہ واستغفار کرتے ہیں، جب کہ رشوت کی رقم اُس کے مالک، یا مالک کے ورثاء کو لوٹانا ضروری ہے- اگر وہ معلوم ہوں، اور اگر معلوم نہ ہوں، یا اُن تک پہنچانا، ناممکن ہو، تو پھر اصل مالک کی طرف سے اتنی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے، محض اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا کافی نہیں ہے، اِس جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اگر رشوت کی رقم مالک کو نہیں لوٹائی گئی، یا مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں اس رقم کا غریبوں پر صدقہ نہیں کیا گیا، تو رشوت لینے والا شخص عنداللہ بری الذمہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ قیامت کے دن ماخوذ ہوگا، حدیث پاک میں رشوت لینے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذِب أكّٰلون للسُّحت﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)

ما في " روح المعاني ": عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل لحم نبت من سحت فالنار أولى به " . قيل يا رسول الله ! ما السحت ؟ قال : " الرشوة في الحكم " . (۲۰۵/۴)

ما في " الجامع الصغير " : " لعن الله الراشي والمرتشي الذي يمشي بينهما " .

(ص/۴۴ ، حديث : ۷۲۵۵)

ما في " جامع الترمذي " : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " . (حديث =

....

....

....

....

....

....

....

....

=:۱۳۳۶،کتاب الأحکام ، سنن أبي داود : حدیث: ۳۵۸۰ ، کتاب الأقضیة ، باب کراهیة الرشوة ، سنن ابن ماجة : حدیث : ۲۳۱۳ ، کتاب الأحکام ، باب التغلیظ في الرشوة)

ما في " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : الرشوة حرام بالإجماع ، سواء کانت للقاضي أو للعامل علی الصدقة أو لغیرهما .

(۱۴۷۱/۴ ، الرشوة للقاضي والهدیة ، المال المأخوذ ظلماً : ۴۰۸/۱)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحلّ له ، ویتصدق به بینة صاحبه . (۳۰۱/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالا حراما ، الموسوعة الفقهیة : ۴۰۷/۳۹ ، الکسب الناشي عن المیسر ، الفتاوی الهندیة : ۳۴۹/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس عشر في الکسب)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اکتسب مالاً بغیر حق ، فأما إذا کان عند رجل مال خبیث ، فأما إن ملکه بعقد فاسد أو حصل له بغیر عقد ولا یمکنه أن یرده إلی مالکه، ویرید أن یدفع مظلمة عن نفسه ، فلیس له حیلة إلا أن یدفعه إلی الفقراء .

(۳۵۹/۱ ، کتاب الطهارة)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : الواجب في الکسب الخبیث ، وهو تفریغ الذمة منه برده إلی أربابه إن علموا ، وإلا إلی الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الکسب الناشي عن المیسر ، کذا في الفتاوی الهندیة : ۳۴۹/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس عشر في الکسب)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۲۷۲۷)

کتاب اللباس والحجاب

لباس وحجاب سے متعلق مسائل

بیوٹی پارلر کورس کرنا

مسئلہ (۱۹۰): عورتوں کے لیے اپنے شوہروں کے واسطے، جائز حدود میں تحسین وتزئین کرنا جائز، بلکہ مستحسن امر ہے[۱]، اور اس میں کسی دوسری خاتون سے مدد حاصل کر لینے کی بھی گنجائش ہے، لیکن بیوٹی پارلر کورس اور اس کے ذریعے چلایا جانے والا کاروبار، موجودہ وقت میں بہت سے مفاسد و بے حیائی اور فحاشی کا ذریعہ بن رہا ہے، اس لیے شرعاً علی الاطلاق اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ . (سورة النساء : ۱۹) وقوله تعالى : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۲۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يُستحب لكل من الزوجين أن يتزيّن للآخر ؛ لقوله تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ . وقوله تعالى : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . فالمعاشرة بالمعروف حق لكل منهما على الآخر ، ومن المعروف أن يتزين كل منهما للآخر، فكما يحب الزوج أن تتزين له زوجته ، كذلك الحال بالنسبة لها تحب أن يتزين لها .... وقال ابن عباس رضي الله عنهما : إني لأحب أن أتزيّن للمرأة ، كما أحب أن تتزيّن لي ، لأن الله تعالى يقول : ﴿ولهن مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . وحق الزوج عليها أعظم درجة من حقها ؛ لقوله تعالى : ﴿وللرجال عليهنّ درجة﴾ . وكان محمد بن الحسن يلبس الثياب النفيسة ويقول : إن لي نساء وجواري فأزيّن نفسي كي لا ينظرن إلى غيري . وقال أبو يوسف : يعجبني أن تتزين لي امرأتي ، كما يعجبها أن أتزين لها . ومن الزينة في هذا المقام :=

....

....

....

....

....

....

....

=أنه إن نبت شعر غليظ للمرأة في وجهها ، كشعر الشارب واللحية ، فيجب عليها نتفه لئلا تتشبّه بالرجال ، فقد روت امرأة ابن أبي الصقر – وهي العالية بنت أيفعَ – رضي اللّٰه عنها ، أنها كانت عند عائشة رضي اللّٰه عنها فسألتها امرأة فقالت : يا أم المؤمنين ! إن في وجهي شعراتٍ أفأنتفهنّ : أتزيّن بذلک زوجي ؟ فقالت عائشة : أميطي عنک الأذى ، وتصنّعي لزوجک كما تصنعين للزيارة ، وإن أمرک فأطيعيه ، وإن أقسم عليک فأبِرِّيه ، ولا تأذني في بيته لمن يكره . .... فإذا أمر الزوج زوجته بالتزيّن له كان التزيّن واجبًا عليها ؛ لأنه حقه ، ولأن طاعة الزوج في المعروف واجبة على الزوجة .

(۱۱/۲۷۰ ، ۲۷۱ ، تزيّن ، تزيّن كل من الزوجين للآخر)

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترک ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۸۵/۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي اللّٰه تعالى . (۲/۳۸۱)

ما في " جمهرة القــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/۶۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما. (ص/۴۶) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۴۷۰۰)

عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھنا

مسئلہ (۱۹۱): بعض جاہل، لاعلم قسم کے پیراورمُرید عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سنت پرعمل پیرا ہیں، جب کہ اُن کا یہ عمل ممنوع اور حرام ہے، اس لیے کہ مردوں کا عورتوں کی مُشابہت اختیار کرنا مُستوجبِ لعنت اور گناہ ہے(۱)، احادیثِ نبویہ میں مردوں کے سر کے بالوں کے لیے تین قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) جُمّہ؛ مونڈھوں تک۔ (۲) وَفرۃ؛ کانوں کی نرمی تک۔ (۳) لِمّۃ؛ دونوں کے درمیان تک(۲)۔ احوال واوقات کے اختلاف کی وجہ سے آپ ﷺ کے سر کے بالِ مبارک تینوں قسم کے ہوتے تھے، لہٰذا مردوں کو چاہیے کہ اگر بال لمبے رکھنا ہے، تو مذکورہ تینوں قسموں میں سے کسی ایک قسم کو اختیار کریں(۳)، عورتوں کی طرح مطلقاً لمبے بال نہ رکھیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : وعن ابن عباس أنه قال : " لعن رسول الله ﷺ المتشبّهين من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال " . (۸۷۴/۲ ، كتاب اللباس ، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال ، قديمي، و:ص/۱۰۶۶ ، حديث : ۵۸۸۵ ، بيروت)

ما في " فتح الباري " : قوله : (لعن رسول الله ﷺ المتشبهين) قال الطبري : المعنى : لا يجوز للرجال التشبه بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء ، ولا بالعكس .

(۴۰۹/۱۰ ، شرح ابن بطال : ۱۵۱/۹ ، حديث :۳۴۹۵ ، ط : بيروت)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما : أن رسول الله ﷺ قال : أُراني الليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم كأحسن ما أنت راءٍ من أُدُمِ الرجال ، له لِمّةٌ كأحسنِ ما أنت راءٍ من اللِّمَمِ " .... الحديث . (۴۳/۹ ، حديث : ۶۹۹۹ ، كتاب التعبير ،=

....
....
....
....

=باب رؤيا الليل ، ط : دار الشعب القاهرة ، مصر)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي إسحاق عن البراء قال : ما رأيت من ذي لمّة أحسن في حُلّة حمراء من رسول الله ﷺ شعرهُ يضرب منكبيه بعيدَ ما بين المنكبين ليس بالطويل ولا بالقصير . قال أبو بكر به : له شَعرٌ . (۸۳/۷ ، حديث : ۶۲۲۱ ، باب في صفة النبي وأنه كان أحسن الناس ، ط: دار الجيل بيروت ، و دار الآفاق الجديدة بيروت ، سنن أبي داود :۱۳۱/۴ ، باب ما جاء في الشعر ، حديث : ۴۱۸۵ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، جامع الترمذي :۲۱۹/۴ ، حديث : ۱۷۲۴ ، الرخصة في الثوب الأحمر للرجال ، ط: احياء التراث ، سنن النسائي :۱۳۳/۸ ، حديث :۵۰۶۲ ، اتخاذ الشعر ، ط: مكتب المطبوعات الإسلامية ، حلب)

ما في " سنن النسائي الكبرى " : عن أبي قتادة قال : " كانت لي جمة ضخمة فسأل النبي ﷺ فأمره أن يحسن إليها وأن يترجل كل يوم " . قال أبو عبد الرحمن : هذا أشبه بالصواب والله أعلم .
(۴۱۰/۵ ، كتاب الزينة ، تسكين الشعر ، حديث : ۹۳۱۳ ، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن أبي رمثة قال : انطلقت مع أبي وأنا غلام فأتينا رجلا في الهاجرة جالسًا في ظلّ بيت عليه بردان أخضران وشعره وفرة وبرأسه ردع من حناء ، قال : فقال لي أبي : أتدري من هذا ؟ فقلت : لا ، قال : هذا رسول الله ﷺ فذكره " . حديث صحيح . اهـ .
(۱۶۳/۴ ، حديث : ۱۷۵۳۱ ، حديث أبي رمثة التيمي الخ ، ط: مؤسسة قرطبة – القاهرة ، مصر ، السنن الكبرى للبيهقي :۲۷/۸ ، حديث :۱۵۶۷۶ ، ط : بيروت)

(۳) ما في " القوانين الفقهية لإبن الجوزي " : المسئلة الثانية في حلق الشعر : قال ابن العربي رحمه الله : الشعر على الرأس زينة وحلقه بدعة ، ويجوز أن يتخذ جمة ؛ وهو ما أحاط بمنابت الشعر ، ووفرة ؛ وهو ما زاد على ذلك إلى شحمة الأذنين ، وأن يكون أطول من ذلك . (۳۸۳/۱ ، ط : دار الفكر بيروت ، الموسوعة الفقهية :۹۵/۱۸ ، حلق ، أحكام الحلق ، حلق الرأس)

(شناختی چہرہ یعنی داڑھی کا حسن :ص/ ۱۵۸، تالیف: مولانا ابوالعتیق سعید الرحمٰن الخطیب ، مطبع: ممتاز عزیز پرنٹرز، راول پنڈی، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ متصل دارالعلوم سعیدیہ ہزارہ، پاکستان، درسی وتعلیمی اہم مسائل :ص/ ۴۹۰، مسئلہ نمبر:۵۲، طبع اول، بحوالہ داڑھی اور بالوں کے احکام :ص/ ۴۱، ۴۲)

براؤن (بھورا)، سرخ وزرد کلر بالوں میں استعمال کرنا

مسئلہ (۱۹۲): آج کل بازاروں میں سفید بالوں کو رنگنے اور کلر فُل بنانے کے لیے مختلف چیزیں دستیاب ہیں، جن میں مہندیاں تو عام ہیں، البتہ کچھ کلر بھی ہیں، مثلاً ڈارک بلیک نمبر۱۲، ڈارک براؤن نمبر۳۰ر (بھورا رنگ)، اور دیگر ہیئر ڈائیز وغیرہ، تو جن مہندیوں اور کلروں سے بال سیاہ ہوتے ہیں، اُن کا استعمال ناجائز ہے(۱)، البتہ ان کے علاوہ کلر جیسے: براؤن (بھورا)، سرخ، زرد، سبز یا مائل بسُرخ- ان کے استعمال کی اجازت ہے(۲)، بشرطیکہ اس کلر کو استعمال کرنے سے بالوں پر تہہ نہ جمتی ہو، اور نہ وہ بالوں تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو، اور اگر اس کے استعمال سے بالوں پر تہہ جم جاتی ہو، یعنی پَرت چڑھ جاتی ہو، تو اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ صحتِ وضو اور غسل کے لیے مانع ہے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : " يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة " .

(ص/۵۷۸ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

ما في " بذل المجهود " : قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله : " وفي الحديث تهديدٌ شديدٌ في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم " .

(۱۲/۲۳۷ ، ۲۳۸ ، حديث : ۴۲۱۲ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ، ولو في غير حرب في الأصح .... ويكره بالسواد . (در مختار) .

(۹/۶۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)=

....

....

....

=(۲) ما في " صحيح مسلم " : قو له عليه السلام : عن جابر بن عبد اللّٰه قال : أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضًا ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : " غيِّرُوا هذا بشيء واجتنبوا السّواد" . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد ، مشكوة المصابيح : ۳۸۰/۲ ، باب الترجل ، الفصل الأول)

ما في " شروح النووي على هامش مسلم " : ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة ، ويحرم خضابه بالسواد على الأصح " . (۱۹۹/۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ، ولو في غير حرب في الأصح . (در مختار) . (۶۰۴/۹ ، فصل في البيع) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱۴۶/۱،مسئلہ نمبر:۱۵۰)

(۳) ما في " رد المحتار " : قوله : (والأولیٰ غسله) اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس ، أو صبغ بالصبغ النجس ، ثم غسل كل ثلاثاً طهر . (۵۳۷/۱ ، باب الأنجاس ، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجسين)

ما في " البحر الرائق " : لو صبغ ثوبه أو يده بصبغ أو حناء نجسين فغسل إلى أن صفا الماء يطهر مع قيام اللون . (۴۱۱/۱ ، فتح القدير لإبن الهمام : ۲۰۹/۱)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يضر بقاء أثر كلون وريح . (۵۳۷/۱ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، ط : بيروت وزكريا) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۲۳۸/۴، ۲۳۹،مسئلہ نمبر:۲۰۸)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : (وشرط صحته) أي الوضوء (ثلاثة) ...... الثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل . (ص/۶۲ ، كتاب الطهارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقيل : إن صلبًا منع وهو الأصح . (در مختار) . وفي الشامية : صرح به في شرح المنية : وقال : لامتناع نفوذ الماء مع عدم الوضوء والحرج . (۲۸۹/۱ ، مطلب في أبحاث الغسل ، ط : زكريا)

(فتاویٰ رحیمیہ:۴۸۷/۵، مکتبہ الاحسان دیوبند، تالیفاتِ رشیدیہ:ص/۴۸۲ ، باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ:ص/۳۷۸ ، امداد الفتاویٰ:۲۱۴/۴، ۲۱۵، تتمۂ ثانیہ:ص/۵۳، امدادالاحکام:۳۴۷/۴، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۲/۱۶، فتاویٰ حقانیہ:۴۱۲/۲، آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۳۸۰/۸، جواہر الفقہ:۱۷۰/۷، تکملہ فتح الملہم:۸۹/۴، بشکریہ: ماہنامہ اذانِ بلال:ص/۹، ۱۰، مئی ۲۰۱۵ء[از فتاویٰ مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم])

داڑھی بڑھنے سے پہلے ہی کٹوا دینا

مسئلہ (۱۹۳): بعض مسلم نوجوان یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر داڑھی ایک مرتبہ بڑھالی جائے، تو پھر وہ واجب ہو جاتی ہے، اس کو کٹوا نہیں سکتے، اس لیے وہ داڑھی بڑھنے سے پہلے ہی اُسے کٹوا دیتے ہیں، شرعاً اُن کا یہ عمل اور گمان صحیح نہیں ہے، کیوں کہ داڑھی اسلام کے شعائر میں سے ہے، اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے تاکید کے ساتھ داڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے[1]، اور چاروں ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے[2]، لہٰذا اُس کا نہ رکھنا، یا رکھ کر اس کے ایک مُشت ہونے سے پہلے اُسے مونڈنا یا کٹوانا حرام اور سخت گناہ ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب " . وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه . (۲/۸۷۵ ، كتاب اللباس ، قبيل باب اعفاء اللحى ، مشكوة المصابيح : ص/۲۸۰ ، ط: قديمي)

ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " خالفوا المشركين — احفوا الشوارب وأوفوا اللحى " . (۱/۱۲۹ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء : الحنفية والمالكية والحنابلة وهو قول عند الشافعية إلى أنه يحرم حلق اللحية لأنه مناقض للأمر النبوي باعفائها وتوفيرها. (۳۵/۲۲۵ ، لحية ، حلق اللحية)

ما في " كتاب الآثار " : قال محمد : أخبرنا أبو حنيفة ، عن الهيثم ، عن ابن عمر أنه كان يقبض على لحيته ثم يقبض ما تحت القبضة ، قال محمد : وبه نأخذ ، وهو قول أبي حنيفة .=

=(۲/ ۸۵۷ ، کتاب الأدب ، باب حف الشعر من الوجه)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وأما الأخذ منها الخ) بهذا وفق في الفتح بين ما مر وبين ما في الصحيحين عن ابن عمر عنه ﷺ " أحفوا الشوارب واعفوا اللحى " ، قال : لأنه صح عن ابن عمر راوي هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة . اهـ . (۳/ ۳۹۸ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب في الأخذ من اللحية ، ط : بيروت)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيها القُبضة .... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (والسنة فيها القُبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قُبضة قطعه .

(۹/ ۴۹۷ ، ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

وفيه أيضًا : وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد ، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم . فتح . (۳/ ۳۹۸ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب في الأخذ من اللحية ، ط : بيروت)

ما في " أشعة اللمعات " : "وحلق کردنِ لحیہ حرام است"۔

(۱/ ۲۱۲ ، كتاب الطهارة ، باب السواک ، حجة الله البالغة : ۱/ ۴۱۰ ، القسم الثاني في بيان أسرار ما جاء عن النبي ﷺ تفصيلا ، خصال الفطرة وما يتصل بها)

(مقتبس از: فقہی مسائل؛ مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، بحوالہ ماہنامہ ارمغان، فروری ۲۰۱۶ء)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۱/ ۱۴۷، مسئلہ نمبر: ۱۵۱، و: ۳/ ۸۳، مسئلہ نمبر: ۴۷، و: ۶/ ۲۶۲، ۲۶۳، مسئلہ نمبر: ۱۸۴، و: ۷/ ۲۵۸، مسئلہ نمبر: ۱۹۹)

داڑھی کو قینچی سے خش خشی کرنا

مسئلہ (۱۹۴): بعض دانشور، اپنے کو مہذَّب سمجھنے والے، اور مغربی فیشن کے دِل دادہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پوری طرح سے داڑھی منڈانا تو حرام وگناہِ کبیرہ ہے، مگر قینچی سے اُسے خش خشی کرنا، جب کہ وہ ایک مُشت سے کم ہے، محض گناہِ صغیرہ ہے، اُن کا یہ خیال بالکل لچر اور بے بنیاد ہے، اِس لیے کہ جس طرح داڑھی کو پوری طرح منڈوانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اسی طرح اُس کے ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں اُسے قینچی وغیرہ سے خش خشی کرنا بھی ناجائز وحرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيها القُبضة .... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (والسنة فيها القُبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قُبضة قطعه .

(۹/۴۹۷ ، ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

وفيه أيضًا : وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد ، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم . فتح . (۳/۳۹۸ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب في الأخذ من اللحية ، ط : بيروت)

ما في " أشعة اللمعات " : "وحلق کردنِ لحیہ حرام است"۔ (۱/۲۱۲ ، كتاب الطهارة ، باب السواک ، حجة الله البالغة : ۱/۴۱۰ ، القسم الثاني في بيان أسرار ما جاء عن النبي ﷺ تفصيلا ، خصال الفطرة وما يتصل بها) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶/۲۵۲،۲۵۳،۲۵۴،۲۵۵، کتاب الحظر والاباحۃ، بالوں اور ختنہ کے احکام، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۲۴۳۲، فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/۱۰۵،۱۱۳، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۱/۱۴۷، مسئلہ نمبر:۱۵۱، داڑھی کا شرعی حکم، طبع چہارم، و:۶/۲۶۲، مسئلہ نمبر:۱۸۴، داڑھی کا حکم اور اس کی حد، طبع دوم)

(مزید دلائل کے لیے دیکھئے مسئلہ نمبر:۱۹۳، داڑھی بڑھنے سے پہلے ہی مونڈ دینا)

شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں سے ملنا

مسئلہ (۱۹۵): آج کل مسلم معاشرہ ایک فتنے میں مبتلا ہے، خصوصاً وہ علاقے جہاں لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد، کسبِ معاش وغیرہ کی غرض سے اپنے گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں جا کر لمبے لمبے عرصے تک رہتی ہے، یا بیرونِ ملک میں نوکری وملازمت کے لیے چلی جاتی ہے، اور اُن میں سے اکثر لوگ کئی کئی سال تک، یا وہیں مقیم رہتے ہیں، اِس صورتِ حال میں ایسی عورتوں کے پاس جن کے شوہر موجود نہیں ہیں، نامحرم مردوں کی آمد ورفت ہوتی رہتی ہے، جب کہ اُن کا یہ عمل ہدایتِ نبوی ﷺ (جن عورتوں کے شوہر گھر میں نہ ہوں اُن کے پاس نہ جاؤ) کے خلاف ہے، اس سے معاشرے میں مفاسد اور بگاڑ پیدا ہوتے ہیں، اور عصمت وناموس کو داغ دار کرنے والے خطرناک فتنے رُو نما ہوتے ہیں، جیسا کہ اہلِ بصیرت حضرات اور قوم ومعاشرے کے حالات سے آگاہی رکھنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے جہاں بھی یہ صورتِ حال پائی جائے، خصوصاً ایسے علاقوں میں جہاں کے اکثر وبیشتر مرد، بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں اور بیرونی ملکوں میں رہتے ہیں، اس ارشادِ نبوی **" لا تَلِجُوا عَلى المُغِيبَات"**[☆] پر بہت ہی سختی کے ساتھ کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔[1] وفقنا الله لما يحب ويرضى، آمين يا رب العالمين!

الحجة على ما قلنا :=

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن جابر ، عن النبي ﷺ قال : " لا تلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم ، قلنا : ومنک ؟ قال : ومني ، ولكن اللّٰه أعانني عليه فأسلم " . (۴۷۵/۳ ، حديث :۱۱۷۲ ، دار إحياء التراث العربي بيروت ، مسند أحمد: ۳۰۹/۳ ، مسند جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه ، ط : مؤسسة قرطبة القاهرة)

ما في " صحيح مسلم " : (عن) عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص ... أن نفرًا من بني هاشم دخلوا على أسماء بنت عُميس ، فدخل أبو بكر الصديق وهي تحته يومئذ فرآهم فكره ذلک ، فذكر ذلک لرسول اللّٰه ﷺ وقال : لم أر إلا خيرًا ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : " إن اللّٰه قد برّأها من ذلک " . ثم قام رسول اللّٰه ﷺ على المنبر فقال : " لا يدخلنّ رجل بعد يومي هذا على مُغِيبةٍ إلا ومعه رجلٌ أو اثنان " . (۷/۷ ، كتاب السلام ، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول ، حديث :۵۸۰۶ ، ط: دار الآفاق الجديدة بيروت ، و دار الجيل بيروت ، مسند أحمد :۱۷۱/۲ ، مسند عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالى عنهما ، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة ، و: ۲۱۶/۲ ، ط: قديمي)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور ". (۲۲۳/۵ ، ط :نعمانيه)

ما في " بدائع الصنائع " : " الوسيلة الى الحرام حرام ". (۲۶۸/۱)

(بشکریہ: ماہنامہ مظاہر علوم :ص/۱۴،نومبر ۲۰۱۵ء، ایمانی خصلتیں، انوارِ حدیث، ازمولانا خالد سعید اعظمی، استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

[☆]مُغیبات یعنی ایسی عورتیں جن کے شوہر کسی وجہ سے گھر، شہر یا ملک سے باہر کہیں گئے ہوئے ہوں۔

مغیبات کے پاس جائے تو دین دار کو ساتھ لے جائے

مسئلہ (۱۹۶): مُغِیبات یعنی ایسی عورتیں جن کے شوہر کسی وجہ سے گھر یا شہر سے باہر کہیں گئے ہوئے ہیں، نامحرم مردوں کو ایسی عورتوں کے پاس جانے سے اور خلوت میں اُن سے ملنے سے حدیث پاک میں بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے، لیکن اگر نامحرم شخص کو ان عورتوں کے پاس جانے کی کوئی مجبوری اور ضرورت پیش آجائے، تو شریعتِ مطہرہ نے اس کا حل بھی بتادیا ہے کہ ایسا شخص اپنے ساتھ چند نیک اور دین دار آدمیوں کو لے جائے، تاکہ کسی طرح کی تہمت اور شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں، اور وہ عورت ان نامحرم مردوں سے پردے کے ساتھ شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ملاقات کرسکتی ہے، البتہ علامہ قرطُبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک یا دو آدمیوں کو لے کر جانے کے حکم پر اکتِفا اس لیے فرمایا کہ وہ زمانہ خیر کا تھا، لوگوں میں نیکی اور صلاح غالب تھی، اتنے ہی افراد پر سے تہمت اور شک وشبہ ختم ہوجاتا تھا، البتہ موجودہ زمانہ میں اتنے افراد پر اکتِفا نہیں کیا جائے گا، بلکہ پوری ایک جماعت ہونی چاہیے، اس لیے کہ اِس زمانے میں فساد وبگاڑ عام ہوچکا ہے، لوگوں کے ارادے اور مقاصد گندے ہوگئے ہیں۔[1] اللهم لاتكلنا الی أنفسنا طرفة عين!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)=

....

=ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر: هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۳/۴۸۶)

ما في " سنن أبي داود " : عن أم سلمة قالت : كنت عند النبي ﷺ وعنده ميمونة ، فأقبل ابن أم مكتوم وذلک بعد أن أمرنا بالحجاب ، فقال : " احتجبا منه " ، فقلنا : يا رسول اللّٰه ! أليس أعمىٰ لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبي ﷺ : "أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه ؟ ".

(ص/۵۶۸ ،كتاب اللباس ، في قوله تعالى : وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن)

ما في " صحيح مسلم " : (عن) عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص ... أن نفرًا من بني هاشم دخلوا على أسماء بنت عُميس ، فدخل أبو بكر الصديق وهي تحته يومئذ فرآهم فكره ذلک ، فذكر ذلک لرسول اللّٰه ﷺ وقال : لم أر إلا خيرًا ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : " إن اللّٰه قد برّأها من ذلک " . ثم قام رسول اللّٰه ﷺ على المنبر فقال : " لا يدخلنّ رجل بعد يومي هذا على مُغِيبةٍ إلا ومعه رجلٌ أو اثنان " .

(۷/۷ ، كتاب السلام ، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول ، حديث : ۵۸۰۶ ، ط: دار الآفاق الجديدة بيروت ، و دار الجيل بيروت ، مسند أحمد : ۲/ ۱۷۱ ، مسند عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالى عنهما ، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة ، و: ۲/۲۱۶ ، ط: قديمي)

ما في " المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم " : فقال : " ألا يدخلن رجل على مغيبة إلا ومعه رجل أو اثنان " – سدًّا لذريعة الخلوة ، ودفعًا لما يؤدّي إلى التهمة ، إنما اقتصر على ذكر الرجل والرجلين لصلاحية أولئک القوم ؛ لأن التهمة كانت ترتفع بذلک القدر ، فأما اليوم فلا يكتفى بذلک القدر ، بل بالجماعة الكثيرة لعموم المفاسد ، وخبث المقاصد . اهـ. (۱۸/ ۹ ، باب النهي عن الميت عند غير ذات المحرم ، من مكتبة الشاملة ، و: ۵/۵۰۳ ، از ماهنامه مظاهر ، انوار حديث)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : ثم ان ظاهر هذا الحديث جواز خلوة الرجلين أو الثلاثة بالأجنبية ، والمشهور عند أصحابنا تحريمه ، فيتأول الحديث على جماعة يبعد وقوع المواطأة منهم على الفاحشة لصلاحهم أو مروء تهم أو غير ذلک، وقد أشار القاضي إلى نحو هذا التأويل . (۷/ ۳۰۹ ، حديث : ۴۰۳۹ ، باب تحريم الخلوة الخ ، احياء التراث العربي بيروت)=

بیٹے یا بھائی کا ماں یا بہن سے گلے ملنا

مسئلہ (۱۹۷): ماں، بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی کا باہم بلاشہوت گلے ملنا درست ہے، جب کہ خوش دامن (ساس) اگر جوان ہو، تو اُس کا داماد، اور خوش کلاں (سُسر) اگر جوان ہو، تو اُس کا بہو کے ساتھ گلے ملنا جائز نہیں ہے[1]، بلکہ خوفِ شہوت کی بنا پر سب ہی کو اس سے احتراز بہتر واَحوط ہے۔[2]

=ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴٦)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۵/۲۲۳، مكتبه نعمانيه)

ما في " بدائع الصنائع " : " الوسيلة الى الحرام حرام ". (۱/۲٦۸) (بشکریہ: ماہنامہ مظاہر علوم: ص/۱۲، ۱۳، نومبر ۲۰۱۵ء، ایمانی خصلتیں، انوارِ حدیث، از مولانا خالد سعید اعظمی، استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : صرّح الحنفية بأن المعانقة عن شهوة كالقبلة في نشر حرمة المصاهرة ، فمن عانق أم امرأته حرّمت عليه امرأته ما لم يُظهر عدم الشهوة . اهـ .

(۳۸/۱۸٦ ، المعانقة ، أثر المعانقة في نشر حرمة المصاهرة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وما حل نظره) مما مر من ذكر أو أنثى (حل لمسه) إذا أمن الشهوة على نفسه وعليها ، لأنه عليه الصلاة والسلام كان يقبل رأس فاطمة .... أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن . اهـ . (٦/۳٦۷ ، ۳٦۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : دار الفكر بيروت ، و: ۹/۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

وما في " رد المحتار " : المكروه عن المعانقة ما كان على وجه الشهوة . اهـ .

(٦/۳۸۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط : دار الفكر بيروت ، و: ۹/۵۴٦ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " تقريرات الرافعي على رد المحتار " : إن كانت بشهوة فهو حرام اتفاقا وبدونها فجائز اتفاقا . (٦/۳۰۸ ، ط: دار الفكر بيروت ، و: ۱۴/۲/۷۷ ، باب الاستبراء ، ط: دار الكتب العلمية)=

عورت کا اپنے محرم سے تنہائی میں ملنا

مسئلہ (۱۹۸): علمائے کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ عورت کا اپنے محرم سے تنہائی میں ملنا ، یا اُس کے ساتھ سفر کرنا اُسی وقت جائز ہے، جب کہ مرد اور عورت دونوں کو اپنے اوپر اطمینان ہو، اور جانبین سے کسی کے اندر شہوت پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، لیکن مرد کو اگر محرم ہونے کے باوجود یہ یقین ہے کہ وہ عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرے گا، یا اس کے ساتھ سفر کرے گا، تو اس کو عورت کی ، یا عورت کو اس کی خواہش اور شہوت پیدا ہوگی، تو اس صورت میں محرم شخص کے لیے بھی خلوت اور سفر دونوں ناجائز ہیں، بلکہ فقہائے کرام نے تو مذکورہ باتوں کا محض شک ہونے کی صورت میں بھی محرم کے لیے خلوت اور سفر کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تقربوا الزنآ انه كان فاحشة﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۳۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة، ومنه قول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه .

(۲/ ۱۰۰ ، احتياط ، التعريف)

ما في " مسلم الثبوت " : ألا ترىٰ أن تحصيل ..... أسباب الحرام حرام . (ص/۳۸)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرمًا.

(ص/ ۴۶) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۵۰۶۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم " : قال العلامة القرطبي رحمه الله تعالى : ورحم الله مالكا لقد بالغ في هذا الباب حتى منع فيه ما يجرّ إلى بعيد التهم والارتياب؛ حتى منع خلوة المرأة بابن زوجها ، والسفر معه ، وإن كانت محرّمة عليه ؛ لأنه=

عورت کا فون پر اجنبی سے سلام کلام کرنا

مسئلہ (۱۹۹): اگر کسی شخص کے گھر پر لینڈ لائن ٹیلی فون ہو، یا مرد اپنا موبائل گھر پر رکھ کر چلا جائے، اور کسی غیر محرم کا فون آئے، اور عورت کے فون اُٹھانے پر وہ سلام کرے، تو مرد اگر بوڑھا ہے، تو عورت بآوازِ بلند اُس کا جواب دے، اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے، آواز سے نہیں، اور عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ازخود بات کی ابتدا نہ کرے، بلکہ فون کرنے والا جو سوال کرے، بس اُس کا جواب دیدے، البتہ اگر فون کرنے والا محرم ہو، یا کوئی عورت ہو، تو پھر سلام کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

=ليس كل أحد يمتنع بالمانع الشرعي ، إذا لم يقارنه مانع عادي ، فإنه من المعلوم الذي لا شک فيه : أن موقع امتناع الرجل من النظر بالشهوة لامرأة أبيه ليس كموقعة منه لأمه وأخته، هذا قد استحكمت عليه النفرة العادية ، وذلک قد أنست به النفس الشهوانية ، فلا بد مع المانع الشرعي في هذا من مراعاة الذرائع الحاليّة (۱۸ / ۹ ، من موقع المكتبة الشاملة)

ما في " الفتاوى الهندية " : قال محمد رحمه الله : ويجوز له أن يسافر بها ويخلو بها يعني بمحارمه إذا أمِن على نفسه ، فإن علم أنه يشتهيها أو تشتهيه إن سافر بها أو خلا بها أو كان أكبرُ رأيه ذلک أو شکّ فلا يباح له ذلک . (۵/ ۳۲۸ ، كتاب الكراهية)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/ ۴۶)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۵/ ۲۳۳ ، مكتبه نعمانيه)

ما في " بدائع الصنائع " : " الوسيلة الى الحرام حرام ". (۱ / ۲۶۸) (بشکریہ: ماہنامہ مظاہر علوم: ص/ ۱۵، نومبر ۲۰۱۵ء، ایمانی خصلتیں، انوارِ حدیث، ازمولانا خالد سعید اعظمی، استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

الحجة على ما قلنا :=

بیرونِ ملک کے کپڑے خریدنا اور پہننا

مسئلہ (۲۰۰): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ استعمال شدہ کپڑے جو غیر ملکوں کے ہمارے ملک میں بِکتے ہیں، اُن کو خریدنا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ بیرونِ ملک سے آئے ہوئے کپڑے خریدنا اور استعمال کرنا جائز ہے[1]، ہاں! اگر اُن کپڑوں میں اعضائے مستورہ مکمل طور پر نہ چھُپیں، یا اُن کی ساخت وبناوٹ نظر آئے، تو اُن کا پہننا درست نہ ہوگا[2]، اور اگر ان کپڑوں میں ناپاکی کا یقین یا غالب گمان ہو، تو انہیں دھوکر استعمال کیا جائے گا، ورنہ صرف شک وشبہ کی بنا پر دھونے کی ضرورت نہیں[3]، پھر بھی احتیاط یہی ہے کہ دھوکر استعمال کیا جائے۔[4]

=(۱) ما في " رد المحتار " : ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا عطست أو سلمت فيشمتها لا يردّ السلام عليها ، وإلا لا . انتهى . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وإلا لا) أي وإلا تكن عجوزًا بل شابة لا يشمتها ولا يرد السلام بلسانه ، قال في الخانية : وكذا الرجل مع المرأة إذا التقيا يسلم الرجل أولا . اهـ . (۹/۵۳۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ ، ط : زكريا وبيروت ، الموسوعة الفقهية :۳۵/۱۲۲)

(کتاب النوازل: ۱۷/۱۱۳، عورت فون اُٹھا سکتی ہے یا نہیں؟)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " قواعد الفقه " : " الأصل في الأشياء الإباحة " . (ص/۵۹ ، كذا في الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/۲۵۲ ، التفريع : ۴۳۸ ، الموسوعة الفقهية : ۱/۱۳۰)=

اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس پہننا

مسئلہ (۲۰۱): آدمی کا اپنی حیثیت کے مطابق اچھا وعمدہ لباس پہننا جائز ہے، بلکہ اظہارِ نعمت کے طور پر پہننا مستحسن ہے(۱)، فضول خرچی ہرگز نہیں، البتہ اس میں حد سے زیادہ تکلّف نہ کیا جائے، نیز عمدہ لباس پہننے میں تکبر وغیرہ کی نیت بھی نہ ہو(۲)، ہاں! اگر کوئی شخص محض تواضع کے طور پر وُسعت کے باوجود معمولی وسادہ لباس پہنے، اور وہ گندا میلا کچیلا نہ ہو، کہ لوگوں کو گھِن ہو(۳)، اور ضرورت سے زائد تمام چیزیں غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کردیتا ہو، اور سادگی کی زندگی کو پسند کرتا ہو، تو یہ اہلِ تقویٰ کے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔(۴)

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿يٰبَنِيٓ اٰدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يُواري سواٰتكم و رِيشًا﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من تشبه بقوم فهو منهم " .
(ص/ ۵۵۹ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم . (۱۰ / ۷۷ ، كتاب اللباس والزينة)

(۳) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : أَلْأَصْلُ أَنَّ مَا ثَبَتَ بِالْيَقِيْنِ لا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ . (ص/ ۹۲ ، المادة : ۲۶ ، رد المحتار: ۱/ ۲۸۰ ، نواقض الوضوء ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي : ۱/ ۲۲۰ ، القاعدة الثالثة ، قواعد الفقه :ص/ ۵۹ ، الموسوعة الفقهية : ۴۵/ ۲۸۹ ، يقين) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۳۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ . [سورة=

....

=الأعراف : ۳۱] وقال تعالی أیضًا : ﴿وجعل لکم سرابیل تقیکم الحرّ وسرابیل تقیکم بأسکم﴾ . (سورة النحل : ۸۱)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأما بنعمة ربک فحدِّث﴾ . (سورة الضّحی : ۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إن اللّٰه یحب أن یری أثر نعمته علی عبده " . (۱۰۹/۲ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء أن اللّٰه یحب أن یری أثر نعمته علی عبده ، مشکوة المصابیح :ص/۳۷۵ ، قدیمي)

ما في " حاشیة الترمذي " : قوله ﷺ : (إن اللّٰه یحب أن یری أثر نعمته علی عبده) . أي ینبغي أن یظهر أثر نعمة اللّٰه في حقه فلیلبس ما یناسب حاله فإنه شکر فعلي ، وأیضًا یقصده المحتاجون فیتصدق علیهم . ۱۲ . (۱۰۹/۲ ، حاشیة : ۷ ، قدیمي)

ما في " مشکوة المصابیح " : وعن أبي الأحوص عن أبیه قال : أتیت رسول اللّٰه ﷺ وعلي ثوب دون ، فقال لي : "ألک مال ؟ " قلت : نعم ، قال : " من أي المال ؟ " قلت : من کل المال قد أعطاني اللّٰه من الإبل والبقر والخیل والرقیق ، قال : " فإذا آتاک اللّٰه مالا فلیر أثر نعمة اللّٰه علیک وکرامته" . رواه أحمد والنسائي . (ص/۳۷۵)

ما في " رد المحتار " : اعلم أن الکسوة منها فرض ... ومستحب : وهو الزائد لأخذ الزینة وإظهار نعمة اللّٰه تعالی ، قال علیه الصلاة والسلام : " إن اللّٰه یحب أن یری أثر نعمته علی عبده " . ومباح : وهو الثوب الجمیل التزین في الأعیاد والجمع ومجامع الناس لا في جمیع الأوقات لأنه صرف وخیلاء ، ... اهـ . (۵۰۵/۹ ، ط: زکریا دیوبند) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۰۳۳۶)

(۲) ما في " کنز العمال " : قوله علیه السلام : (عن عمرو بن شعیب عن جده) " کلوا وتصدقوا والبسوا من غیر مَخِیلةٍ ولا تسرفوا فإن الله یحب أن یری أثر نعمته علی عبده " .

(۲۷۴/۶ ، حدیث :۱۷۱۹۳ ، کتاب الزینة والتجمل ، الباب الأول في الترغیب فیه ، السنن الکبری للنسائي : ۴۱/۲ ، حدیث : ۲۳۴۰ ، کتاب الزکاة ، الاختیال في الصدقة)

(۳) ما في " مشکوة المصابیح " : وعن جابر قال : أتانا رسول اللّٰه ﷺ زائرا فرأی رجلا شعثا قد تفرق شعره فقال : " ما کان یجد هذا ما یسکن به رأسه ؟ " ورأی رجلا علیه ثیاب وسخة فقال : " ما کان یجد هذا ما یغسل به ثوبه ؟ " . رواه أحمد والنسائي .

(۴) ما في " مشکوة المصابیح " : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من ترک لبس ثوب جمال وهو یقدر علیه " وفي روایة : " تواضعا کساه اللّٰه حلة الکرامة " . رواه أبو داود . (ص/۳۷۵)

ٹائی غیر مسلم لباس کا حصہ ہے

مسئلہ (۲۰۲): ٹائی غیر مسلم لباس کا حصہ ہے، جسے پہننے میں کفار وفساق کی مُشابہت لازم آتی ہے، اِس لیے بلاضرورت اس کو پہننا جائز نہیں ہے، تاہم اگر کسی ادارے میں اس کا استعمال قانوناً لازم ہو، تو پھر بہ اَمرِ مجبوری شرعاً اُس کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور اُمید ہے کہ اس صورت میں گناہ بھی نہ ہوگا، البتہ مسلم اِداروں کو، اس کے استعمال کولازم قرار دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿ولا تركنوٓا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾. (سورة هود :۱۱۳)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيي بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۱۰/۲۲٦ ، تفسير المظهري :۴/۴۳۰)

ما في " معارف القرآن شفيعي " : حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''مراد ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اوران کا کہنا نہ مانو''، ابنِ جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو''، ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو'' [قرطبی]، سدّی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ظالموں سے مداہنت نہ کرو، یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو''، عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو''، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے''۔ (۴/۶۷۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله عليه الصلاة والسلام : " أبغض الناس إلى اللّٰه ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (ص/۲۷)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .

(۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ۴۳۴۷)

ما في " موسوعة تكملة فتح الملهم " : إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد به التشبه بهم " . (۷۷/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱/۱۴۵،مسئلہ نمبر:۱۴۹،ٹائی لگانا،طبع چہارم)

ما في " صحيح البخاري " : عن عمران بن حطان ، عن عائشة " حدثته : " أن النبي ﷺ لم يكن يترك في بيته شيئًا فيه تصاليب إلا نقضه " .

(۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب نقض الصور ، ۱۷۳ ، حديث :۵۹۵۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يجوز لمسلم أن يصنع صليبا ، ولا يجوز له أن يأمر بصناعته ، والمراد صناعة ما يرمز به إلى التصليب ، وليس له اتخاذه ، وسواء علقه أو نصبه أو لم يعلقه ولم ينصبه ، ولا يجوز له إظهار هذا الشعار في طرق المسلمين وأماكنهم العامة أو الخاصة ، ولا جعله في ثيابه ، لما روى عدي بن حاتم رضي الله تعالى عنه قال : " أتيت النبي ﷺ وفي عنقي صليب من ذهب ، فقال : يا عدي ! إطرح عنك هذا الوثن " .

(۸۸/۱۲ ، التصليب)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱/۱۴۲،مسئلہ نمبر:۱۴۶،أشیاء میں صلیب کی علامتیں ایک سازش،طبع چہارم، فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۴۶۸۹)

کتاب الأکل والشرب

کھانے پینے سے متعلق مسائل

مشترکہ کھانے میں کمی زیادتی

مسئلہ (۲۰۳): بعض دوست واحباب مل کر مشترکہ طور پر پیسے جمع کر کے ہوٹل میں کھانا تیار کروا کے کھاتے ہیں، اس میں سب کی رقم برابر ہوتی ہے، دستر خوان پر جب مختلف اجناس کا کھانا تیار ہو کر آتا ہے، تو ہر چیز میں ہر ایک برابر شریک ہوتا ہے، لیکن جب کھانا کھایا جاتا ہے، تو اس میں کمی زیادتی ہونا لازمی امر ہے، اس لیے کہ ہر ایک شخص کے کھانے کی مقدار مختلف ہوتی ہے، تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ربوا اور سود کی شکل ہے، کہ بعض احباب زیادہ اور بعض کم کھاتے ہیں، اُن کی یہ بات درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ یہ تفاضُل (کمی بیشی) باہمی رضامندی سے ہوتا ہے، جو جائز ہے، چنانچہ سب احباب نے مل بیٹھ کر کھانا کھایا، تو ہر شخص جتنا کھا رہا ہے وہ اس کا حصہ سمجھا جائے گا، بشرطیکہ تمام شرکاء راضی ہوں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِس قسم کے اشتراک کو ''نِہد'' [☆] قرار دیا ہے [۱]، اور عہدِ رسالت میں اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں [۲]، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تسامُح وتعامُل کے قبیل سے ہے، عہدِ نبوت سے لے کر آج تک اس پر تعامُل ہوتا چلا آ رہا ہے، لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔ [۳]

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : لم ير المسلمون في النهد بأسًا ، أن يأكل هذا بعضًا وهذا بعضًا . (ص/۳۳۷ ، كتاب الشركة ، باب الشركة في الطعام والنّهد والعروض ، ط: احياء التراث ، بيروت)

ما في " فيض الباري " : والنهد أن ينُشر الرفقة زادهم على سُفرة واحدة ليأكلوا جميعًا بدون تقسيم ، ففيه شركة أولا وتقسيم آخرا ، ولا ريب أنه تقسيم على المجازفة لا غير مع التفاوت في الأكل . (۴/۴ ، كتاب الشركة ، ط: بيروت)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي موسى قال : قال النبي ﷺ : " إن الأشعريين إذا أرملوا في الغزو ، أو قلّ طعام عيالهم بالمدينة جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم في إناء واحد بالسوية فهم مني وأنا منهم . (ص/۳۳۷ ، حديث : ۲۴۸۶)

(۳) ما في " فيض الباري " : انها ليست من باب المعاوضات التي تجري فيها المماسكة أو تدخل تحت الحكم ، وإنما هي من باب التسامح والتعامل ، وكيف تكون خلاف الإجماع مع أنه قد جرى به التعامل من لدن عهد النبوة إلى يومنا هذا .

(۴/۴ ، كتاب الشركة ، ط: بيروت ، و:۳۴۲/۳ ، ط : رشيديه كوئٹه)

ما في " عمدة القاري " : هذا باب في بيان حكم الشركة في الطعام ..... قال الأزهري في [التهذيب] : النهد إخراج القوم نفقاتهم على قدر عدد الرفقة ، يقال : تناهدوا ، وقد ناهد بعضهم بعضًا ، وفي [المحكم] : النهد العون ، وطرح نهده مع القوم أعانهم وخارجهم ، وقد تناهدوا أي تخارجوا ، يكون ذلک في الطعام والشراب ، وقيل : النهد إخراج الرفقاء النفقة في السفر وخلطها ويسمى بالمخارجة ، وذلک جائز في جنس واحد وفي الأجناس ، وأن تفاوتوا في الأكل ، وليس هذا من الربا في شيء ، وإنما هو من باب الإباحة .

(۵۶/۱۳ ، كتاب الشركة ، باب الشركة في الطعام الخ ، ط: رشيديه)

وفيه أيضًا : قوله : " لما لم ير المسلمون " .... هذا تعليل لعدم جواز قسمة الذهب بالذهب والفضة بالفضة مجازفة ، أي : لأجل عدم رؤية المسلمين بالنهد بأسا .... فكما أن مبنى النهد على الإباحة وإن حصل التفاوت في الأكل . اهـ . .... قوله : " أن يأكل هذا بعضًا " تقديره : بأن =

ہولی، دیوالی اور دسہرہ کی مٹھائیاں کھانا

مسئلہ (۲۰۴): بعض برادرانِ وطن اپنے تہوار؛ مثلاً ہولی، دیوالی یا دسہرہ وغیرہ کے موقع پر اپنے مسلم پڑوسیوں اور دوستوں کے ساتھ رَواداری کا معاملہ کرتے ہوئے، اُن کے ہاں اپنے تہوار کی مٹھائیاں؛ لڈّو، کیک، اور بَتاشے وغیرہ کھانے کی چیزیں بھیجتے ہیں، تو اِن چیزوں کے متعلق اگر یہ یقین واطمینان ہو کہ وہ دیوی دیوتاؤں کے نام پر چڑھائی ہوئی نہیں ہیں، اور نہ ناپاک وحرام چیز اُن میں شامل ہے، تو ان کھائی جانے والی چیزوں کا لینا اور ان کو کھانا درست ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

=يأكل ، وأشاره به إلى أنهم كما جوزوا النهد الذي فيه التفاوت . اهـ .(۱۳/۵۷ ، كتاب الشركة) وفيه أيضًا : وأجيب : بأن حقوقهم تساوت فيه بعد جمعه فتناولوه مجازفة كما جرت العادة .
(۱۳/۵۸)

وما في " فتح الباري " : ولكنه اغتفر في النهد لثبوت الدليل على جوازه .
(۵/۱۶۰ ، ط: دار السلام الرياض)

[☆] " النهد " : نفقہ جو شرکاءسفر برابر نکالیں۔ (مصباح اللغات)

(فتاویٰ عثمانی:۳/۴۵، ۴۶، کتاب الشرکۃ، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة فإن ذبيحتهم حرام .
(۵/۳۴۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم ، المحيط البرهاني :۶/۱۰۳ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة ، البحر الرائق :۸/۳۷۳ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۹۴۱،فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۶/۲۷، کھانے پینے اور ضیافت کے احکام، ہندو اپنے تہوار کے روز جو مٹھائی بھیجتے ہیں اس کا کھانا درست ہے، و:۱۶/۳۷، ہندو اپنی شادی غمی میں مٹھائی یا کھانا بھیجے یا دعوت کرے تو کیا حکم ہے؟، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۷/۱۷۲،مسئلہ نمبر:۲۱۱، غیر مسلم پڑوسی کے تہوار کا کھانا، طبع اول)

نیم برِشتہ (ہاف بوائل) یا کچا انڈا کھانا

مسئلہ (۲۰۵): بعض لوگ نیم برِشتہ (ہاف بوائل/آدھا بھُنا ہوا) انڈا کھانے، یا کچا انڈا پینے کو ناجائز سمجھتے ہیں، اُن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ نیم برِشتہ (ہاف بوائل) انڈا کھانا، یا کچا انڈا پینا جائز وحلال ہے، اس لیے کہ کسی حلال چیز کے کھانے یا پینے کے جواز کے لیے اُس کا پکا ہونا شرط نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۹)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الإِبَاحَةُ .

(ص/۱۱۷، قاعده : ۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۲۵۲ ، الأشباه والنظائر للسيوطي : ۱/۱۲۱، القواعد الفقهية : ص/۱۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۵۹ ، القاعدة : ۳۳ ، رد المحتار : ۱/۱۰۵، مطلب ؛ المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة ، الموسوعة الفقهية : ۱/۱۳۰)

ما في " الأشباه لإبن نجيم " : هل الأصل في الأشياء الإباحة ؟ قال الحموي : ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .

(۱/۲۵۲ ، القاعدة الثالثة ، غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر : ۱/۲۲۳ ، ۲۲۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۶۴۲۸۲، کتاب النوازل:۱۶/۱۱۰، کچا انڈا پینا)

کتاب الطب

طب سے متعلق مسائل

بطورِ علاج گائے کے پیشاب کا استعمال

مسئلہ(۲۰۶): کسی مرض میں بطورِ دوا وعلاج گائے کے پیشاب کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی دین دار ماہر مسلمان طبیب یہ تصدیق کردے کہ اس مرض کے علاج کی کوئی اور جائز شکل موجود ہے ہی نہیں، نیز گائے کے پیشاب کے استعمال سے صحت یابی کا غالب گمان بھی ہے، تو ایسی مجبوری کی حالت میں بطورِ دوا گائے کا پیشاب بقدرِ ضرورت استعمال کرنے کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه . (۹/۴۷۴ ، فصل في البيع)

ما في " المحيط البرهاني " : الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم فيه شفاء أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره فيجوز الاستشفاء به . (۶/۱۱۶ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۵۵ ، الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي)

ما في " رد المحتار " : يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى . (۱/۳۲۵ ، مطب في التداوي بالمحرم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وشرط الحنفية لجواز التداوي بالجنس والمحرم أن يعلم أن فيه شفاء ولا يجد غيره . (۱۱/۱۱۹)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹ ، قاعدة : ۱۷۰)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، قاعدة : ۱۷۱) (محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/۷۱۵، مسئلہ نمبر: ۶۱۹، بطورِ دوا حرام اشیاء کا استعمال، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۸۰۳۸)

کتاب الأدب

ادب سے متعلق مسائل

فتویٰ وتقویٰ دونوں ادب ہیں

مسئلہ(۲۰۷): لفظِ ’’ادب‘‘ کا اصلی ولغوی معنی ہے ’’جمع کرنا‘‘- ادب کو ’’ادب‘‘ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو محامد (اچھائیوں) کی طرف جمع کرتا ہے۔اور ادب کا اصطلاحی معنی ہے: ’’ **الخصال الحمیدة** ‘‘ اچھی خصلتیں۔ (۱)

بعض فقہاء نے ادب کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: ’’ **الأدب وضع الأشیاء موضِعَها** ‘‘- اشیاء کو اُن کی جگہ پر رکھنا۔ (۲)

فقہاء اور اہلِ اُصول، لفظِ ادب کا اِطلاق اصالۃً مندوب پر بھی کرتے ہیں، جس کو لفظ ’’نفل، مستحب، اور تطوُّع‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی جس کا کرنا شرعاً مطلوب ہو، اور نہ کرنے پر مذمت وملامت نہ ہو۔ (۳)

بعض فقہاء لفظ ’’آداب‘‘ کا اِطلاق ہر اُس چیز پر کرتے ہیں جو شرعاً مطلوب ہو، خواہ مندوب ہو یا واجب۔ (۴)

شاعروں کی لفظی دنیا میں ادب شُستہ کلامی اور بلاغت بیانی کو کہا جاتا ہے۔ عوام الناس کے عرف میں ادب؛ احترام وتعظیم کو کہتے ہیں۔ مدعیانِ علم؛ دانش وروں کے ہاں ادب- شرعی ہیئتوں اور حکم فرمودہ اعمال کی پابندی کو کہتے ہیں۔ علماء کے نزدیک ادب اُن احتیاطی افعال اور تقوائے اعمال کا نام ہے، جو اعمالِ

شرعیہ کی حفاظتی اور انتہائی حدود سے متعلق ہوں۔(۵) پس ادب کا ابتدائی درجہ نصوصِ شرعیہ کی عبارت یعنی صریح احکام پر عمل کرنا ہے، اور آخری درجہ وہ ہے جو اس عمل کی مشق وتکرار سے انہی نصوص کی دلالت واشارت واقتِضاء سے ذہن پر منکشف ہو، معلوم ہوا کہ ظاہری نصوص واحکام کو"فتویٰ" اور اقتِضائی، دلالتی واشاراتی احکام کو"تقویٰ" کہا جاتا ہے، اور شرعاً فتویٰ وتقویٰ ہر دو پر عمل مطلوب ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : أصل معنى كلمة " أدب " في اللغة : الجمع ، ومنه : الأدب بمعنى الظرف وحُسن التناول . سمي أدبا ؛ لأنه يأدب ، أي يجمع الناس إلى المحامد . ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عند الفقهاء عن المعنى اللغوي ، فللأدب عند الفقهاء والأصوليين عدة إطلاقات: أ — قال الكمال بن الهمام : الأدب : الخصال الحميدة . (۲/۳۴۵ ، فتح القدير :۵/۴۵۳ ط : بولاق ، حاشية ابن عابدين : ۸/۱۹ ، بيروت ، البحر الرائق : ۶/۲۷۷ ، دار الكتاب الإسلامي)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : وعرفه بعضهم بقوله : الأدب : وضع الأشياء موضعها .
(۲/۳۴۵ ، أدب ، التعريف ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۴۱ ، فصل : من آداب الوضوء ، المطبعة العامرة العثمانية ، ومصطفى الحلبي)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : ب — كما يطلق الفقهاء والأصوليون لفظ " أدب " أيضًا اصالة على المندوب ، ويعبرون عن ذلک بتعبيرات متعددة منها : النفل ، والمستحب ، والتطوع ، وما فعله خير من تركه ، وما يمدح به المكلف ولا يذم على تركه ، والمطلوب فعله شرعًا من غير ذم على تركه ، وكلها متقاربة . (۲/۳۴۵ ، أدب ، التعريف ، حاشية الطحطاوي:ص/۴۱ ، ۴۲ ، الحلبي)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : ج — وقد يطلق بعض الفقهاء كلمة " آداب " على كل ما هو مطلوب سواء أكان مندوبا أم واجبا ، ...... وقالوا : إن المراد بكلمة " آداب " هو كل ما هو مطلوب . (۲/۳۴۵ ، أدب ، التعريف ، حاشية البجيرمي على شرح المنهج الطلاب : ۱/۵۱ ، ط : مصطفى الحلبي ، و: ۱/۵۱ ، المكتبة الإسلامية في ديار بكر تركيا)

(۵) (اسلامی اخلاق وآداب:ص/۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵، مقامِ ادب، ازحکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمہ اللہ، مرتب ومؤلف: منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی)

ادبِ حقیقی

مسئلہ (۲۰۸): دین اسلام پورا کا پورا ادب سے معنون ہے (۱)، علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کا مقولہ ہے: "**الأدب هو الدين كله**"-(دین مکمل ادب ہے) (۲)، کیوں کہ اسلامی احکام خواہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، معاملات سے اُن کا تعلق ہو یا معاشرت اور اخلاق سے، یہ سب کے سب احکام درحقیقت انسانوں کو باادب وسلیقہ مند بنانے ہی کے لیے ہیں (۳)، چنانچہ عقائد میں ادب یہ ہے کہ ہمارے عقائد اِفراط وتفریط سے پاک، عقائد اہلِ سنت والجماعت کے عین مطابق ہوں (۴)، عبادات میں ادب یہ ہے کہ ہماری عبادتیں آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر ہوں (۵)، معاملات میں ادب یہ ہے کہ ہمارے معاملات حلال وجائز کی حدود میں ہوں، حرام وناجائز کی اُن میں ذرا بھی آمیزش نہ ہو (۶)، معاشرت واخلاق میں ادب یہ ہے کہ ہماری معاشرت واخلاق، خالص اسلامی ہوں، غیروں کے مشابہ نہ ہوں (۷)، لہٰذا جو تحریریں اسلامی آداب کے فروغ واشاعت اور صحت مند روایات وافکارِ اسلاف پر، سماج ومعاشرہ کی تعمیر وترقی میں معاون ومددگار ہوں (۸)، درحقیقت وہی اسلامی ادب ہیں، اور اُن کی تعلیم وتمرین، دعوت وتبلیغِ دین کے لیے فرضِ کفایہ ہے۔ (۹)

الحجة على ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا ادخلوا في السلم كآفّة ولا تتبعوا خطوات الشيطٰن إنه لكم عدو مبين﴾ . (سورة البقرة :۲۰۸)

ما في " بحر العلوم [تفسير السمرقندي] " : (ادخلوا في السلم كافة) : أي اثبتوا على شرائع محمد ﷺ ولا تخرجوا منها . (۱/۱۹۷ ، سورة البقرة ، الآية/۲۰۸)

(۲) (مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين : ۲/۳۸۴ ، فصل : والأدب هو الدين كله ، م : محمد بن أبي بكر بن قيم الجوزية ، ط: دار الكتاب العربي بيروت)

(۳) ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن عمرو قال : خرج رسول الله ﷺ ذاتَ يوم من بعض حُجَره فدخل المسجد فإذا هو بحلقتين ؛ إحداهما يقرؤون القرآن ويدعون الله ، والأخرى يتعلّمون ويُعلّمون ، فقال النبي ﷺ : " كلٌّ على خير هؤلاء يقرؤون القرآن ويدعون الله ، فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم ، وهولاء يتعلّمون ويُعلّمون ، وإنما بُعثت معلّما " . (حديث :۲۳۴ ، المقدمة ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم ، سنن الدارمي : ۱/۱۱۱ ، ۱۱۲ ، حديث : ۳۴۹ ، كتاب المقدمة ، باب في فضل العلم والعالم ، ط : دار الإيمان سهارنفور)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اٰمن الرسول بمآ اُنزل إليه من ربه والمؤمنون كلٌّ اٰمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرّق بين أحد من رسله﴾ . (سورة البقرة : ۴۰)

ما في " عقيدة الطحاوي " : والإيمان هو الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والبعث بعد الموت والقدر خيره وشرّه ومرّه من الله تعالى ، ونحن مؤمنون بذلك كله لا نفرّق بين أحد من رسله ونصدق كلهم على ما جاء وا به . اهـ . (ص/۹۸ ، ۹۹ ، الإيمان المفصل)

(۵) ما في " صحيح مسلم " : .... قال : " فأخبرني عن الإحسان ؟ قال : أن تعبد الله كأنك تراه ، فإن لم تكن تراه فإنه يراك " . الحديث . (۱۶/۲ ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ ، دار احياء التراث العربي)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي قلابة قال : حدثنا مالك : أتينا إلى النبي ﷺ ونحن شببة متقاربون فأقمنا عنده عشرين يوما وليلة ، وكان رسول الله ﷺ رحيما رفيقا ، فلما ظن أنا قد اشتهينا أهلنا ، أو قد اشتقنا سألَنا عمن تركنا بعدنا فأخبرناه ، قال : ارجعوا إلى أهليكم فأقيموا فيهم وعلّموهم ومروهم – وذكر أشياء أحفظها ، أو لا أحفظها – وصلُّوا كما رأيتموني أصلي، فإذا حضرت =

....

=الصلاة فليؤذِّن لكم أحدكم وليؤمَّكم أكبركم " .

(١/١٦٢ ، حديث : ٦٣١ ، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة الخ)

(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومآ اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر :٧)

ما في " روح المعاني " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به ﷺ ونهى عنه .

(١٥/ ٧١)

ما في " التفسير المظهري " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته ولزوم طريقته وسيرته .

(٣/٣٠٤)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا " . (٢/١٠٨٢)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : خطبنا رسول الله ﷺ: " .... فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه " .

(١/٤٣٢ ، كتاب الحج ، باب فرض الحج مرة في العمر ، حديث :١٣٣٧)

(٧) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم". (ص/٥٥٩ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى .

(١٢/ ٥٩، مرقاة المفاتيح :٨/٢٢٢، كتاب اللباس والزينة)

ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .

(٨/٢٢٢ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ٤٣٤٧)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (٨/٢٣٢ ، حديث :٤٣٧٤)

(٨) ما في " اعلام الموقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود .

(٣/ ١٧٥ ، فصل في سد الذرائع)

ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (٣/٢٢٥)=

....

=ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة ..... تكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .
(ص/۴٦)

(۹) ما في " القرآن الكريم " :﴿وما كان المؤمنون لينفروا كآفة ، فلولا نفر من كل فرقة منهم طآئفة ليتفقّهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوٓا إليهم لعلهم يحذرون﴾ . (سورة التوبة : ۱۲۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال حجة الإسلام أبو بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص في ضمن تفسير هذه الأية : " فظاهر الكلام يقتضي أن تكون الطائفة المنافرة هي التي تتفقه تنذر قومها إذا رجعت إليهم " . (۲۰٦/۳)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۲۰ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۲۵۴/۲ ، حديث :۳٦٦۳ ، و:۲۵٦/۲ ، حديث :۱٦۷۲ ، مشكوة المصابيح : ص/۳۴ ، المعجم الأوسط للطبراني : ۲۳۱/٦ ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة في فصوله : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله للّٰه تعالى ومعاشرة عباده . (۱۲۱/۱ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " رد المحتار " : وفي تبيين المحارم : لا شک في فرضية علم الفرائض الخمس ، وعلم الإخلاص ، لأن صحة العمل موقوفة عليه ؛ وعلم الحلال والحرام ؛ وعلم الرياء ، لأن العابد محروم من ثواب عمله بالرياء ؛ وعلم الحسد والعجب ؛ إذ هما يأكلان العمل كما تأكل النار الحطب ؛ وعلم البيع والشراء ، والنكاح والطلاق لمن أراد الدخول في هذه الأشياء ؛ وعلم الألفاظ المحرمة أو المكفرة . (۱۲٦/۱ ، المقدمة ، مطلب : في فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويقال : " الأمر بالمعروف " باليد على الأمراء ، وباللسان على العلماء، وبالقلب لعوام الناس ، وهو اختيار الزندويستي . كذا في الظهيرية . الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء : أولها : العلم ؛ لأن الجاهل لا يحسن الأمر بالمعروف ؛ والثاني : أن يقصد وجه اللّٰه تعالىٰ وإعلاء كلمة العليا ؛ الثالث : الشفقة على المأمور فيأمره باللين والشفقة ؛ والرابع : أن يكون صبورًا حليمًا ؛ والخامس : أن يكون عاملا بما يأمره كيلا يدخل تحت قوله تعالىٰ : ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾ . إنما يجب الأمر بالمعروف إذا علم أنهم يستمعون . كذا في فتاوىٰ قاضى خان . (۳۵۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الفصل السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف)

باادب بانصیب

مسئلہ(۲۰۹): دین اسلام میں ادب کو بڑی اہمیت حاصل ہے، مسلمان کے لیے اپنے تمام اُمور میں اُن کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے، بعض علماء فرماتے ہیں: مسلم کا ظاہر وباطن تعلیماتِ کتاب وسنت کے مطابق ہو، یہی حقیقی ادب ہے (۱)، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ میں اچھی عادات واَطوار کا جمع ہونا یہی حقیقی ادب ہے، نیز انسان کا باادب ہونا اُس کی سعادت وفلاح، اور بے ادبی- بدبختی وبدنصیبی کا عنوان ہے، حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جوشخص ادب کو ہیچ وحقیر سمجھے گا، اُسے سنن سے محرومی کی سزا دی جائے گی، اور جوسنن کو ہیچ وحقیر سمجھے گا اُسے فرائض سے محرومی کی سزا دی جائے گی، یعنی جوشخص آداب (مستحبات) کوحقیر سمجھ کرچھوڑتا ہے، وہ سنن سے محروم ہوتا ہے، اور جوسنن کو حقیر سمجھ کرترک کرتا ہے وہ فرائض سے محروم ہوتا ہے (۲)۔ ادب سے امن واطمینان حاصل ہوتا ہے، جب کہ بے ادبی؛ بے چینی وبدامنی کا سبب ہوا کرتی ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی زندگی کوخدائی نعمتِ عُظمیٰ سمجھتے ہوئے، اُس کے تمام شعبوں میں اسلامی آداب کی رعایت ولحاظ رکھیں (۳)، کہ اُس سے انسانی زندگی پاکیزہ اور پُرلطف ہوتی ہے (۴)، اور شرعی آداب سے غفلت ولاپرواہی نہ برتیں، کہ اس سے دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا سامنا ہوتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :=

....

....

=(۱) ما في " حاجتنا إلى الأدب الشرعي " : ثم قال : (قال بعض العلماء : الأدب هو أن تكون على تعاليم الكتاب والسنة ظاهرا وباطنا) . (م : أبو عبد اللّٰه الباتني ، من : منتديات استار تايمز)

(۲) ما في " مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين " : وأدب المرأ : عنوان سعادته وفلاحه ، وقلة أدبه : عنوان شقاوته وبواره ، فما استُجلِب خير الدنيا والآخرة بمثل الأدب ، ولا استجلب حرمانها بمثل قلة الأدب . اهـ .

(۲/ ۳۹۱ ، فصل وأما الأدب خلق الخ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

وفيه أيضًا : وقال عبد اللّٰه بن المبارك رحمه اللّٰه : من تهاون بالأدب عوقب بحرمان السنن ، ومن تهاون بالسنن عوقب بحرمان الفرائض ، ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة . (۲/ ۳۸۱ ، فصل : والأدب ثلاثة أنواع ، أدب مع اللّٰه)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأدب في الجملة هو مرتبة من مراتب الحكم التكليفي وهو غالبًا يُرادف المندوب ، وفاعله يستحق الثواب بفعله ، ولا يستحق اللوم على تركه .

(۲/ ۳۴۶ ، الأدب ، حكمه)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿من عمل صٰلحًا من ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينّه حيوة طيبة ولنجزينّهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون﴾ . (سورة النحل :۹۷)

ما في " تفسير النسفي " : وذلك أن المؤمن مع العمل الصالح موسرًا كان أو معسرًا يعيش عيشًا طيبًا إن كان موسرًا فظاهر ، وإن كان معسرًا فمعه ما يطيب عيشه ، وهو : القناعة ، والرضا بقسمة اللّٰه تعالى ، وأما الفاجر فأمره بالعكس : إن كان معسرًا فظاهر ، وإن كان موسرًا فالحرص لا يدعه أن يتهنّأ بعيشه ، وقيل : الحياة الطيبة : القناعة ، أو حلاوة الطاعة ، أو : المعرفة باللّٰه ، وصدق المقام مع اللّٰه ، وصدق الوقوف على أمر اللّٰه والإعراض عما سوى اللّٰه . (۲/ ۲۳۲ ، سورة النحل ، الآية/۹۷)

ما في " تفسير السمرقندي " : (فلنحيينّه حيوة طيبة) في الجنة ، ويقال : يجعل حياته في طاعة اللّٰه، ويقال : فلنقنعنه باليسير من الدنيا . وروي عن ابن عباس أنه قال : الكسب الطيب والعمل الصالح ..... وقال الضحاک : الرزق الحلال وعبادة اللّٰه تعالى . (۲/ ۲۴۹)

ادب؛ صالح معاشرہ کی تشکیل کا ضامن

مسئلہ (۲۱۰): آج راعی سے لے کر رعایا تک، حاکم سے لے کر محکوم تک، سب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہر پیشہ، ہر فن، ہر کسب اور ہر کمال کے لوگ بد دیانتی وبدمعاملگی پر اُتر آئے ہیں، مسلمان کو مسلمان سے دینی تو کیا انسانی ہمدردی تک نہیں رہی، پورا معاشَرہ طوائف الملوکی کا شکار ہو چکا ہے، آج کا انسان محض نمائشی وعارضی اغراض وخواہشات کو اپنا مقصودِ حیات اور معراجِ ترقی سمجھ رہا ہے، حوادثاتِ دنیا سے عبرت حاصل کرنے، اور مناظرِ فطرت سے قادرِ مطلق کی قدرت کا یقین پیدا کرنے کی بجائے، حوادث پر وقتی وعارضی آنسو بہانے، اور مناظرِ فطرت کو اپنے عیش وعشرت میں اضافے کا سامان قرار دینے پر اکتِفا کر رہا ہے، عزتِ نفس کے بجائے رفعتِ جاہ کا طالب بنا ہوا ہے، گھر میں اسلامی کتابوں کے بجائے فحش واخلاق سوز افسانوں پر مشتمل کتابوں اور رسائل سے الماریوں کو بھر رہا ہے، بزرگوں کا ادب، استادوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، اور ہمسایوں سے مروّت کو خلافِ تہذیب وادب تصوّر کر رہا ہے، اپنی بیوی اور بہو بیٹیوں کو پردہ کے اندر رکھنے کی بجائے اُنہیں زینتِ محفل اور رونقِ بازار بنانے میں خاندان کی عزت سمجھ رہا ہے، پھر جب کبھی اِن اعمالِ بد کے بُرے نتائج برآمد ہونے شروع ہوتے ہیں اور عارِضی لذت ولطف ختم ہو جاتا ہے، تو بے چین وبے قرار ہو جاتا ہے، گاہے خودکشی کرتا ہے، گاہے جرائم کے ذریعے اُن کو دوبارہ حاصل کرنے کی سعی کرتا، اور آخر کار ذلت ورسوائی اُٹھاتا

ہے، لہٰذا ہر شخص پر بقدرِ کفایت احکامِ کتاب وسنت اور مسائلِ تہذیب واخلاق کو جاننا اور اُن پر عمل کرنا فرض ہے(۱)، اور تعلیمِ کتاب وسنت اور تربیتِ اخلاق وآداب کے لیے اپنی اولاد کو، مدارسِ دینیہ میں داخل کرنا بھی ضروری ہے(۲)، نیز اہلِ مدارس؛ علماء، فقہاء اور صلحاء پر بھی فرض ہے کہ تصنیف وتالیف اور تبلیغ وتلقین، اور مواعظِ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو اسلام کے اصول وضوابط اور آدابِ شرعیہ سے آگاہ کریں(۳)، تب جاکر ایک صالح معاشرہ اور اسلامی انقلاب رُونما ہوسکتا ہے، ورنہ اس کے بغیر صالح معاشرہ کی تشکیل، اور ادبِ اسلامی کے انقلاب کی آرزو محض ایک خواب ہے، جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر :۷)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا " . (۱۰۸۲/۲)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۲۰، باب فضل العلماء الخ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۲۵۴/۲ ، حديث :۳۶۶۳ ، و:۲۵۶/۲ ، حديث :۱۶۷۲ ، مشكوٰة المصابيح : ص/۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني ، المعجم الأوسط للطبراني : ۲۳۱/۶ ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة في فصوله : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده .

(۱۲۱/۱ ، دار الكتاب ديوبند)=

ادب انسانیت کی ضرورت

مسئلہ (۲۱۱): آج پورے سماج ومعاشرہ میں ایک طوائف الملو کی سی پھیلی ہوئی ہے، ہر شخص دوسرے سے نالاں وگریباں ہے، اس مردم آزار بلکہ مردم کش انقلاب کوروکنے کے لیے حکومت بخل سے کام لیے بغیر، سماج ومعاشرہ کو راہِ راست پرلانے کے لیے ہر قسم کی امکانی قانونی کوششیں کررہی ہیں، جس کی وجہ سے حکومت کی کتابِ قوانین روز بروز ضخیم ہوتی جارہی ہے، مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہورہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج انسانیت کو قانون سازی کی نہیں، بلکہ ایمان، خوفِ خدا، رسالت، اور جزاءِ اعمال جیسے عقائد پر تعمیرِ سیرت وادب کی ضرورت ہے، اور یہ صرف دینِ اسلام ہی کا خاصہ ہے[1]، جو ہر فردِ بشر کے لیے علم اور اخلاق وآداب کو ضروری قرار دیتا ہے، اور تعمیرِ سیرت

=(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ادع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ .
(سورة النحل : ۱۲۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الرسول بلّغ ما أُنزل اليک من ربک فإن لم تفعل فما بلّغت رسٰلته﴾ . (سورة المائدة : ٦٧)

ما في " صحيح البخاري " : " بلِّغوا عني ولو آية ، وحدثوا عن بني اسرائيل ، ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار " . (۱/ ۴۹۱ ، كتاب الأنبياء)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئک هم المفلحون﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۴)

ما في " روح المعاني " : ان العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۴/ ۲۱، بيروت) (اسلامی اخلاق وآداب)=

وادب کے لیے اس کے پاس کتاب وسنت کی شکل میں ایسا نصاب بھی موجود ہے، جس کی نظیر ومثال پیش کرنے سے تمام ادیان وانسان عاجز ہیں، جب تک اس نصابِ شرعی کے مطابق ہر فردِ بشر کی تعلیم وتربیت نہیں ہوگی، سماج ومعاشرہ کی اصلاح ممکن نہیں ہے (۲)، لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ تعلیماتِ کتاب وسنت کے مطابق خود بھی زندگی گزاریں، اس کے عین موافق اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظم کریں (۳)، اور اسلامی تعلیمات کے محاسن وخوبیوں کو، برادرانِ وطن کے سامنے بھی اُجاگر کریں۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إن الدين عند الله الإسلام﴾ . (آل عمران : ۱۸) وقوله تعالى : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه ، وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ .
(سورة آل عمران: ۸۵)

ما في " روح المعاني " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ نزلت في جماعة ارتدوا وكانوا اثني عشر رجلا وخرجوا من المدينة وأتوا مكة كفارًا ، منهم الحارث بن سويد الأنصاري . والإسلام قيل : التوحيد والانقياد ، وقيل : شريعة نبينا عليه الصلاة والسلام بَيَّنَ الله تعالى أن من تحرى بعد مبعثه غير شريعته فهو غير مقبول منه ، وقبول الشيء هو الرضا به وإثابة فاعله عليه .
(۳/۳۴۵)

ما في " اتحاف السادة المتقين " : (قال النبي ﷺ) : " تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالک "– "میں نے تم کو ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، اور میرے بعد اس سے وہی شخص انحراف کرے گا، جو تباہ وبرباد ہوگا"۔ (۱/۱۸۲)

(۲) ما في " إغاثة اللهفان من مصائد الشيطان " : وما أحسن ما قال مالك بن أنس رحمه الله : " لن يصلح آخر هذه الأمة إلا ما أصلح أولها " . (۱/۲۰۰ ، فصل ثم إن في اتخاذ القبور أعيادا الخ ، دار المعرفة بيروت ، لابن قيم الجوزية ، تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد : ۱/۲۳۹،=

....

= باب ما جاء في المصورين ، سليمان بن عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب ،مكتبة الرياض الحديثة الرياض)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾.(سورة التحريم : ٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا انفسكم واهليكم﴾ قال : " علموا أنفسكم وأهليكم الخير " وقال الحسن : " تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم " قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ۱۳۲] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتك الاقربين﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيّة به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته " . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استُرعي وحمايته والتماس مصالحه فكذلك عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : " فالرجل راع على أهله وهو مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم " . (۳/۴۲۴، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا ، سورة التحريم ، أحكام القرآن للتهانوي : ۵/۹۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين .

(٦/۱۳۰، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتّهم ، بيروت)

ما في " اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : يقول ابن القيم رحمه الله تعالى : فمن أهمل تعليم ولده ما ينفعه وتركه سدى فقد أساء إليه ، وأكثر الأولاد إنما جاء فسادهم من قبل الآباء وإهمالهم لهم وترك تعليمهم فرائض الدين وسننه فأضاعوهم صغارًا فلم ينتفعوا بأنفسهم ولم ينفعوا آبائهم كبارا .

(ص/۲۸۵ ، كتاب تربية الأطفال وتأديبهم ، تحت رقم الجواب : ۳۷۰)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الرسول بلّغ ما أُنزل اليك من ربك فإن لم تفعل فما بلّغت رسٰلته﴾ . (سورة المائدة : ٦٧) (مستفاد از: اسلامی اخلاق وآداب)

خالق کون ومکاں کا ادب

مسئلہ (۲۱۲): خالقِ کون ومکاں، اللہ عزّ وجلّ وہ ذات ہے جس نے حضرتِ انسان کے لیے باغِ دنیا کو زینت بخشی [۱]، اُس کی ہر چیز کو اس کی خدمت پر مامور کیا [۲]، اُسے غلیظ مادہ سے نکال کر [۳] احسنِ تقویم میں ڈھالا [۴]، اشرف المخلوقات کا شرف بخش کر [۵]، اس کی بہتری ونجات کے لیے طاعات وعبادات کا اختیار دیا [۶]، خود دَستورِ حیات مقرر فرما کر [۷] ہدایت ورہنمائی کی لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا [۸]، اُس کا جتنا بھی ادب کیا جائے کم ہے، کہ اُس ذات کا ادب تمام اُمور کی بنیاد اور جڑ ہے، اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُس ذات کے حقوق وآداب کا خیال رکھے، مثلاً: نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر نہ کرے [۹]، قضائے حاجت کے وقت کعبۃ اللہ کا استِقبال واستِدبار نہ کرے، خواہ عمارت میں ہو یا صحرا میں [۱۰]، نماز میں سکون وطمانینت کے ساتھ کھڑا رہے [۱۱]، غور سے قرأتِ قرآنِ پاک سنے [۱۲]، اُسے اسماء الحسنٰی سے اتنا یاد کرے کہ اس کے سوا کوئی یاد نہ رہے [۱۳]، اُسی سے مدد مانگے، اُسی پر بھروسہ کرے، اُسی کا فضل تلاش کرے، اسی کے لیے جیے اور اُسی کے لیے مَرے [۱۴]، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرے، اس کی رضا ومحبت کو سب کی رضا ومحبت پر مقدم رکھے، محبت وبغض یا احسان ودریغ، عبادت وریاضت صرف اُسی کی خاطر کرے، اس

کی پسند وناپسند کو اپنی پسند وناپسند بنائے، اسے ہر وقت قریب جانے، اس کا نام لے یا سنے تو حمد وثناء اور تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوجائے، غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی کو اُس کی مرضی ومنشا کے تابع بنائے، حتی الامکان اس کی بے ادبی سے اپنے آپ کو بچائے، اور قدر دانی کی فکر کرے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعًا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۹)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿الم تر أن الله سخر لكم ما في الارض﴾ . (سورة الحج : ۶۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿الم تروا أن الله سخر لكم ما في السمٰوٰت وما في الارض وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة﴾ . (سورة لقمان : ۲۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وسخر لكم ما في السمٰوٰت وما في الارض جميعًا منه ، إن في ذلک لاٰيٰت لقوم يتفكّرون﴾ . (سورة الجاثية : ۱۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الله الذي خلق السمٰوٰت والارض وانزل من السمآء مآء فاخرج به من الثمرٰت رزقًا لكم ، وسخر لكم الفلک لتجري في البحر بأمره ، وسخر لكم الانهار ، وسخر لكم الشمس والقمر دآئبين ، وسخر لكم الليل والنهار ، واٰتكم من كل ما سألتموه ، وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ، ان الانسان لظلوم كفّار﴾ .

(سورة إبراهيم : ۳۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل أتى على الانسان حينٌ من الدهر لم يكن شيئًا مذكورًاO انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنٰه سميعًا بصيرًاO﴾ .

(سورة الإنسان : ۱ ، ۲)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لقد خلقنا الانسان فيٓ احسن تقويم﴾ . (سورة التين : ۴)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر ورزقناهم من الطيّبٰت وفضّلنٰهم على كثيرٍ ممن خلقنا تفضيلا﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)=

. . . .

=(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنا هديناه السبيل إما شاكرًا وإما كفورًا﴾ .
(سورة الإنسان : ٣)

(٧) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لكلٍّ جلعنا منكم شِرعةً ومِنهاجًا﴾ . (سورة المائدة : ٤٨)

(٨) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولكل امة رسول﴾ . (سورة يونس : ٤٧)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد بعثنا في كل امة رسولا أن اعبدوا اللّٰه واجتنبوا الطاغوت فمنهم من هدى اللّٰهُ ومنهم من حقّت عليه الضلالة﴾ . (سورة النحل : ٣٦)

(٩) ما في " صحيح البخاري " : " ما بال أقوام يرفعون أبصارهم إلى السماء لينتهينَّ أو لتُخطِفنّ أبصارهم " . (١/١٠٣ ، كتاب الأذان)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يرفع بصره إلى السماء . (١/١٠٦ ، الفصل الثاني)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره رفعهما إلى السماء ، وقام الإجماع على كراهة ذلك في الصلاة لمنافاته الخشوع المطلوب . (ص/٣٥٤)

ما في " مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر " : وكره نظره إلى السماء ؛ لأنه تشبه بالمجسَّمة وعبدة الكواكب والتفات إلى غير موضع نظر المصلي . (١/١٨٧) (المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة : ٢/٩٣ ، مسئلہ نمبر : ٦٤ ، مكروهات الصلاة ، نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنا ، طبع سوم)

(١٠) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي أيوب الأنصاري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ، ولا تستدبروها ، ولكن شرّقوا أو غرّبوا " قال أبو أيوب : فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض بُنيت قبل القبلة فننحرف ونستغفر اللّٰه تعالى . (١/١٠٩ ، حديث : ٣٩٤ ، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق ، ط : دار الشعب القاهرة ، صحيح مسلم : ١/٢٥٩ ، حديث : ٦٣٢ ، كتاب الطهارة ، باب الاستطابة ، ط : دار الجيل ودار الآفاق الجديد بيروت ، سنن أبي داود : ١/٧ ، حديث : ٩ ، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، سنن النسائي : ١/٢٢ ، حديث : ٢١ ، باب النهي عن استدبار القبلة عند الحاجة ، ط : مكتب المطبوعات الإسلامية حلب ، سنن ابن ماجة : ١/٢٠٨ ، حديث : ٣١٣ ، كتاب الطهارة ، ط: مكتبة أبي المعاطي ، مسند أحمد : ٢/٢٤٧ ، حديث : ٧٣٦٢ ، مسند أبي هريرة رضي اللّٰه عنه ، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة ، صحيح ابن خزيمة : ١/٣٣ ، حديث : ٥٧ ، كتاب الوضوء ، باب ذكر خبر روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في النهي عن الاستقبال ، ط: المكتبة الإسلامي بيروت)=

. . . .

=(۱۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ . (البينة : ۵)
ما في " صحيح مسلم " : .... قال : " فأخبرني عن الإحسان ؟ قال : " أن تعبد الله كأنک تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراک " ... الحديث . (۲/۱٦ ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ ، دار احياء التراث العربي)
ما في " مرقاة المفاتيح " : المخلص في الطاعة يوصل الفعل الحسن إلى نفسه ، والمرائي يبطل عمل نفسه . (۱/۱۲۰)
وما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " من سمع سمع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به " . متفق عليه . (حديث : ٦۴۹۹ ، صحيح مسلم : حديث : ۲۹۸۷[۴۸])
ما في " مرقاة المفاتيح " : درجات الرياء أربعة أقسام : الأولى وهي أغلظها – أن لا يكون مراده الثواب أصلاً كالذي يصلي بين أظهر الناس ولو انفرد لكان لا يصلي .... فهو الممقوت عند الله تعالى . (۹/۵۰۳ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة)
ما في " رد المحتار " : اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالى واجب ، والرياء .... فيها حرام بالإجماع للنصوص القطعية ، وقد سمى عليه الصلاة والسلام الرياء الشرک الأصغر وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل ؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان، والنية هي شرط لصحة الصلاة ..... الرياء الكامل المحبط للثواب من أصله كما إذا صلى لأجل الناس ولولا هم ما صلى .
(۹/۵۲۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق :۸/۳۷۸ ، فصل في البيع ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۱٦۱ ، القاعدة الأولى ، الباب الخامس)
(۱۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ . (سورة الأعراف : ۲۰۴)
ما في " روح المعاني " : والآية دليل لأبي حنيفة رضي الله عنه في أن المأموم لا يقرأ في سرية ولا جهرية ؛ لأنها تقتضي وجوب الاستماع عند قراء ة القرآن في الصلاة وغيرها .
(٦/۲۱۸)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يقتضي وجوب الاستماع والانصات عند قراء ة=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=القرآن في الصلاة وغيرها . (۳/۵۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال النقاش : أجمع أهل التفسير أن هذا الاستماع في الصلاة المكتوبة وغير المكتوبة . (۷/۳۵۴ ، سورة الأعراف : ۲۰۴)

ما في " التفسير الكبير " : لا شک أن قوله : ﴿فاستمعوا له وانصتوا﴾ أمره ، وظاهر الأمر للوجوب ، فمقتضاه أن يكون الاستماع والسكوت واجباً ، ...... وهو قول الحسن وقول أهل الظاهر ، إنا نجري هذه الآية على عمومها ففي أي موضع قرأ الإنسان القرآن وجب على كل أحد استماعه والسكوت ، فعلى هذا القول يجب الانصات لعابري الطريق ومعلمي الصبيان . (۵/۴۳۹ ، سورة الأعراف : ۲۰۴)

(۱۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولله الأسمآء الحُسنىٰ فادعوه بها﴾ .

(سورة الأعراف : ۱۸۰)

(۱۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل إن صلوتي ونُسُكي ومحياي ومماتي لله ربّ العلمين﴾ . (سورة الأنعام : ۱۶۲) (اسلامی اخلاق وآداب: ص/۱۵۴، ۱۵۵، آدابِ حق تعالیٰ، مرتب: منشی عبدالرحمٰن خان ملتان، طبع: ادارہ اسلامیات لاہور)

فخرِ کائنات سید البشر ﷺ کا ادب

مسئلہ (۲۱۳): وجہِ موجودات، فخرِ کائنات، سید البشر ﷺ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے: ''ایمان والوں کے لیے نبی اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں''۔ نیز حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام وفات کے بعد بھی وہی ہے جو حالتِ حیات میں تھا''۔ اس لیے مسلمانوں پر آپ کے نام، مقام، کلام اور احکام سب کی تعظیم وادب واجب ہے[1]، نام کی تعظیم وادب یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھے[2]، مقام کی تعظیم وادب یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں بلند آواز سے نہ بولے، کلام کی تعظیم وادب یہ ہے کہ حدیث پاک کے درس وتدریس اور تحریر وتقریر کے وقت آواز پست رکھے[3]، احکام کی تعظیم وادب یہ ہے کہ عبادات وعادات، خواہشات وجذبات، حرکات وسکنات، معاشرت ومعاملات، آپ ﷺ کی سنت وہدایات کے مطابق ہوں، اُن میں اپنی طرف سے کتر بیونت (کاٹ چھانٹ/کمی بیشی) نہ کرے، خدا کے بعد آپ کو بزرگ وبرتر، حجت وسند سمجھے، آپ نے جس بات کا حکم فرمایا اُسے بلاں چوں وچرا قبول کرے، جس سے منع فرمایا اُس سے رُک جائے[4]، اُسے ہدفِ طعن وتشنیع، بحث وتنقید، تمسخُر واستہزاء نہ بنائے، اور نہ آپ کے سوا کسی کو معیارِ حق بنائے۔

الحجة علی ما قلنا :=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿النبي أولىٰ بالمؤمنين من أنفسهم﴾ .
(سورة الأحزاب : ٦، ترجمہ از آسان ترجمۂ قرآن شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليمًا﴾ .
(سورة الأحزاب : ٥٦)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا لا ترفعوٓا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون﴾ .
(سورة الحجرات : ۲)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿مآ اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ .
(سورة الحشر :۷)
ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا " . (۲/۱۰۸۲) (اسلامی اخلاق وآداب:ص/۱۵۵،۱۵۶،آداب النبی ﷺ)

مخلوق کا ادب

مسئلہ (۲۱۴): جس طرح خالقِ کائنات اللہ عزّ وجلّ اور وجہِ موجودات سید البشر ﷺ کا ادب ہر مسلمان پر لازم ہے، ایسے ہی مخلوق کے ساتھ بھی ادب ضروری ہے، اور مخلوقِ خدا میں سے ہر ایک کا ادب اس کی شان کے مطابق ہوگا، مثلاً: ملائکہ کے ساتھ ادب یہ ہے کہ اُن سے محبت اور اُن کی عظمت کا احساس دل میں ہو، مکروہ و بدبودار چیزیں کھا پی کر مسجد جانے سے گُریز کریں، تاکہ ملائکہ کو اذیت و تکلیف نہ ہو(۱)۔ والدین کے ساتھ ادب یہ ہے کہ دل وجان سے اُن کی خدمت کریں، اور اسے اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھیں(۲)۔ اولاد کا ادب یہ ہے کہ اُن کی تعلیم وتربیت کا صحیح طور پر انتظام کریں(۳)۔ اَرحام واقرِباء (دادا-دادی، نانا- نانی، بہن، خالہ- ماموں، چچا- چچی، پھپھی، ساس، دائی وغیرہ) کا ادب یہ ہے کہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا معامَلہ کریں(۴)۔ مسلم ہمسایہ (پڑوسی) کے ساتھ ادب یہ ہے کہ اُسے اپنے خاندان کے فرد کے برابر جانیں، اور احسان ومراعات کے ساتھ پیش آئیں(۵)۔ علماءِ حق کے ساتھ ادب یہ ہے کہ اُن سے عزت ومحبت اور تواضع وانکِساری سے پیش آئیں، کہ وہ انبیاء کے صحیح جانشین اور حقیقی وارث ہیں(۶)۔ مہمان کے ساتھ ادب یہ ہے کہ نہایت خندہ پیشانی اور اخلاص ومحبت سے اس کا استِقبال کریں، اُس کی خوب خاطر مُدارات

کریں، اُس کی آمد پر کبیدہ خاطر نہ ہوں (۷)۔ عام مسلمانوں کا ادب یہ ہے کہ اُن کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں، مریض ہو تو اُس کی عیادت کریں، انتقال پر جنازہ میں شرکت کریں (۸)، اُس کے احسانات کی مُکافات کریں (۹)۔ غیر مسلموں کے ساتھ ادب یہ ہے کہ انسانی بنیادوں پر اُن کے ساتھ بھی خوش معاملگی ورَواداری کو رَوا رکھیں، الغرض ہر انسان دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک واخلاق کا معامَلہ کریں۔ (۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح للتبريزي " : قوله ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة المُنْتِنَةِ فلا يقربنّ مسجدنا ، فإن الملائكة تتأذى كما يتأذى منه الإنس " .

(۱/۶۸، باب المساجد ومواضع السجود)

ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه ما له رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان آكل الثوم والبصل ، المسجد) قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري : قلت : " علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجد عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء " .

(۲/۴۳۵ ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء :۲۳، ۲۴) . ﴿وعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳۶) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (عنكبوت :۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :۱۵)=

....

=ما في " أحكام القرآن للتهانوی " : قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلك دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة . (۲/ ۲٦۰ ، سورة النساء : ۳٦)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان : ۱۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فانه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۹/ ۱۳۳ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، حديث : ۴۹۱۲)

ما في " صحيح البخاري " : قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه : " سألت رسول اللّٰه ﷺ ، قلت : يا رسول اللّٰه ! أي العمل أفضل ؟ قال : الصلاة على ميقاتها ، قلت : ثم أي ؟ قال : ثم بر الوالدين ، قلت : ثم أي ؟ قال : الجهاد في سبيل اللّٰه ، فسكتُّ عن رسول اللّٰه ﷺ ولو استزدتُه لزادني " . (۴/ ۱۷ ، حديث : ۲۷۸۲ ، فتح الباري : ۲/ ۹، ط– السلفية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن الواجب على المسلم برّ الوالدين وإن كانا فاسقين أو كافرين ، ويجب طاعتهما في غير معصية اللّٰه تعالى ، فإن كانا كافرين فليُصاحبهما في الدنيا معروفًا . اهـ . (٦/ ۲۵۸ ، برّ الوالدين ، أم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترک ما لا ضرر عليه في تركه . (۸/ ٦۹ ، برّ الوالدين ، بم يكون البرّ)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ .

(سورة التحريم : ٦)=

....

=ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا انفسكم واهليكم﴾ قال : " علموا أنفسكم وأهليكم الخير " وقال الحسن : " تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم " قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلک بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ۱۳۲] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتک الاقربين﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيّة به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته " . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استُرعي وحمايته والتماس مصالحه فكذلک عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : " فالرجل راع على أهله وهو مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم " . (۳/۲۲۴، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا ، سورة التحريم ، أحكام القرآن للتهانوي :۵/۹۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين .

(۶/۱۳۰ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتّهم ، بيروت)

ما في " اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : يقول ابن القيم رحمه الله تعالى : فمن أهمل تعليم ولده ما ينفعه وتركه سدى فقد أساء إليه ، وأكثر الأولاد إنما جاء فسادهم من قبل الآباء وإهمالهم لهم وترک تعليمهم فرائض الدين وسننه فأضاعوهم صغارًا فلم ينتفعوا بأنفسهم ولم ينفعوا آبائهم كبارا .

(ص/۲۸۵ ، كتاب تربية الأطفال وتأديبهم ، تحت رقم الجواب : ۳۷۰)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احساناً وبذي القُربٰى واليتٰمٰى والمَسٰكينِ والجارِ ذي القُربٰى والجار الجُنب والصاحبِ بالجنبِ وابنِ السّبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحبّ من كان مُختالا فخورًا﴾ . (سورة النساء : ۳۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله يأمر بالعدل والاحسان وإيتآء ذي القُربٰى وينهٰى عن الفحشآء والمُنكر والبغي يعظكم لعلّكم تذكّرون﴾ . (سورة النحل : ۹۰)=

....

=(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واعبدوا اللّٰه ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احساناً وبذي القُربٰى واليتٰمٰى والمَسٰكينِ والجارِ ذي القُربٰى والجار الجُنب والصاحبِ بالجنبِ وابنِ السّبيل وما ملكت ايمانكم ان اللّٰه لا يحبّ من كان مُختالا فخورًا﴾ . (سورة النساء : ۳٦)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة – رضي اللّٰه عنه – قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ، ومن كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فليكرم ضيفه ، ومن كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فليقل خيرًا أو ليصمت " .

(ص/۱۰۸۳ ، حديث : ٦۰۱۸ ، كتاب الأدب ، باب من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ، احياء التراث العربي بيروت ، فتح الباري : ۵۳۲/۱۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : " ما زال يُوصيني جبريل بالجار حتى ظننتُ أنه سيُورِّثه " .

(ص/۱۰۸۲ ، حديث : ٦۰۱۴ ، كتاب الأدب ، باب الوَصاة بالجار ، احياء التراث)

(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ . (سورة الزمر : ۹) ﴿يرفع اللّٰه الذين اٰمنوا منكم والذين اوتوا العلمَ درجٰت واللّٰه بما تعملون خبيرٌ﴾ . (سورة المجادلة : ۱۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على فضل العلم وأهله وفضل العالم على العابد، وأن الاشتغال بطلبه أفضل من الاشتغال بنوافل الصلاة والصيام والتسبيح وغيرها من نوافل العبادات البدنية ، لتكاثُر الآيات والأخبار والآثار الدالة على فضل العلم ، والحثّ على تحصيله والاجتهاد في اقتباسه . ومن هذه الأدلة قوله تعالى : ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ . وقوله تعالى : ﴿يرفع اللّٰه الذين اٰمنوا منكم والذين اوتوا العلمَ درجٰت واللّٰه بما تعملون خبيرٌ﴾ . وقوله تعالى : ﴿إنما يخشى اللّٰه من عباده العلمآء﴾ . وقول النبي ﷺ : " من يرد اللّٰه به خيرًا يفقهّه في الدين " . وقوله ﷺ : " من سلك طريقاً يبتغي فيه علمًا سهّل اللّٰه له طريقًا إلى الجنة ، وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضاءً لطالب العلم ، وإن العالم لَيستغفر له من في السمٰوٰت ومن في الأرض حتى الحيتان في الماء ، وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب ، وإن العلماء ورثة الأنبياء ، وإن الأنبياء لم=

....

= يورِّثوا دينارًا ولا درهمًا ، وإنما ورَّثوا العلم ، فمن أخذه أخذ بحظٍّ وافرٍ ". قال الشافعي: " طلب العلم أفض من صلاة النافلة ".

(۳۲/۱۵۲، ۱۵۳، فضائل، فضل العلم وأهله وطلبه)

(۷) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل أتک حديث ضيف إبراهيم المكرمين، إذ دخلوا عليه فقالوا سلمًا، قال سلٰم قوم منكرون ، فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين، فقربه إليهم قال ألا تأكلون﴾ . (سورة الذاريات : ۲۴-۲۷)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة - رضي الله عنه - قال : قال رسول الله ﷺ : "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا أو ليصمت " . (ص/۱۰۸۳، حديث: ۶۰۱۸، كتاب الأدب ، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ، احياء التراث بيروت ، فتح الباري : ۱۰/۵۳۲ ، مشكوة المصابيح : ص/۳۶۸ ، باب الضيافة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تعتبر الضيافة من مكارم الأخلاق ، وسنة الخليل عليه الصلاة والسلام والأنبياء بعده ، وقد رغّب فيها الإسلام ، وعدّها من أمارات صدق الإيمان .... وهي حق من حقوق المسلم على أخيه المسلم . ... يستحب للمضيف إيناس الضيف بالحديث الطيب والقصص التي تليق بالحال ، لأن من تمام الإكرام طلاقةَ الوجه وطيب الحديث عند الخروج والدخول ليحصل له الانبساط . اهـ .

(۲۸/۳۱۶، ۳۱۷، ضيافة ، الحكم التكليفي ، وآداب الضيافة)

(۸) ما في " صحيح البخاري " : (عن أبي هريرة - رضي الله عنه -) قال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " حقّ المسلم على المسلم خمسٌ : ردُّ السلام وعيادة المريض واتّباعُ الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس " .

(۲/۹۰ ، حديث : ۱۲۴۰، فتح الباري :۳/۱۱۲، صحيح مسلم : ۴/۱۷۰۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن البراء بن عازب قال : أمرنا رسول الله ﷺ بسبعٍ ونهانا عن سبعٍ ؛ أمرنا بعيادة المريض ، واتباع الجنازة ، وتشميت العاطس ، وإجابة الداعي ،=

....

=وإفشاء السلام ، ونصر المظلوم ، وإبرار المقسم " الحديث .
(۳۱/۷ ، حديث :۵۱۷۵ ، فتح الباري :۱۱۲/۳)

(۹) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ . (سورة الرحمن :۶۰) وقال تعالى : ﴿وأحسن كما أحسن الله إليک﴾. (سورة القصص :۷۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " من صنع إليكم معروفاً فكافئوه فإن لم تجدوا ما تكافئو به فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه " . (ص/۲۳۵، كتاب الزكاة ، باب عطية من سأل بالله ، سنن النسائي : ۲۷۶/۱، كتاب الزكاة ، من سأل بالله)

ما في "عون المعبود " : قوله : ومن صنع إليكم معروفاً أي أحسن إليكم إحساناً قولياً أو فعلياً فكافئوه أي أحسنوا إليه مثل ما أحسن إليكم لقوله تعالى : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾. (سورة الرحمن :۶۰) وقال تعالى : ﴿وأحسن كما أحسن الله إليک﴾. (سورة القصص:۷۷) . (۵۴/۵ ، باب عطية من سأل بالله)

(۱۰) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يتّخذ المؤمنون الكٰفرين اولياۤء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلک فليس من الله في شيء الا ان تتّقوا منهم تُقٰةً ويحذّركم الله نفسه والى الله المصير﴾ . ''مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے، اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ (آل عمران:۲۸)

ما في " بيان القرآن " : **ف** : ''کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں: (۱) مُوالات؛ یعنی دوستی۔ (۲) مُدارات؛ یعنی ظاہری خوش خُلقی ۔ (۳) مُواسات؛ یعنی احسان ونفع رسانی۔ اِن معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ: مُوالات تو کسی حال میں جائز نہیں، اور آیت ﴿لا تتخذوا اليهود والنصارى اولياۤء بعضُهم اولياۤء بعض ومن يتولّهم منكم فانه منهم﴾۔ اور آیت ﴿لا تتخذوا عدوّي وعدوّكم اولياۤء﴾ میں یہی مراد ہے۔ مُدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفعِ ضرر کے واسطے۔ دوسرے اُس کافر کی مصلحتِ دینی یعنی توقعِ ہدایت کے واسطے۔ تیسرے اکرامِ ضیف کے لیے۔ اور اپنی مصلحت ومنفعتِ مال یا جاہ کے لیے درست نہیں، اور بالخصوص جب کہ ضررِ دینی کا بھی خوف ہو، تو بدرجۂ اَولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا............اور مُواسات کا حکم=

....

....

....

....

....

= یہ ہے کہ اہلِ حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہلِ حرب کے ساتھ جائز...... اور یہی حکم ہے فساق واہلِ بدعت کا۔ الخ'' (۱/ ۲۱۷، سورۂ آل عمران: ۲۸)

ما في '' معارف القرآن '' : دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں: ایک درجہ تعلق کا قلبی مُوالات یا دلی مودّت ومحبت ہے، یہ صرف مؤمنین کے ساتھ ہے، غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔ دوسرا درجہ مُواسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی وخیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ بجز کفار اہلِ حرب کے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں، باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔............ تیسرا درجہ مُدارات کا ہے، جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو، یا وہ اپنے مہمان ہوں، یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔............ چوتھا درجہ مُعاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کیے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسولِ کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا تعامل اس پر شاہد ہے۔ فقہاء نے اسی بنا پر کفار اہلِ حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے، اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود اُن کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ قلبی اور دلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں، اور احسان و ہمدردی ونفع رسانی بجز اہلِ حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو ان کے کسی نقصان وضرر سے بچانا ہو۔ رسولِ کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان و ہمدردی اور خوش خلقی کے معاملات کیے، اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

(۲/ ۵۰، ۵۱، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا شفیع صاحب رحمہ اللہ)

(اسلامی اخلاق وآداب: ص/ ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۱، ۱۸۸، ۱۸۹)

متفرق مسائل

قمری حساب کا محفوظ رکھنا فرضِ کفایہ ہے

مسئلہ (۲۱۵): اسلام میں مہینوں کی ترتیب اور اُن کے نام جو معروف ہیں، وہ انسانوں کی بنائی ہوئی اصطلاح نہیں، بلکہ رب العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے، اُسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور اُن کے ساتھ خاص خاص مہینوں کے خاص خاص احکام متعین فرمادیئے تھے، اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکامِ شرعیہ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے، اِسی قمری حساب پر تمام احکامِ شرعیہ، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ دائر ہیں [۱]، لیکن قرآن حکیم نے تاریخ وسال معلوم کرنے کے لیے جیسے قمر (چاند) کو علامت قرار دیا ہے، اسی طرح آفتاب کو بھی اس کی علامت فرمایا ہے- **لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابِ۔** [۲]

اس لیے تاریخ وسال کا حساب چاند اور سورج دونوں سے جائز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے لیے چاند کے حساب کو پسند فرمایا، اور احکامِ شرعیہ اسی پر دائر فرمائے، اس لیے قمری حساب کا محفوظ رکھنا **''فرضِ کفایہ''** ہے، اگر ساری امت قمری حساب ترک کرکے اس کو بھلا دے، تو سب گنہگار رہوں گے، اور اگر وہ محفوظ رہے، تو دوسرے حساب کا استعمال بھی جائز ہے، لیکن یہ سنت اللہ اور سنتِ خلف کے خلاف ضرور ہے، اس لیے بلا ضرورت، خصوصاً علما وطلبا کو قمری تاریخ چھوڑ کر شمسی تاریخ اختیار کرنا اچھا نہیں ہے۔ [۳]

....

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان عدّة الشهور عند الله اثنا عشر شهرًا في كتاب الله يوم خلق السمٰوٰت والارض منهآ اربعة حُرُم﴾ . (سورة التوبة : ٣٦)

ما في " تفسير القرطبي " : هذه الآية تدل على أن الواجب تعليق الأحكام من العبادات وغيرها ، وإنما يكون بالشهور والسنين التي تعرفها العرب دون الشهور التي تعتبرها العجم والروم والقبط . (١٣٣/٨)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : (وقدّره) .... والثاني : أن يكون الضمير راجعًا إلى القمر وحده لأن بسير القمر تعرف الشهور ، وذلک لأن الشهور المعتبرة في الشريعة مبنية على رؤية الأهلة والسنة المعتبرة في الشريعة هي السنة القمرية .

(٢٠٩/٦ ، تحت آية سورة يونس : ٥ ، مکتبه علوم اسلامیه لاهور)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي جعل الشمس ضيآء والقمر نورًا وقدّره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلک الا بالحقّ﴾ . (سورة يونس : ٥)

(٣) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يسئلونک عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج﴾ .

(سورة البقرة : ١٨٩)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ومن هنا علم أن استعمال الحساب الشمسي في المكاتبات والمخاطبات والمعاملات ؛ وإن كان جائزا فلا ريب أنه خلاف الأولى ، لكونه خلاف سنة رسول الله ﷺ وسنة أصحابه والسلف الصالحين ، وأيضًا فلما كان مدار الأحكام الشرعية والعبادات الدينية على حساب القمري كان حفظه وضبطه فرضًا على الكفاية ، وأحسن طرقه وأيسرها أن يستعمل في المكاتبات والمخاطبات والمعاملات اليومية ، ولا يخفى أن الإتيان بفرض الكفاية عبادة ، وما كان طريقًا إلى حفظه فهو عبادة أيضًا فاستعمال الحساب القمري مطلوب شرعاً ، وبعيد من المسلم أن يترک المطلوب الشرعي ويستعمل الحساب الشمسي الذي هو ضده في الجملة ، ويبعد منه كل البعد أن يميل إلى هذا الضد بحيث لا يبقى له ميل إلى المطلوب الشرعي بالمرة ، كما هو مشاهد من غوائد أكثر المسلمين في هذا الزمان بل ومن عادة كثير من العلماء أيضًا ، فإلى الله =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=المشتكي من انقلاب القلوب وميلها إلى العيوب المؤدية إلى الذنوب وكل ذلک مع دعوهم بغض النصارى وقد أشرب قلوبهم حب النصرانية ، أعاذنا اللّٰه من ذلک ، ورزقنا حب السنة النبوية و العوائد الإسلامية إنه سميع مجيب .

(۱/ ۲۷۹، ۲۸۰، تحت آية سورة البقرة : ۱۸۹ ، إدارة القرآن كراچی)

(احسن الفتاویٰ:۸/ ۲۴۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : حكمه : (أي التاريخ) التكليفي : قد يكون التاريخ واجبا ، إذا تعين طريقًا للوصول إلى معرفة حكم شرعي كتوريث وقصاص وقبول رواية وتنفيذ عهد وقضاء دين وما إلى ذلک . (۱۰/ ۲۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والمالكية والشافعية ، وهو الصحيح عن الحنابلة إلى أن المتعاقدين إذا استعملا التاريخ غير الهجري في المعاملات تنتفي الجهالة ويصح العقد ، إذا كان ذلک التاريخ معلوما عند المسلمين . (۱۰/ ۲۹)

(اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام:ص/ ۲۷، اسلامی تاریخ کا شرعی حکم،م: مولانا روح اللہ نقش بندی، ط: دار الاشاعت کراچی، معارف القرآن شفیعی :۴/۳/۳۷۳)

ہجری سالِ نَو کی مبارک بادی دینا

مسئلہ (۲۱۶): ہر نئے ہجری سال کی آمد پر- **کُلَّ عَام و انتُم بِخَیُر** -یا - **کُلَّ سَنۃٍ واَنتم طیّبُونَ**- وغیرہ عبارتوں اور جملوں سے سالِ نَو کی مبارک بادی وبَدھائی دینا- یہ ایسی رسم ہے جس کی شرعاً کوئی اصل نہیں، بلکہ اس طرح کی رسومات ہی بدعتیں بن جاتی ہیں، ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ دس سال تک مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے، اور آپ ﷺ کے بعد ۳۰/ سال خلافتِ راشدہ کا عہدِ مبارک رہا، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں واقعۂ ہجرت کی اِس قدر اہمیت تھی کہ انہوں نے اس کو اسلامی کیلنڈر کی بنیاد واَساس قرار دیا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت سے ہجری تقویم کو اختیار کیا گیا، لیکن اِن حضرات نے کبھی ہجری سالِ نو، یا یومِ ہجرت نہیں منایا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس طرح کے رسوم ورَواج کا قائل نہیں ہے، کیوں کہ عام طور پر رسمیں نیک مقصد اور سادہ جذبے کے تحت وجود میں آتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ دین کا جز بن کر رہ جاتی ہیں، لہٰذا اسلام کو بے آمیز وخالص رکھنے کے لیے ایسی رسموں سے گُریز ضروری ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مشکوة المصابیح " : عن ابن عباس قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " أبغض الناس إلی اللّٰه ثلاثة : ملحد في الحرم ، و مُبتغٍ فی الإسلام سُنةَ الجاهلیة ، ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیهریق دمه " . رواه البخاري .(ص/۲۷ ، باب الإعتصام بالکتاب والسنة،=

قومی پرچم کو سلامی دینا

مسئلہ (۲۱۷): کسی بھی ملک کا جھنڈا اور پرچم اس ملک کی عزت، بلندی، اور شان کا نشان ہوتا ہے، ہمارے ملکِ عزیز؛ ہندوستان کا بھی ایک پرچم ہے، جو انہی چیزوں کی علامت ونشانی ہے، ۱۵/اگست یا ۲۶/جنوری کو پرچم کشائی کے موقع پر اسکولوں، کالجوں اور مدارس کے طلبہ واساتذہ اور دیگر محکموں کے افسران وملازمین اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلامی دیتے ہیں، یہ عمل محض عرفی طریقہ پر اس کا احترام ہے، اس میں اس کی عبادت وتعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مسلم اس کا یہ احترام اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ قابلِ تعظیم وعبادت ہے، کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ لائق عبادت وتعظیم صرف اللہ کی ذات ہے، اس لیے شرعاً یہ عمل جائز ہے۔(۱)

= الفصل الأول، صحيح البخاري: ۱۰۱۶/۲، كنز العمال: ۱۷/۱۶، حديث: ۴۳۸۲۶)

ما في " فتح الباري " : قوله : ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية . قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۲۶۲/۱۲، حديث: ۶۸۸۲)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا " . (ص/۴۶) (کتاب الفتاویٰ: ۴۰۲/۱)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۲۲۳/۵، نعمانيه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز " . (۴۳۲/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ . (سورة الفاتحة : ۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ :=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= "بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة والحج وصوم رمضان " . (۱/ ٦ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ: بني الإسلام الخ)

ما في " موسوعة الفتاوى " : التشبه بالكفار ممنوع ، والضابط فيها أن يقوم الإنسان بشيء يختص به الكفار ، بحيث يظن من رآه أنه من الكفار ، وأما ما انتشر بين المسلمين ولا يتميز به الكفار ، فإنه لا يكون تشبهاً وإن كان أصله ماخوذا من الكفار . (بحواله اسلام ويب)

ما في " القواعد الفقهية " : الأصل أن تزول الأحكام بزوال عللها . (ص/۱۷٦ ، القواعد الفقهية لعلي أحمد الندوي :ص/۱۷۰ ، أصول الشاشي :ص/٤٦ ، ٤٧)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها . (۱/ ۱۱۳)

(کفایت المفتی :۹/ ۳۷۸ ، فتاویٰ رحیمیہ :۱۰/ ۱۸۰، کتاب الفتاویٰ :۱/ ۲۸۲، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۳/ ۲۹۹، ۳۰۰، مسئلہ نمبر :۲۳۲، طبع دوم)

صبر وتحمّل اور برداشت معاشرتی برائیوں کا علاج

مسئلہ (۲۱۸): مُعاشرہ لوگوں سے مل کر بنتا ہے، اور اُس کی تشکیل میں عوام کا کِردار اوّلین اہمیت کا حامل ہوتا ہے، معاشرے میں ہر فرد بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے، مگر کچھ سالوں سے چوری چکاری، رشوت سَتانی اور بداخلاقی جیسی برائیاں اس قدر عام ہوچکی ہیں کہ انہیں برائی بھی نہیں سمجھا جارہا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ بداَمنی کا شکار ہوچکا ہے، اور صبر وتحمُّل اور برداشت جیسے مادّے دن بدن ناپید ہوتے جارہے ہیں، کہ ذرا ذرا سی بات کا جواب بھی گولی بارُود سے دینے کی کوشش کی جارہی ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ معاشرے میں موجود اِن برائیوں کا قلع قَمع (جڑ سے ختم) کرنے کے لیے کمر بستہ ہوجائیں، تاکہ معاشرے کا امن وامان لوٹ آئے، اور لوگ چین وسکون اور امن وشانتی کا سانس لیں، اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور باہمی رَواداری کی عادت ڈالیں، اور اچھے اخلاق کو اَپنائیں، کہ اسی میں پورے معاشرے کی خیر وبھلائی پِنہا ومُضمَر ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآ أیها الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوة﴾ .

(سورة البقرة :۱۵۳)

ما في " التفسیر السمرقندي " : یقول : ..... استعینوا بالصبر علی ما أنتم علیه وإن أصابکم مکروه . (۱/۱٦۸ ، سورة البقرة)

وما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰبنيّ أقم الصلوة وأمر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی مآ أصابک إن ذلک من عزم الأمور﴾ . (سورة لقمان :۱۷)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " التفسير السمرقندي " : (وانه عن المنكر) وهو كل ما لا يعرف في شريعة ولا سنة ولا معروف في العقل . (واصبر على مآ أصابک) يعني إذا أمرت بالمعروف أو نهيت عن المنكر فأصابک من ذلک ذلّ أو هوان أو شدة فاصبر على ذلک . اهـ .

(۲۲/۳، سورة لقمان ، الآية/۱۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الأئمة على مشروعية الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر .... وتطابقت آيات الكتاب وأحاديث الرسول ﷺ وإجماع المسلمين على أنه من النصيحة التي هي الدين . اهـ .

(۲۴۸/۶، الحكم التكليفي ، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

وما في " الموسوعة الفقهية " : الفتوّة اجتناب المحارم واستعجال المكارم .... الفتوّة : كما قال ابن القيم – استعمال الأخلاق الكريمة مع الخَلق ، والخُلُقُ الحَسَنُ صفة المرسلين وأفضل أعمال الصديقين وهو على التحقيق شطر الدين وثمرة مُجاهدة المتقين ورياضة المتعبّدين فقد قال اللّٰه تعالى لنبيه وحبيبه مُثنيًا عليه ومُظهرًا نعمتَه لديه : ﴿وإنک لعلٰى خُلق عظيم﴾ . وقال ﷺ : " إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق " . وقد أتم النبي ﷺ مكارم الأخلاق وحثَّ على الرسوخ فيها وقال : " اتق اللّٰه حيثما كنت وأتبع السيئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن " . (۳۲/ ۵۱ ، ۵۲ ، فتوّة ، الحكم الإجمالي)

ما في " مسند أحمد " : عن معاذ أنه قال : يا رسول اللّٰه ! أوصني ، قال : اتق اللّٰه حيثما كنت . أو : أينما كنت ، قال : زدني ، قال : اتبع السيئة الحسنة تمحها ، قال : زدني ، قال : خالق الناس بخلق حسن . (۲۳۶/۵ ، حديث : ۲۲۱۱۲ ، ط: مؤسسة قرطبة – القاهرة)

داعش کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں

مسئلہ (۲۱۹): داعش (دولۃ الاسلام فی العراق والشام/ ISIS) سے روابط کے شبہ میں ملک کے کئی شہروں میں تفتیشی ایجنسیوں کے ذریعے جاری مہم میں مسلم نوجوانوں کی گرفتاری یقیناً قابلِ افسوس والم ناک ہے، اور اس سے مسلم نوجوانوں میں خوف وہراس پھیلنا فطری امر ہے۔

داعش کے افکار ونظریات کا اسلامی تعلیمات اور اس کے مزاج سے کوئی تعلق نہیں ہے[۱]، کیوں کہ اسلام ناحق کسی کی جان ومال، عزت وآبرو کو تباہ وبرباد کرنے کی اجازت نہیں دیتا[۲]، اس لیے مسلم نوجوانوں کو چاہیے کہ فیس بک، ٹویٹر، وہاٹس ایپ وغیرہ کی مدد سے اس تنظیم یا کسی اور غیر ملکی اجنبی شخص سے متعارف نہ ہوں، بلکہ اس سے گُریز کریں، کیوں کہ محض شک وشبہ کی بنیاد پر جب کوئی مسلم نوجوان گرفتار ہوجاتا ہے، تو اس کی برأت کو ثابت کرنے، اور اُسے رہائی دلانے کے لیے اس کے اہلِ خانہ اور مسلم تنظیموں کو بڑی جدوجہد اور محنتیں کرنی پڑتی ہیں، تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، وقت ومال کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ذہنی کوفت اور جسمانی تکلیفیں بھی اُٹھانی پڑتی ہے، مزید برآں اس طرح کی گرفتاریوں سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے والے عناصر کو تقویت ملتی ہے، لہٰذا مسلم نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ ایسا کوئی عمل نہ کرے، جس سے اہلِ خانہ اور متعلقین کو پریشانیاں لاحق ہوں، اور اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ

خراب ہو۔(۳)...... نیز اپنے معاملات میں دینی وشرعی رہنمائی کے لیے انٹرنیٹ ویب سائٹس، اورسوشل میڈیا کے بجائے مقامی علماء سے رابطہ کریں، کیوں کہ احتیاط بھی اسلامی تعلیمات ہی کا حصہ ہے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا انّ الله لا يحبّ المعتدين﴾ . (سورة البقرة : ١٩٠)

ما في " سنن الدار قطني " : عن أبي الدرداء قال : ...... سمعت رسول الله ﷺ يقول : " لا تُكفِّروا أحدًا من أهل قبلتي بذنب وإن عملوا الكبائر " . الحديث .

(٢/ ٤٠١ ، حديث : ١٧٦٠ ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿كتبنا على بني اسرآئيل أنه من قتل نفسًا بغير نفسٍ أو فسادٍ في الأرض فكأنّما قتل الناس جميعًا﴾ . (سورة المائدة : ٣٢)

ما في " التفسير السمرقندي [تفسير بحر العلوم] " : ﴿كتبنا﴾ يعني فرضنا ﴿على بني اسرائيل﴾ وغلّظنا وشدّدنا في التوراة ﴿أنه من قتل نفسا بغير نفس﴾ يعني قتل نفسا بغير أن يقتل نفسا ﴿أو فساد في الارض﴾ يعني بغير فساد في الارض ، وهو الشرک بالله ﴿فكانما قتل الناس جميعا﴾ يعني إذا قتل نفسا بغير جرم واستحل قتله فكأنه قتل الناس جميعا يعني إذا قتل نفسا فجزاؤه جهنم خالدا فيها . (١/ ٤٣٠ ، سورة المائدة : ٣٢)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده". (١/ ٦، كتاب الإيمان ، صحيح مسلم : ١/ ٤٨ ، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل؟)

ما في " تكملة فتح الملهم " : ذكر المسلمين ههنا خرج مخرج الغالب ، لأن محافظة المسلم على كف الأذى عن أخيه المسلم أشد تاكيداً .

(١/ ٥٨٠ ، كتاب الإيمان ، باب بيان تفاضل الإسلام)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام هي السلامة من إيذاء الخلائق=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق . (۱۳۸/۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بني آدم وحملناهم في البرّ والبحر ورزقنٰهم من الطيبٰت وفضّلنٰهم على كثيرٍ ممن خلقنا تفضيلا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال ابن كثير في تفسير الآية : أي : لقد شرّفنا ذرية آدم على جميع المخلوقات بالعقل والعلم والنطق ، وتسخير ما في الكون لهم ، وفضلناهم على من خلقنا من سائر الحيوانات ، وأصناف المخلوقات من الجن والبهائم والوحش والطير ، وقد حافظ الإسلام على هذه المنزلة لبني آدم جعله مبدأ الحكم ، وأساس المعاملة ، وأحاطه بسياج من التشريعات ، فلا يحل لأحد إهدار كرامة أحد بالاعتداء عليها : بالقتل ، قال تعالى: ﴿من قتل نفسًا بغير نفس أو فساد في الارض فكانما قتل الناس جميعا﴾ ، أو بهتک عرضه . (۲۱۷/۳۴ ، كرامة)

(۳) ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : من معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق ، وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . ويستعمل الفقهاء الاحتياط بهذه المعاني كذلک . (۱۰۰/۲ ، احتياط)

بیوی کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا

مسئلہ (۲۲۰): شادی کے بعد عورت کا اپنے نام کے ساتھ اپنے شوہر کا نام ملانے میں مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ نسبت، نسبتِ زوجیت ہوتی ہے[۱]، نہ کہ نسبتِ ولدیت[۲]، قرآن کریم کی آیت ﴿ادعوهم لآبائهم﴾[۳] ، اور حدیث پاک: "من ادعى إلى غير أبيه"[۴] کا یہ مصداق نہیں ہے، اس لیے مذکورہ آیت وحدیث سے استدلال کرکے اس کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ضرب الله مثلا للذين كفروا امرأة نوح وامرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين﴾ . (سورة التحريم : ۱۰) وقوله تعالى : ﴿وضرب الله مثلا للذين اٰمنوا امرأة فرعون﴾ . (سورة التحريم : ۱۱)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ، .... جاء ت زينب امرأة ابن مسعود تستأذن عليه ، فقيل : يا رسول الله ! هذه زينب ، فقال : أي الزيانبِ ؟ فقيل : امرأة ابن مسعود ، قال : نعم ائذنوا لها ..." الحديث .

(۲/۱۴۹ ، حديث : ۱۴۶۲ ، كتاب الزكاة ، باب الزكاة على الأقارب ، ط: دار الشعب – القاهرة ، وأيضًا :ص/۲۶۴ ، احياء التراث العربي بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ادعوه لآبآئهم هو اقسط عند الله﴾ .(سورة الأحزاب :۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿وما جعل أدعيآء كم أبنآء كم﴾ [الأحزاب : ۴] قيل : إنه نزل في زيد بن حارثة ، وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد تبنّاه ، فكان يقال له زيد بن محمد ، وروي ذلك عن مجاهد وقتادة وغيرهما . قال أبو بكر : هذا يوجب نسخ السنة بالقرآن ، لأن الحكم الأول كان ثابتاً بغير القرآن ونسخه بالقرآن .... وقوله تعالى : ﴿أدعوهم لآبآئهم هو أقسط عند الله ، فإن لم تعلموا آبآئهم فإخوانكم في الدين ومواليكم﴾ =

....

=[الأحزاب: ۵] فيه إباحة إطلاق إسم الأخوة ، وحظرُ إطلاق إسم الأبوّة من غير جهة النسب .... وروي عن النبي ﷺ أنه قال : " من ادّعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام " . (۳/۴۶۴ ، سورة الأحزاب ، الآية/۴ ،۵)

ما في " التفسير السمرقندي " : وروى أبو بكر بن عياش عن الكلبي قال : كان زيد بن حارثة مملوكًا لخديجة بنت خويلد فوهبته خديجة من رسول اللّٰه ﷺ فأعتقه وتبنّاه فكانوا يقولون : زيد بن محمد ، فنزل قوله : ﴿ادعوه لآبآئهم﴾ يعني أنسبوهم لآبائهم ، فقالوا : زيد بن حارثة ﴿هو أقسط عند اللّٰه﴾ يعني أعدل عند اللّٰه عز وجل .

(۳/۳۷ ، الأحزاب ، تفسير الآية :۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أ – الانتساب للأبوين : ويكون بالبنوّة أو التبنّي ..... وإذا كان بالتبنّي – فحكمه الحرمة لقوله تعالى : ﴿ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند اللّٰه فإن لم تعلموا آبائهم فإخوانكم في الدين ومواليكم﴾ . (۶/۲۹۶ ، انتساب)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ادعوه لآبآئهم هو اقسط عند اللّٰه﴾ .(سورة الأحزاب :۵)

(۴) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وروي عن النبي ﷺ أنه قال : " من ادّعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام " . (۳/۴۶۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن عاصم قال : سمعت أبا عثمان قال : سمعت سعدًا – وهو أول من رمى بسهم في سبيل اللّٰه، وأبا بكرة – وكان تسوّر حصن الطائف في أناس ، فجاء إلى النبي ﷺ فقالا : سمعنا النبي ﷺ يقول : " من ادّعى إلى غير أبيه ، وهو يعلم ، فالجنة عليه حرامٌ " . (ص/ ۷۱۶ ، كتاب المغازي ، باب غزوة الطائف ، حديث :۴۳۲۶ ، بيروت ، و:۵/۱۹۹، دار الشعب – القاهرة ، صحيح مسلم : ۱/۵۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه ، حديث :۲۲۹ ، ط : دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة بيروت ، سنن أبي داود :۴/۴۹۰ ، باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ، ابن ماجة :۳/۶۳۲ ، حديث : ۲۶۱۰، ط : مكتبة أبي المعاطي ، مسند أحمد : ۱/۱۶۹، مسند سعد بن أبي وقاص رضي اللّٰه عنه ، حديث : ۱۴۵۴، ط: مؤسسة قرطبة – القاهرة)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس قال : قال رسول اللّٰه ﷺ :=

معاملات کی صفائی

مسئلہ (۲۲۱): ہمارے معاشرے میں آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کا جو سیلاب اُمڈا ہوا ہے، ان کی تہہ میں اگر دیکھا جائے، تو وہی؛ زر، اور زمین کے معروف اسباب کارفرما نظر آتے ہیں، روپیہ پیسہ اور زمین جائداد کا جھگڑا بڑے بڑے پرانے تعلقات کو دیکھتے ہی دیکھتے بھسم کرڈالتا ہے، اور اس کی وجہ سے بڑی بڑی مثالی دوستیاں آن کی آن میں دشمنیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں، اس صورتِ حال کے بہت سے اسباب ہیں، لیکن ایک بہت بڑا سبب، معاملات کو صاف نہ رکھنا ہے، جب کہ ہمارے مذہب کی ایک انتہائی زریں تعلیم یہ ہے کہ ''آپس میں رہو بھائیوں کی طرح، لیکن لین دین کے معاملات کرو اجنبیوں کی طرح''[۱]۔

اگر ہم شرعِ اسلامی کی اس اہم وزرّیں تعلیم پر عمل کر لیتے، تو بہت سے جھگڑوں اور تنازعات سے بچ جاتے، لیکن ہم نے اسے نظر انداز کردیا، مثلاً: بسا اوقات ایک کاروبار میں کئی بھائی، یا باپ بیٹے مشترک طور پر ایک ساتھ کام کرتے ہیں، اور کسی حساب وکتاب کے بغیر سب لوگ مشترک کاروبار سے اپنی اپنی ضرورت کے =

=''من انتسب إلی غیر أبیه أو تولّی غیر موالیه ، فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس أجمعین'' .

(۳/ ۱۳۱ ۶ ، کتاب الحدود ، ط : مکتبة أبي المعاطي)

وفیه أیضًا : عن عبد اللّٰه بن عمرو ، قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : '' من ادعی إلی غیر أبیه لم یرح ریح الجنة ، وإن ریحها لیوجد من مسیرة خمس مأة عام '' .

(۶۳۳/۳، حدیث : ۲۶۱۱ ، کتاب الحدود)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: رقم الفتویٰ: ۶۱۴۶۱ علی شبکة ، فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا، رقم الفتویٰ: ۸۹۳)=

=مطابق خرچ کرتے ہیں، نہ یہ بات طے ہوتی ہے کہ کاروبار میں کس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ کاروبار میں تنخواہ پر کام کررہے ہیں؟ یا کاروبار میں حصہ دار ہیں؟ اگر تنخواہ ہے تو کتنی؟ اور حصہ ہے تو کس قدر؟ بس ہر شخص اپنی خواہش یا ضروریات کے مطابق کاروبار کی آمدنی استعمال کررہا ہے، اور آخر میں جب تقسیم کی بات آتی ہے، تو اس میں بہت زیادہ پیچیدگیاں پیدا ہوچکی ہوتی ہیں، اور بڑے مسائل کھڑے ہوتے ہیں، کہ منصفانہ تقسیم کے لیے اُس کا سِرا پکڑنا مشکل ہوجاتا ہے، لہٰذا کوئی بھی کاروبار شروع کرنے سے پہلے تحریری طور پر یہ بات طے ہونی چاہیے کہ کس شخص کی کیا حیثیت ہے؟ اور کس کے کیا حقوق وفرائض ہیں؟[۲] وفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ، آمین یا رب العالمین!

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المستطرف في كل فن مستظرف " : " تعاشروا كالإخوان وتعاملوا كالأجانب " . (۱/۷۰ ، الفصل الثالث في أمثال العامة والمولدين ، المؤلف : شهاب الدين محمد بن أحمد أبي الفتح الأبشيهي ، الناشر : دار الكتب العلمية بيروت ، تحقيق : د . مفيد محمد قميحة ، مجمع الأمثال : ۱/۱۵۰ ، المؤلف : أبو الفضل أحمد بن محمد الميداني النيسابوري ، الناشر : دار المعرفة بيروت ، تحقيق : محمد محي الدين عبد الحميد ، ما جاء على أفعل من هذا الباب ، الكشكول : ۱/۲۶۳ ، المقدمة ، المؤلف : الشيخ بهاء الدين محمد بن حسن العاملي ، دار النشر : دار الكتب العلمية بيروت ، تحقيق : محمد عبد الكريم النمري)

ما في " التمثيل والمحاضرة " : " تعاشروا كالإخوان وتعاملوا كالأجانب " ؛ أي ليس في التجارة والمعاملة محاباة . (۱/۴۶ ، م : عبد الملك بن محمد بن إسماعيل أبو منصور الثعالبي ، الأمثال المولدة : ۱/۱۵۷ ، م : أبو بكر الخوارزمي ، ط: مجمع ثقافي أبو ظبي)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى=

....

....

....

....

=فاكتبوه﴾ . (سورة التوبة : ۲۸۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال سعيد بن جبير : ﴿وأشهدوا إذا تبايعتم﴾ ، يعني وأشهدوا على حقوقكم إذا كان فيها أجل أو لم يكن فيها أجل ، فاشهد على حقك على كل حال . (۱/۵۸۴)

ما في " التفسير المنير " : (فاكتبوه) ندبا استيثاقا للدين ودفعاً للنزاع ..... وفي أحكام التعامل بالدين المؤجل والتجارة الحاضرة غاية الحكمة والمصلحة والعدل ..... وحفظ حقه من الضياع ، ثم أكد الله النهي عن الإباء بالأمر بالكتابة بالحق ، لكون الوثيقة متعلقة بحفظ الحقوق .... إذ لا بأس من عدم الكتابة في التجارة الحاضرة أو التعامل يدا بيد ، فيطلب الاشهادعلى التبايع ، لأن اليد الظاهرة التي تجوز الشيء قد لا تكون محقه ، فيحدث النزاع والخلاف ، فكان الاشهاد أحوط ..... ومن جملة ذلك ما حذركم منه من الضرار ، وهو سبحانه يعلمكم ما فيه صلاح دنياكم وحفظ أموالكم ..... فإنما يشرعه عن علم دقيق شامل بما يدرأ المفاسد ويجلب المصالح ، وشرعه كله حكمة وعدل .

(۲/۱۶ – ۲۵ ، تفسير الآية/۲۸۲)

ما في " البحر المحيط " : (فاكتبوه) أمر تعالى بكتابة ؛ لأن ذلك أوثق وآمن من النسيان، وأبعد من الجحود ، وظاهر الأمر الوجوب .... وقال الجمهور : هو أمر ندب يحفظ به المال ، وتزال به الريبة ، وفي ذلك حث على الاعتراف وحفظه ، فإن الكتاب خليفة اللسان ، واللسان خليفة القلب . (۲/۵۵۴)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/۱۸۵، ۱۹/رواں فقہی سمینار [ہانسوٹ، گجرات] بتاریخ: ۲۷/تا ۳۰/صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق: ۱۲/تا ۱۵/فروری ۲۰۱۰ء، کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت، تجویز نمبر: ۱)

(ذکر وفکر: ص/۸۳،۸۴)

والد کے ساتھ اولاد کی معاملات میں شرکت اور تنازعات

مسئلہ (۲۲۲): ہمارے معاشرے میں، بالخصوص متوسط آمدنی والے طبقے میں اپنے ملکیتی مکان کا حصول ایک بڑا مسئلہ ہے، اور عموماً کسی مکان کی تعمیر یا اس کی خریداری خاندان کے کئی افراد مل کر کرتے ہیں، اگر باپ نے کوئی مکان بنانا شروع کیا ہے، تو بیٹے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اس میں اپنی رقمیں لگاتے ہیں، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ یہ رقمیں کچھ سوچے سمجھے بغیر، اور بسا اوقات کوئی حساب رکھے بغیر لگادی جاتی ہیں، یعنی یہ بات طے نہیں ہوتی کہ بیٹا جو رقم مکان کی تعمیر کے لیے، یا خریداری کے لیے دے رہا ہے، آیا یہ باپ کی خدمت میں ہدیہ ہے؟ یا قرض؟ یا وہ مکان کی ملکیت میں حصہ دار بننے کے لیے یہ رقم خرچ کر رہا ہے؟...... پہلی صورت میں نہ وہ مکان کی ملکیت کا حصہ دار ہوگا، نہ باپ سے یہ رقم کسی وقت واپس لینے کا حق دار ہوگا[۱]،...... دوسری صورت میں مکان تو تنہا باپ کی ملکیت ہوگا، لیکن دی ہوئی رقم اس کے ذمہ قرض سمجھی جائے گی[۲]،......

تیسری صورت میں اپنی لگائی ہوئی رقم کے بقدر وہ مکان کی ملکیت میں بھی شریک ہوگا[۳]، اور مکان کی قیمت بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے حصے کی مالیت میں بھی اضافہ ہوگا،...... غرض! ہر صورت کے تقاضے اور نتائج مختلف ہیں، لیکن چوں کہ رقم لگاتے وقت ان تینوں میں سے کوئی ایک صورت متعین نہیں ہوتی، نہ رقموں کا پورا حساب رکھا جاتا ہے، اس لیے آگے چل کر جب مکان کی قیمت بڑھ جاتی ہے، تو

آپس میں اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں، اور خاص طور پر باپ کے انتقال کے بعد جب ترکہ کی تقسیم کا مرحلہ آتا ہے، تو یہ اختلافات مسئلہ لاینحل کی صورت اختیار کرلیتے ہیں، ان اختلافات کی وجہ سے بھائیوں میں چھوٹ چھٹاؤ کی نوبت آجاتی ہے، اورلڑائی جھگڑوں سے خاندان کا خاندان متأثر ہوتا ہے، اس لیے معاملہ کرتے وقت اس کی حیثیت متعین کرلینی چاہیے، کہ یہی اسلامی تعلیم ہے۔(۴) وفقنا اللہ لما یحب ویرضی ، آمین یا رب العالمین!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تحفة الفقهاء للسمرقندي " : الهبة عقد مشروع ، مندوب إليه بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّئا مريئا﴾. وأما السنة فقوله عليه السلام : (تحابّوا) .... وعليه الإجماع .

(۳/ ۱۵۹ ، كتاب الهبة ، بيروت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : قال الشيخ الإمام الأجل الزاهد شمس الأئمة وفخر الإسلام أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي رحمه الله تعالى إملاءً : اعلم أن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وإذا حيّيتُم بتحيّة فحيّوا بأحسن منهآ أو رُدّوها﴾ . [النساء : ۸٦] والمراد بالتحية العطية .... فإن قوله : ردّوها ، يتناول ردّها بعينها ، وإنما يتحقق ذلک في العطية وقال الله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّئاً مريئًا﴾ . [النساء : ۴] ، وإباحة الأكل بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة رضي الله عنه ، أن النبي ﷺ قال : " الواهبُ أحقّ بهبته ما لم يثبت منها " . ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودد بين الأخوان ، وكل ذلک مندوب إليه بعد الإيمان ، وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : " تهادوا تحابّوا " .

(۱۲/ ۵٦ ، كتاب الهبة ، ط : دار الكتب العلمية ، ۱۲/ ۴۷ ، ط : دار المعرفة بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الهبة مشروعة في الكتاب والسنة والإجماع ، فمن =

....

....

=الکتاب قوله تعالی : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾ . [النساء : ۴] ومن السنة قوله ﷺ : " تهادوا تحابّوا " ..... وأما الإجماع فقد انعقد على جوازها ومشروعيتها ، بل على استحبابها بجميع أنواعها، لما فيها من التعاون على البر والتقوى ، وإشاعة الحبّ والتواد بين الناس ، وبه تتبين الحكمة من مشروعيتها .

(۱۲۱/۴۲ ، ۱۲۲ ، هبة ، مشروعية الهبة)

ما في " المغني والشرح الكبير لإبن قدامة المقدسي الحنبلي " : ومن دفع إلى إنسان شيئاً للتقرّب إليه والمحبة له فهو هدية ، وجميع ذلک مندوب إليه ، فإن النبي ﷺ قال : " تهادوا تحابّوا " . (۲۴۶/۶ ، باب الهبة والعطية ، ط : دار الكتاب العربي ، مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ۳۹۶/۲ ، كتاب الهبة والتمليک بلا عوض هبةٌ ، ط : دار الفكر)

ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : الهبة هي شرعاً تمليک العين مجاناً أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوي كعوض ومحبة وحسن ثناء . (۴۲۳/۸ ، كتاب الهبة ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۴۸۹/۳ ، كتاب الهبة، البحر الرائق :۴۸۳/۷)

ما فى " الاختيار لتعليل المختار" : الهبة وهى العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد. (۵۳۳/۲، كتاب الهبة)

ما في ' فتح باب العناية " : هى تمليک عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالاً كان أو غيره . (۴۰۹/۲ ، كتاب الهبة)

ما في " درر الحكام " : " لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي" . (۹۸/۱ ، المادة : ۹۸) ...... قد قيدت هذه المادة بقوله : " بلا سبب شرعي " لأنه بالأسباب الشرعية كالبيع والإجارة والهبة والكفالة والحوالة يحق أخذ مال الغير .... اهـ .

(۱/۹۸ – ۹۶ ، المادة : ۹۸ – ۹۶ ، ۷۷/۶ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق : ۶۸/۵ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

ما في " مختصر القدوري " : إن وهب هبة لذى رحم محرم منه فلا رجوع فيها ، وكذلک ما وهبه أحد الزوجين للآخر . (ص/۱۳۷ ، كتاب الهبة)=

....

....

....

....

=(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : القرض : ...... في الاصطلاح : دفع مال إرفاقا لمن ينتفع به ويرد بدله . (۳۳/۱۱۱، قرض ، التعريف)

ما في " رد المحتار " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض ، لأن قبضه بنفسه على وجه التملک ، ولرب الدين على المديون مثله . (۶۷۵/۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال . (۳۶۶/۵)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها .... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ، ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية . (ص/۱۷۴)

(۳) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " المنافع " : الشركة : اختصاص الشريكين فصاعدا بمحلة واحدةٍ ، وقال : إنها عبارة عن الإختلاط بحيث لا يعرف أحد النصيبين من الآخر . (۳۲۹/۴ ، كتاب الشركة ، الدر المنتقى شرح الملتقى مع مجمع الأنهر : ۵۴۲/۲)

ما في " فتاوى النوازل " : وهى عبارة عن اختلاط النصيبين ولا يعرف أحدهما الآخر ، ويعلق على العقد وإن لم يوجد الإختلاط . (ص/۳۱۶)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۱۶۴،شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۱۱۱)

(۴) ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۱۱/۲ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول ، المسئلة الأولى)

ما في " الشامية " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۲۳۳/۵ ، مكتبه نعمانيه)

(ذکر وفکر:ص/۸۷،۸۸)

تقسیمِ ترکہ فوری توجہ طلب

مسئلہ (۲۲۳): جب خاندان کے کسی بڑے فرد کا انتقال ہو جائے، تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ جلد از جلد اس کا ترکہ، اس کے شرعی وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے، لیکن ہمارے معاشرے میں شریعت کے اس حکم سے شدید غفلت برتی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص ترکہ کے تقسیم کی طرف توجہ دلائے، تو اس کی اس تجویز کو معیوب سمجھا جاتا ہے، کہ ابھی مرنے والے کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ لوگوں کو بٹوارے کی فکر پڑ گئی، اس شرعی ہدایت سے غفلت کے بڑے بُرے نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ اس طرح کہ جس وارث کے ہاتھ جو لگتا ہے، لے اُڑتا ہے، اور حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر مرحوم نے کوئی کاروبار چھوڑا ہے، تو اس پر وہی بیٹا کام کرتا رہتا ہے، جو مرحوم کی زندگی میں کرتا تھا، اور یہ طے نہیں کیا جاتا کہ اب کاروبار کی ملکیت میں کس وارث کا کتنا تناسُب ہے، شرعی حصوں کی ادائیگی کس طرح ہوگی، کام کرنے والے کو اس کی خدمات کا کیا اور کتنا معاوَضہ ملے گا، اور وہ کس طرح ادا کیا جائے گا، اور جب اسی طرح ایک عرصہ گزر جاتا ہے، کاروبار ترقی کر لیتا ہے، ترکہ کی چیزوں کی قیمتوں میں زمین وآسمان کا فرق پڑ جاتا ہے، تو ہر واث کو اپنا حق یاد آتا ہے، اور آپسی رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور چوں کہ کوئی بات پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی، اس لیے اب معاملات اُلجھ جاتے ہیں، اور کسی مناسب تصفیہ میں سخت مشکلات پیش آتی ہیں، جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے کی صورت نمودار ہوتی ہے،

لہٰذا کسی فرد کے انتقال کے بعد اس کی جائداد، اس کے وارثین کے درمیان فوراً تقسیم کرلینی چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم" : ﴿يوصيكم الله فيٓ أولادكم﴾ . (سورة النساء : ۱۱)

ما في" التنوير مع الدر والرد " : قال العلامة التمرتاشي رحمه الله : ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهم الترتيب ، فيقدم جزء الميت كالإبن ثم إبنه وإن سفل . (تنوير) .

(رد المحتار : ۱۰/ ۴۲۷ ، كتاب الفرائض ، فصل في العصبات)

ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۲/ ۱۱ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول ، المسئلة الأولى)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سببًا لمحظور فهو محظورٌ " . (۵/ ۲۳۳ ، ط: نعمانيه)

(ذکر وفکر:ص/ ۸۸،۸۹)

والدین کی خدمت واطاعت سے چشم پوشی

مسئلہ (۲۲۴): بعض اولاد اپنے والدین سے علیحدگی اور چولہا الگ کرلینے کے بعد، اُن کی خدمت واطاعت اور ادائیگی حقوق سے چشم پوشی کرتی ہیں، اور یہ خیال کرتی ہیں کہ اب ہمارے اُوپر والدین کی خدمت واطاعت اور حقوق کی ادائیگی لازم نہیں، بلکہ صرف اُن لڑکوں یا لڑکیوں پر لازم ہے جو والدین کے ساتھ رہائش پذیر ہیں، یا جن کے ساتھ والدین سکونت پذیر ہیں، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ والدین سے جدائیگی وعلیحدگی کے بعد بھی اولاد پر اُن کے حقوق وغیرہ لازم ہوتے ہیں، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، ہَر دو برابر ہیں، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں والدین کے سلسلے میں جو احکام وارد ہوئے ہیں وہ عام ہیں (۱)، یعنی اگر اُن کی اطاعت وفرماں برداری کروگے، اور اُن کو خوش رکھوگے، تو جنت ملے گی، اور اگر اُن کی نافرمانی کروگے اور اُن کو ناخوش کروگے، تو دوزخ میں جاؤ گے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضىٰ ربك ألا تعبدوٓا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندك الكبر أحدهمآ أو كلاهما فلا تقل لهمآ أُفٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما O واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراO﴾ . (سورة الإسراء :۲۳ ، ۲۴) . ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳٦) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (سورة العنكبوت : ۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة الأحقاف :۱۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله=

....

....

....

....

= في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :۱۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قرن اللّٰه تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلک دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما ، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهمآ افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة .

(۲۶۰/۲ ، سورة النساء : ۳۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإنه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والانفاق عليهما ، ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۱۳۳/۹ ، كتاب الآداب ، باب البرّ والصلة ، الفصل الأول)

ما في " صحيح مسلم " : وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "رغم أنفه ثم رغم أنفه ثم رغم أنفه ، قيل : من يا رسول اللّٰه ؟ قال : من أدرک والديه عنده الكبر أحدهما أو كليهما ثم لم يدخل الجنة " .

(۳۱۴/۲ ، كتاب البر والصلة والأدب ، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما)

ما في " سنن أبي داود " : وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " لا يجزي ولد والده إلا أن يجده مملوكًا فيشتريه فيعتقه " .

(ص/۶۹۹ ، كتاب الأدب ، باب في بر الوالدين)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه قال : ان رجلا قال : يا رسول اللّٰه ! ما حق الوالدين على ولدهما ؟ قال : " هما جنتک ونارک " . رواه ابن ماجة .

(ص/۴۲۱ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الثالث)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۰۱/۱۶،۵۰۲،سوال:۹۹۳،و:۹۹۴،کتاب الحظر والاباحۃ)

تحصیلِ علم انسانی فرائض میں داخل ہے

مسئلہ (۲۲۵): تحصیلِ علم چوں کہ انسانی فرائض میں داخل ہے[۱]، اس لیے والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم کا مناسب انتظام کریں[۲]، ورنہ اُن کی بے علمی کے لیے آخرت میں جواب دہ ہونا پڑے گا، اور جہالت کے سبب اُن سے جو گناہ، غلَطی، کوتاہی اور لغزش ہوگی، اُس کا وبال والدین پر ہوگا، جنہوں نے اُنہیں تعلیم سے محروم رکھا[۳]، اگر والدین اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ کریں، تو پھر اولاد کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ شعور ووُسعت حاصل کرتے ہی اپنی تعلیم کا خود انتظام کرے، خواہ کتنا ہی بڑا ہوجائے، یا کتنی ہی مدت لگ جائے، تعلیم خواہ مفت ملے یا پیسے اور فیس دے کر- حاصل کرے، مگر اس کی اصل قیمت وقت کو جانے جو واپس نہیں آتا، اور جس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی قیمتی چیز نہیں، اس لیے کم سے کم وقت میں تعلیم حاصل کرنے کی استِعداد پیدا کرے، اپنی تمام تر توجُہات تعلیم پر مرکوز رکھے، اسباق میں فَنا رہے، تعلیم کے دوران کھیل کود میں وقت ضائع نہ کرے، آوارہ گردی، سینما بینی اور جُوا وغیرہ کھیلنے کی عاداتِ قبیحہ اور فضول وبے کار لایعنی کاموں سے باز رہے[۴]، الغرض! اپنی منزلِ مقصود پر نظر رکھے، اور اس راستے میں جو بھی مشکلات حائل ہوں اُنہیں سعی وہمت سے عُبور کرے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : =

....

=" طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۲۰ ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم ، السنن الكبرى للبيهقي :۲/۲۵۴ ، حديث : ۳۶۶۳ ، و:۲/۲۵۶ ، حديث: ۱۶۷۲ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في " حاشية ابن ماجة " : قال البيضاوي : المراد من العلم هنا ما لا مندوحة للعبد عن تعلمه ، كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ، ونبوة رسوله ، وكيفية الصلوة ، فإن تعلمه فرض عين . (ص/۲۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لدينه قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ، تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم .

(۱/۱۲۱ ، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : طلب العلم والفقه إذا صحّت النية أفضل من جميع أعمال البرّ ، وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا صحت النية لأنه أعم نفعًا ، لكن بشرط أن لا يدخل النقصان في فرائضه . (۶/۳۷۸ ، كتاب الاستحسان)

ما في " شرح كتاب الفقه الأكبر " : قال الإمام الشافعي :

كل العلم سوى القرآن مشغلة إلا الحديث وإلا الفقه في الدين
العلم ما كان فيه قال : حدثنا وما سوى ذلک وسواس الشياطين

(ص/۹ ، خطبة الكتاب)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : رجل تعلم علم الصلاة أو نحوه ليعلم الناس ، وآخر ليعمل به فالأول أفضل لأنه متعد ، وروى مذاكرة العلم ساعة خير من إحياء ليلة . (در مختار) . (۹/۵۸۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما في " رد المحتار " : وفي تبيين المحارم : لا شک في فرضية علم الفرائض الخمس ، وعلم الإخلاص ، لأن صحة العمل موقوفة عليه ؛ وعلم الحلال والحرام ؛ وعلم الرياء ، لأن العابد محروم من ثواب عمله بالرياء ؛ وعلم الحسد والعجب ؛ إذ هما يأكلان العمل =

....

=كما تأكل النار الحطب ؛ وعلم البيع والشراء ، والنكاح والطلاق لمن أراد الدخول في هذه الأشياء ؛ وعلم الألفاظ المحرمة أو المكفرة .

(۱/۱۲٦ ، المقدمة ، مطلب : في فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/٤٦)

ما في " اعلام الموقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود .

(۳/ ۱۷۵ ، فصل في سد الذرائع)

(۲ –۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا قوآ أنفسكم وأهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ٦)

ما في " روح المعاني " : وأخرج ابن المنذر والحاكم وصححه ، وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : " علّموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم " . والمراد بالأهل على ما قيل : ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة ، واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهولاء ، وأدخل بعضهم الأولاد في الأنفس ؛ لأن الولد بعض من أبيه ، وفي الحديث : " رحم الله رجلا قال : يا أهلاه صلاتكم صيامكم زكاتكم مسكينكم يتيمكم جيرانكم ، لعل الله يجمعكم معه في الجنة " . وقيل : إن أشدّ الناس عذابا يوم القيامة من جهل أهله . (۱۵/ ۲۳۲ ، الجزء الثاني ، سورة التحريم : الآية/٦، معارف القرآن شفيعي : ۸/۵۰۳ ، سورة التحريم)

ما في " صحيح البخاري " : وقال مجاهد : ﴿قوآ أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، كتاب التفسير ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما ، ط : بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته " . =

....

=(ص/۱۶۹، حدیث :۸۹۳، کتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، بیروت، صحیح مسلم :۲/۲۶۰، حدیث : ۱۸۲۹، کتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ، ط : بیروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين .

(۱۳۰/٦، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم)

ما في " تربية الأولاد في الإسلام " : جاء رجل إلى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه يشكو إليه عقوق ابنه فأحضر عمر بن الخطاب رضي الله عنه ابنه ونبّه على عقوقه لأبيه فقال الإبن : يا أمير المؤمنين ! أليس للولد حقوق على أبيه ؟ قال : بلى ! قال : فما هي يا أمير المؤمنين ؟ قال : أن ينتقي أمه، ويحسن اسمه، ويعلّمه الكتاب (القرآن)، فقال الإبن : يا أمير المؤمنين ! إنه لم يفعل شيئًا من ذلک، أما أمي فإنها زنجية كانت لمجوسي، وقد سماني جُعْلا (جعرانًا) ولم يعلمني الكتاب حرفا واحدا، فالتفت أمير المؤمنين إلى الرجل وقال له : " أجئت إليّ تشكو عقوق ابنک وقد عققته قبل أن يعقک، وأساء ت إليه قبل أن يسيء إليک " . (۱/۱۲۷، ۱۲۸، تأليف : احسان عُتَيبِي، موقع مقالات اسلام ويب)

ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل .

(۲/۱۱، كتاب المقاصد، النوع الأول، المسئلة الأولى)

(۴) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال النبي ﷺ : "نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " . (ص/۱۱۴۴، حدیث : ۶۴۱۲، كتاب الرقاق، باب ما جاء في الرقاق وأن لا عيش إلا عيش الآخرة، ط : بیروت، جامع الترمذي :۲/۵۶، كتاب الزهد، حديث :۲۳۰۴، تحفة الألمعي :٦/۹۱، ۹۲، كتاب الزهد، باب الصحة والفراغ نعمتان مغبون الخ، حديث :۲۲۹۷)

ما في " شرح ابن بطال " : قال المؤلف : قال بعض العلماء : إنما أراد ﷺ بقوله : (الصحة والفراغ نعمتان) تنبيه أمته على مقدار عظيم نعمة الله على عباده في الصحة =

....

....

....

=والكفاية ؛ لأن المرء لا يكون فارغًا حتى يكون مكيفًا مؤنة العيش في الدنيا ، فمن أنعم الله عليه بهما فليحذر أن يغبنهما ، ومما يستعان به على دفع الغبن أن يعلم العبد أن الله تعالى خلق الخلق من غير ضرورة إليهم ، وبدأهم بالنعم الجليلة من غير استحقاق منهم لها ، فمنّ عليهم بصحة الأجسام وسلامة العقول ، وتضمن أرزاقهم وضاعف لهم الحسنات ولم يضاعف عليهم السيئات ، وأمرهم أن يعبدوه ويعتبروا بما ابتدأهم به من النعم الظاهرة والباطنة ، ويشكروه عليها بأحرف يسيرة ، وجعل مدة طاعتهم في الدنيا منقضية بانقضاء أعمارهم ، وجعل جزاء هم على ذلک خلودًا دائما في جنات لا انقضاء لها مع ما ذخر لمن أطاعه مما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت ، ولا خطر على قلب بشر ، فمن أنعم النظر في هذا كان حريا ألا يذهب عنه وقت من صحته وفراغه إلا وينفقه في طاعة ربه ، ويشكره على عظيم مواهبه والاعتراف بالتقصير عن بلوغ كنه تأدية ذلک ، فمن لم يكن هكذا وغفل وسها عن التزام ما ذكرنا ، ومرت أيامه عنه في سهو ولهو وعجز عن القيام بما لزمه لربه تعالى فقد غبن أيامه ، وسوف يندم حيث لا ينفعه الندم .

(۱۰/۱۴۹، ۱۵۰، كتاب الرقاق ، باب لا عيش إلا عيش الآخرة ، ۶۴۱۲/۳۵۴۵ – بيروت)

ما في " جمع الجوامع " : قوله ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(۳۹۳/۶ ، حديث : ۲۰۰۰۷)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : العبث : ارتكاب أمر غير معلوم الفائدة . وقيل : ما ليس فيه غرض صحيح لفاعله . (ص/۱۴۲)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الشيخ الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : مكتبة دار النفائس اردن)

(اسلامی اخلاق وآداب:ص/۱۰۵،۱۰۶،آدابِ تعلّم)

دینی تعلیم مرد وعورت دونوں کے لیے مطلوب

مسئلہ (۲۲۶): اسلام کی نظر میں دینی تعلیم مرد وعورت دونوں کے لیے یکساں طور پر مطلوب ہے، اور بنیادی عقائد، فرائض اور حلال وحرام کا جاننا ہر مرد وعورت پر فرض ہے، قرآن کریم نے علم کو انسانوں کے لیے بطورِ انعامِ الٰہی کے بیان فرمایا ہے [۱]، اور اس میں کہیں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہے، نیز مستند احادیث میں عورتوں اور اپنے اہل وعیال کو تعلیم دینے کا حکم دیا گیا ہے [۲]، بلکہ تعلیم کے لیے عورتوں کا ایک جگہ جمع ہونا اور آپ علیہ السلام کا اُن کی درخواست پر اُن کی تعلیم کے لیے ایک دن مخصوص کرنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے [۳]، نیز تجربہ سے ثابت ہے کہ اجتماعی تعلیم جس قدر مفید ہوتی ہے انفرادی تعلیم اتنی مفید نہیں ہوتی، اس لیے مدارسِ نسواں کا قائم کرنا اور لڑکیوں وعورتوں کا تعلیم وتعلُّم کے لیے وہاں جانا اور اُن کا اپنی صنف کے مطابق علوم وفنون سیکھنا جائز اور مستحسن ہے، اس لیے کہ اس کا مبنیٰ تعلیم وتعلُّم کی تنظیم وتشکیل ہے، البتہ مدارسِ نسواں میں لڑکیوں کو تعلیم دلانے کی کچھ شرائط ہیں، جن کی پابندی بہر حال لازم ہے، جہاں یہ شرطیں پائیں جائیں گی وہاں لڑکیوں کو تعلیم دلانا جائز اور مباح ہوگا، اور جہاں یہ شرائط مفقود ہوں گی وہاں خواتین کا تعلیم کے لیے جانا، ناجائز ہوگا، وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱- خواتین کی تعلیم گاہیں اور اسکول وکالج صرف اور صرف خواتین کے لیے مخصوص ہوں، مخلوط تعلیم نہ ہو، اور مردوں کا ان تعلیم گاہوں میں آنا جانا اور عمل ودخل

ہر گز نہ ہو، مدرسے کا جائے وقوع فتنہ وفساد اور اس کے امکان سے بھی محفوظ ہو۔ (۴)

۲- ان تعلیم گاہوں تک خواتین کی آمد ورفت کا شرعی پردہ کے ساتھ ایسا محفوظ انتظام ہو کہ کسی مرحلہ میں بھی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (۵)

۳- نیک کردار، پاک دامن عورتوں کو تعلیم کے لیے مقرر کیا جائے، اگر ایسی معلمات نہ مل سکیں، تو بدرجۂ مجبوری نیک صالح اور قابلِ اعتماد مردوں کو بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، جو مکمل پردے کی پابندی کے ساتھ تعلیم دیں۔ (۶)

۴- مدرسے کے حالات کی کڑی نگرانی اور مفاسد وفتن کی روک تھام کا اہتمام بہت اعلیٰ درجے کا ہو۔ (۷)

۵- اگر کوئی مدرسہ شرعی مسافت پر ہو، تو وہاں جانے کے لیے عورت کے ساتھ محرم بھی ہو۔ (۸)

۶- مدرسے والوں کے عقائد اہلِ سنت والجماعت کے موافق ہوں، تا کہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے سے عقائد خراب نہ ہوں۔ (۹)

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر کسی جگہ تعلیم دی جاتی ہو، تو ہاں لڑکیوں کو تعلیم دلانا جائز اور مباح ہے، واضح رہے کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ کوشش کریں کہ کم سے کم عمر میں ہماری لڑکی زیادہ تعلیم حاصل کریں، کیوں کہ بڑی عمر کی لڑکیوں کو دور دراز بھیجنے میں مفاسد ہیں، اس لیے بالکل شروع ہی سے اُن کی تعلیم کی طرف توجہ دی جائے۔

. . . .

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ . (سورة الزمر : ۹) وقوله تعالى : ﴿يرفع الله الذين اٰمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجٰت والله بما تعملون خبيرٌ﴾ . (سورة المجادلة : ۱۱)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۳۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لدينه قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ؛ تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم .

(۱/۱۲۱، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يختلف الحكم التكليفي تبعًا لفائدة العلم والحاجة إليه ، فمنه ما تعلّمه فرض ، ومنه ما هو محرّم ، والفرض منه ما هو فرض عين ، ومنه ما هو فرض كفاية . ٦ – فمن العلوم التي تعلّمها فرض عين تعلّم ما يحتاج الإنسان من علم الفقه والعقيدة . قال ابن عابدين نقلا عن العلاميّ : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية – تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم ، وعلم الزكاة لمن له نصاب ، والحج لمن وجب عليه ، والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات والمكروهات في سائر المعاملات ، وكذا أهل الحِرف وكل من اشتغل بشيء يفرض عليه علمه وحكمه ليمتنع عن الحرام فيه . اهـ . (۳۰/۲۹۱ ، ۲۹۲ ، علم ، الحكم التكليفي ، و: ۲۹/۷۸ ، طلب العلم ، حكم طلب العلم ، أ – طلب العلوم الشرعية)

ما في " الفتاوى الحديثية " : واعلم أن النهي عن تعليم النساء للكتابة لا ينافي طلب تعلّمهن القرآن والعلوم والآداب ، لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة ، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسدة ، ودرء المفاسد=

....

=مقدم على جلب المصالح . (ص/۱۱۹ ، مطلب يكره تعليم النساء للكتابة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : وقال مالک بن الحويرث : قال لنا رسول الله ﷺ : "ارجعوا إلى أهليكم فعلّموهم " . (۱/۱۹ ، كتاب العلم ، باب تحريض النبي ﷺ وفد عبد القيس على أن يحفظوا الإيمان والعلم ويُخبروا من وراء هم ، ط: قديمي ، و: ۱/ ۳۲ ، باب :۲٦ ، ط : دار الشعب القاهرة)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي قلابة ، عن مالک بن الحويرث : أتيت النبي ﷺ في نفر من قومي فأقمنا عنده عشرين ليلة ، وكان رحيما رفيقا ، فلما رأى شوقنا إلى أهالينا قال : " ارجعوا فكونوا فيهم وعلّموهم " الحديث . (۱/۱٦۲ ، حديث :٦۲۸ ، باب من قال ليؤذن في السفر مؤذن واحد ، ط : دار الشعب القاهرة ، و: ۱/۱۷۵ ، حديث :٦۸۵)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيدٍ الخدري : قالت النساء للنبي ﷺ : غلبنا عليک الرجال فاجعل لنا يوما من نفسک ، فوعدهنّ يومًا لقيهنّ فيه ، فوعظهنّ وأمرهنّ " . الحديث . (۱/۳٦ ، حديث : ۱۰۱ ، كتاب العلم ، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم ، باب :۳٦ ، ط : دار الشعب القاهرة)

(۴ ، ۵ ، ٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها النبي قل لأزوٰجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يُدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۳/۴۸٦)

(۷) ما في " اعلام الموقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود .

(۳/ ۱۷۵ ، فصل في سد الذرائع)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة ..... تكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴٦)

ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (۳/۲۲۵)

(۸) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ، عن النبي =

....

=ﷺ قال : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم". (۱/۴۳۳، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ما في " الاختيار لتعليل المختار" : قال : (ولا تحجّ المرأة إلا بزوج أو محرم إذا كان سفرًا) لقوله عليه السلام : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر ثلاثة أيام فما فوقها إلا ومعها زوجها أو ذو رحِم مَحْرَمٍ منها " .

(۱/۴۳۸، كتاب الحج، ط : دار الرسالة العالمية دمشق)

ما في " الفتاوى التاتارخانية ": والمحرم فى حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزة، إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام .

(۲/۱۴۹، فتح القدير : ۲/۴۲۵، ۴۲۶، كتاب الحج، ط : بيروت)

(۹) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الدين عند الله الإسلام﴾ . [آل عمران : ۱۹] . وقوله تعالى : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ .

(سورة آل عمران : ۸۵)

ما في " روح المعاني " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ نزلت في جماعة ارتدوا وكانوا إثني عشر رجلا وخرجوا من المدينة وأتوا مكة كفارًا، منهم الحارث بن سويد الأنصاري، والإسلام قيل : التوحيد والانقياد، وقيل : شريعة نبينا عليه الصلاة والسلام بَيَّنَ الله تعالى أن من تحرى بعد مبعثه غير شريعته فهو غير مقبول منه، وقبول الشيء هو الرضا به وإثابة فاعله عليه . (۳/۳۴۵)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر أن عمر بن الخطاب أتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال : يا رسول الله ! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ، ووجه رسول الله ﷺ يتغير، فقال أبو بكر : ثكلتك الثواكل ما ترى ما بوجه رسول الله ؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله ﷺ فقال : أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً، وبمحمد نبياً، فقال رسول الله ﷺ : " والذي نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل، ولو كان حياً وأدرك نبوتي لا تبعني". (ص/۳۲، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)=

دینی مدارس کے مدرس کی تنخواہ کتنی ہونی چاہیے؟

مسئلہ (۲۲۷): بعض اہلِ مدرسہ یہ سوال کرتے ہیں کہ مدرس کی تنخواہ کتنی ہونی چاہیے؟ جواباً عرض ہے کہ نیک، صالح، متقی لوگ جو فیشن وغیرہ فضولیات سے بچتے رہنے کا اہتمام کرتے ہیں، اُن کے اَخراجات کو ملحوظ رکھ کر مدرس اور اُس کے اہل وعیال (جن کا خرچہ شرعاً مدرس کے ذمہ ضروری سمجھا جاتا ہے) کو جتنی تنخواہ کفایت کرتی ہے، کم از کم اتنی تنخواہ دینی چاہیے۔ (۱)

=ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة .

(۲/ ۳۲۶ ، دار المعرفة بيروت ، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع ، النوع الأول ، المسألة الأولى)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۵۳۶، و: ۶۲۱۸۵، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة: ۳/ ۲۹۷، ۲۹۸، مسئلہ نمبر: ۲۳۱، مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی ادارے قائم کرنا، طبع دوم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ويعطي بقدر الحاجة والفقه والفضل ، فإن قصر كان الله عليه حسيبًا . زيلعي . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويعطي بقدر الحاجة الخ) الذي في الزيلعي هكذا : ويجب على الإمام أن يتقي الله تعالى ويصرف إلى كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة ، فإن قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسيبًا . اهـ . ..... وكان عمر رضي الله تعالى عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل . اهـ . (۶/ ۳۵۲ ، كتاب الجهاد ، باب العشر والخراج والجزية ، مطلب في مصارف بيت المال ، ط : بيروت وزكريا)

ما في " محمود الفتاوى " : ''سوال: امام ومدرس حضرات کی کم از کم تنخواہ کتنی رکھنی ضروری ہے؟ الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: اصل مذہب یہ ہے کہ کسی طاعتِ مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہیں، مگر جس طاعت میں دوام یا پابندی کی ضرورت ہے، اور وہ شعارِ دین میں سے ہے، کہ ان کے بند ہونے سے=

. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .

= اِخلالِ دین لازم آوے گا، اور ویسے کسی کو مہلت نہیں، ایسے اُمور کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے، امامت اور تدریسِ قرآن وفقہ بھی انہی اُمور میں سے ہیں۔ (شامی: ۵/ ۳۸) جب ایک شخص تمام امور سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو امامت اور تدریسِ قرآن وفقہ میں مشغول کیے ہوئے ہیں، تو مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کریں، اور کم از کم اس کو اتنی تنخواہ دیں کہ جس سے اس کی ذات اور اس کے اہل وعیال (جن کا نفقہ اس پر واجب ہے) کا گُزران ہو سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (محمود الفتاویٰ: ۴/ ۵۹۸، ۵۹۹، امام ومدرس کی ماہانہ تنخواہ کی مقدار، مسائل مدارس، ط: مکتبہ محمودیہ محمود نگر، گجرات، ڈابھیل)

وما في '' محمود الفتاوی '' : ''فقہاء نے مشاہرہ کی کوئی مقدار متعین نہیں فرمائی ہے، البتہ اس کی صراحت موجود ہے کہ- ان کو اتنا دیا جائے جو ان کی ضروریات کے لیے کفایت کرتا ہو۔ **ویجب علی الإمام أن یتقي اللہ تعالی ویصرف إلی کل مستحق قدر حاجته من غیر زیادة ، فإن قصر في ذلک کان اللہ تعالی علیه حسیبًا . (شامي :۳/ ۳۰۸)**''

(۵/ ۸۷-۹۷، ایک حدیث شریف اور موجودہ مشاہرہ، باب ما یتعلق بالحدیث والفقہ)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۸۴۵۲، کتاب الاوقاف، مساجد ومدارس)

بارشیں کیوں نہیں ہوتیں؟

مسئلہ (۲۲۸): موسمِ باراں کے مکمل تین ماہ گزر چکے ہیں، لیکن خاطر خواہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے اشرف المخلوقات - حضرتِ انسان - کے ساتھ دیگر مخلوق بھی پریشان ہے، بارش کا نہ ہونا ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے [۱]، آج اگر ہم اپنے معاشرے پر طائرانہ نظر ڈالیں، تو معلوم ہوگا کہ وہ مختلف مُنکَرات ومَنہیّات میں ڈوب چکا ہے، بدنظری وبے پردگی عام ہوچکی، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، ناچ گانا، فحاشی وعُریانیت ، بے راہ روی وآوارہ گردی، شراب نوشی وبدکاری اور نشہ آور چیزوں کا استعمال عُروج پر ہے، موبائل وانٹرنیٹ پر فُحش وعُریاں فلموں کو دیکھنے میں ہمارے نوجوان پوری پوری راتیں گزار رہے ہیں، قومی یک جہتی کے نام پر مسلمان ''رَکشا بندھن'' جیسا غیر شرعی عمل کر رہے ہیں [۲]، سودی اسکیموں والے پلاٹوں، گاڑیوں اور گھریلو سامان کی خرید وفروخت بلاجھجک کر رہے ہیں [۳]، زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی [۴]، ناپ تول میں کمی [۵] اور رشوت وکمیشن خوری اُن کی عادت بن چکی ہے [۶]، یہ تمام برائیاں بارش نہ ہونے کے بنیادی اسباب میں شمار ہوتی ہیں، لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم سچے دل سے توبہ واِستغفار کریں، اپنے گناہوں کی مُعافی طلب کریں [۷]، اور اللہ رب العزت سے دعا مانگیں کہ وہ نفع بخش بارش نازل فرمائیں، ہر شخص فرض نمازوں کے بعد اس دعا کا اہتمام کریں:

'' اَللّٰھُمَّ أَسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا، ھَنِیْئًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا ، غَدَقًا ، عَاجِلًا مُجَلِّلاً،

سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا " (اے اللہ! ہمیں سیراب کردے ایسی بارش سے جو سختی سے چھڑا دینے والی ہو، مبارک خوش گوار ہو، شاداب کر دینے والی ہو، مُوسلا دھار ہو، چھا جانے والی تیز، زمین کو گھیرنے والی، متواتر ہو۔(۸))

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ظهر الفساد في البرّ والبحر بما كسبت أيدي الناس ليُذيقهم بعض الذي عملوا لعلّهم يرجعون﴾ . (سورة الروم : ۴۱)

ما في " تفسير المظهري " : (ظهر الفساد في البر والبحر) كالجدب والموتان وكثرة الحرق والغرق والقتال والجدال ومحق البركات والظلم وكثرة المضار والأمراض والضلال والرياح المفسدة في البحار ، ومصادمة الدواب في البحار ، وقال البغوي : أراد بالبر البوادي والمفاوز ، وبالبحر المدائن والقرى التي على المياه الجارية .... وقال عطية وغيره : البر ظهر الأرض من الأمصار وغيرها ، والبحر هو البحر المعروف ، وقلة المطر كما تؤثر في البر تؤثر في البحر ، .... وقال الضحاک : كانت الأرض خضرة مونقة لا يأتي ابن آدم شجرة إلا وجد عليها ثمرة وكان ماء البحر عذبًا وكان لا يقصد الأسد البقر والغنم ، فلما قتل قابيل هابيل أقشرت الأرض وشاكت الأشجار وصار ماء البحر ملحًا أجاجًا وقصد الحيوان بعضه بعضًا . (بما كسبت أيدي الناس) أي بشؤم معاصيهم أو بكسبهم إياه يعني : وقع القحط والجدب بمكة بشؤم معاصي أهلها حتى أكلوا العظام والجيف . (ليذيقهم .... بعض الذي عملوا) أي : بعض جزائه ، فإن تمام الجزاء في الآخرة . .... (لعلهم يرجعون) أي لكي يرجعوا من أعمالهم الخبيثة يتعلق بقوله : (ليذيقهم) .

(۷/ ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، سورة الروم ، الآية/ ۴۱)

ما في " تفسير النسفي " : (ظهر الفساد في البرّ والبحر) نحو : القحط وقلة الأمطار والريع في الزراعات والربح في التجارات ، ووقوع الموتان في الناس والدواب ، وكثرة الغرق ومحق البركات من كل شيء . (بما كسبت أيدي الناس) بسبب معاصيهم وشركهم ، كقوله : ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ . [الشورى : ۳۰] أي : (ليذيقهم =

....

=بعض الذي عملوا) أي : ليذيقهم وبال بعض أعمالهم في الدنيا قبل أن يعاقبهم بجميعها في الآخرة ..... (لعلهم يرجعون) عما هم عليه من المعاصي ، ثم أكد بسبب المعاصي لغضب الله ونكاله بقوله : ﴿قل سيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان أكثرهم مشركين﴾ . حيث أمرهم بأن يسيروا فينظروا كيف أهلك الله الأمم وأذاقهم سوء العاقبة بمعاصيهم . (۲/۳۰۳ ، سورة الروم ، الآية/ ۴۱ ، ۴۲ ، روح المعاني :۱۲/۴۷ ، ۴۳ ، سورة الروم ، الآية/ ۴۱ ، البحر المحيط :۷/۲۲۹ ، الآية/ ۴۱ ، التفسير الكبير للرازي : ۹/۱۰۵ ، ط: مكتبه علوم اسلاميه لاهور)

(۲) ما في " توضيح القرآن [آسان ترجمه قرآن] " : ''مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو عام مصیبتیں لوگوں پر آئیں، مثلاً قحط، وبائیں، زلزلے، ظالموں کا تسلط، ان سب کا اصل سبب یہ تھا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی، اور اس طرح یہ مصیبتیں اپنے ہاتھوں مول لیں، ...... یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ دنیوی مصیبتوں کا بعض اوقات کوئی ظاہری سبب بھی ہوتا ہے، جو کائنات کے طبعی قوانین کے مطابق اپنا اثر دکھاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اُس کو کسی خاص وقت یا خاص جگہ مؤثر بنا دینا اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہوتا ہے، اور عموماً اُس کی بنیادی وجہ انسانوں کی بداعمالیاں ہوتی ہیں، اس طرح آیتِ کریمہ یہ سبق دے رہی ہے کہ عام مصیبتوں کے وقت چاہے وہ ظاہری اسباب کے ماتحت وجود میں آئی ہوں، اپنے گناہوں پر استغفار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔''

(۳/۱۲۴۸، حاشیہ نمبر: ۲۰، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

(۲) ما في " معارف القرآن شفيعي " : ''بعض علما نے فرمایا کہ جو انسان کوئی گناہ کرتا ہے وہ ساری دنیا کے انسانوں چوپایوں اور چرندے پرندے جانوروں پر ظلم کرتا ہے، کیوں کہ اس کے گناہوں کے وبال سے جو بارش کا قحط اور دوسرے مصائب دنیا میں آتے ہیں اس سے سب ہی جان دار متأثر ہوتے ہیں، اس لیے قیامت کے روز یہ سب بھی گنہگار انسان کے خلاف دعویٰ کریں گے۔............ قرآن کریم نے جن آفات ومصائب کو گناہوں کے سبب سے قرار دیا ہے، اس سے مراد وہ آفات ومصائب ہیں، جو پوری دنیا یا پورے شہر یا بستی پر عام ہو جائیں، عام انسان اور جانوران کے اثر سے نہ بچ سکیں، ایسی مصائب وآفات کا سبب عموماً لوگوں میں گناہوں کی کثرت خصوصاً علانیہ گناہ کرنا ہی ہوتا ہے،......... عام مصائب وآفات جیسے قحط، طوفان، وبائی امراض، گرانی اشیائے ضرورت، چیزوں کی برکت ..... مٹ جانا وغیرہ اس کا اکثر اور بڑا سبب لوگوں کے=

....

=علانیہ گناہ اور سرکشی ہوتی ہے۔'' (۶/۳ ۵۷-۵۵ ۷، ط:فرید بک ڈپو دہلی)

(۲) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ مع حاشیہ:۸/۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، مسئلہ نمبر:۱۸۳، کتاب الحظر والإباحۃ، رکشا بندھن نامی تہوار میں شرکت)

(۳) ما في " صحیح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول اللّٰہ ﷺ اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ ، وقال : ھم سواء " . (۲/۲۷ ، کتاب المساقات والمزارعۃ ، باب لعن آکل الربا وموکلہ)

(۴) ما في " القرآن الکریم " : ﴿خذ من أموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم﴾ . (سورۃ التوبۃ :۲۳)

ما في " صحیح البخاري " : قولہ علیہ السلام : " إن اللّٰہ افترض علیھم صدقۃ في أموالھم تؤخذ من أغنیائھم وتردّ في فقرائھم " . (۱/۱۸۷ ، کتاب الزکاۃ)

(۵) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ویل للمطففین الذین إذا اکتالوا علی الناس یستوفون ۝ وإذا کالوھم أو وزنوھم یخسرون﴾ . (سورۃ التطفیف : ۲ ،۳) وقولہ تعالی : ﴿أوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین ۝ وزنوا بالقسطاس المستقیم ۝ ولا تبخسوا الناس اشیآء ھم ولا تعثوا في الارض مفسدین﴾ . (سورۃ الشعراء : ۱۸۱، ۱۸۲ ، ۱۸۳)

ما في " أحکام القرآن لإبن العربي " : قال علماء الدین : التطفیف في کل شيء في الصلوۃ والوضوء والکیل والمیزان . (۴/۱۹۰۸)

(۶) ما في " القرآن الکریم " : ﴿سمّٰعون للکذب اکّٰلون للسُّحت﴾ . (سورۃ المائدۃ :۴۲) وقولہ تعالی : ﴿وتری کثیرًا منھم یسارعون في الإثم والعدوان وأکلھم السُّحت لبئس ما کانوا یعملون﴾ . (سورۃ المائدۃ :۶۲)

ما في " جامع الترمذي " : " لعن رسول اللّٰہ ﷺ الراشي والمرتشي في الحکم " .

(۱/۲۴۸ ، حدیث : ۱۳۳۶ ، أبواب الأحکام ، باب ما جاء في الراشي والمرتشي)

ما في " الجامع الصغیر " : " لعن اللّٰہ الراشي والمرتشي الذي یمشي بینھما " . (ص/۴۴ ، حدیث : ۷۲۵۵ ، سنن أبي داود : حدیث :۳۵۸۰ ، کتاب الأقضیۃ ، باب کراھیۃ الرشوۃ ، سنن ابن ماجۃ : حدیث : ۲۳۱۳ ، کتاب الأحکام ، باب التغلیظ في الرشوۃ)

ما في " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : والرشوۃ حرام بالإجماع ، سواء کانت للقاضي أو للعامل علی الصدقۃ أو لغیرھما ، لقولہ تعالی : ﴿ولا تأکلوآ أموالکم بینکم بالباطل =

....

=وتدلوا بهآ إلى الحكّام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ .

(۱۴۷/۱/۴ ، الرشوة للقاضي والهدية ، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " رد المحتار " : ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب .

(۳۳/۸ ، كتاب القضاء ، مطلب في الأحكام على الرشوة والهدية)

(۷) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه إن ربي رحيمٌ ودود﴾ . (هود : ۹۰)

وقوله تعالى : ﴿فقلت استغفروا ربكم إنه كان غفّارًا o يرسل السمآء عليكم مدرارًا o ويمددكم بأموال وبنين ويجعل لكم جنّٰت ويجعل لكم أنهارًا o﴾ . (سورة نوح : ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲) وقوله تعالى : ﴿واستغفروا اللّٰه إن اللّٰه غفورٌ رحيمٌ﴾ . (سورة المزمل : ۲۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب اللّٰه عليه " . (ص/۷۳۵ ، كتاب المغازي ، باب حديث الإفک ، حديث: ۴۱۴۱ ، صحيح مسلم : ۵۴/۹ ، كتاب التوبة ، حديث الإفک ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التوبة هي : النّدَم والإقلاعُ عن المعصية من حيث هي معصية ، لا — لأن فيها ضررًا لبدنه وماله ، والعزم على عدم العود إليها ، إذا قدر .... وعرّفها الغزالي بأنها : العلم بعظَمة الذنوب ، والنَّدَم والعزم على الترک في الحال والاستقبال ، والتلافي للماضي .... وقد تُطلق التوبة على الندم وحدهٔ .... ولهذا قال النبي ﷺ : " النَّدَم توبةٌ " . والندَم توجُّعُ القلب وتحزّنه لِما فعل وتمنّي كونه لم يفعل . (۱۱۹/۱۴ ، توبة ، حاشية الصاوي على الشرح الصغير ، بلغة السالک ، ۷۳۸/۴ ، ط: دار المعارف ، روح المعاني : ۱۵۸/۲۸ ، ط: احياء التراث ، احياء علوم الدين للغزالي : ۳/۴ ، ط : مصطفى الحلبي)

(۸) ما في " نور الإيضاح " : [الدعاء بعد الصلاة] — ويقوم الإمام مستقبل القبلة رافعًا يديه والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمّنون على دعائه يقول : " اَللّٰهُمَّ أَسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا، هَنِيْئًا مَّرِيْئًا مَّرِيْعًا ، غَدَقًا ، عَاْجِلًا مُجَلِّلاً، سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا " . اهـ .

(ص/۱۱۰ ، ۱۱۱ ، كتاب الصلاة ، باب الاستسقاء ، ط : المكتبة العصرية صيدا بيروت)

تمت بالخير!

مصادر و مراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/مطبع
	کتب عقائد		
۱	القول المفید علی کتاب التوحید	دکتور محمد بن صالح عثیمین	دار ابن جوزی
۲	تیسیر العزیز فی شرح کتاب التوحید	سلیمان بن عبد اللہ	مکتبہ الریاض الحدیثۃ
۳	شرح کتاب الفقہ الأکبر	شیخ ملا علی قاری	دار الکتب العلمیۃ/ قدیمی
۴	الابانۃ عن اصول الدیانۃ	امام ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری	دار ابن حزم
۵	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفۃ بیروت
۶	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۷	عقیدۃ الطحاوی	امام ابو جعفر الطحاوی	مکتبہ یاسر ندیم دیوبند
۸	معین العقائد	مفتی محمود حسن اجمیری	
	کتب تفاسیر		
۹	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۱۰	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۱	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۲	احکام القرآن	امام ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۱۳	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۱۴	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۵	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی (بحکم تھانوی)	ادارۃ القرآن لاہور
۱۶	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	تالیفات اشرفیہ/ جوگیشوری
۱۷	تفسیر القرطبی	امام ابوعبداللہ احمد انصاری قرطبی	دار عالم الکتب الریاض
۱۸	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۹	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۰	معارف القرآن	علامہ ادریس کاندھلوی	فرید بکڈ پو دیوبند
۲۱	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈ پو دیوبند
۲۲	تفسیر النسفی	ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی	مکتبہ رحمانیہ لاہور

۲۳	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	رشیدیہ کوئٹہ/ دارالفکر دمشق
۲۴	الدرالمنثور فی التفسیر المأثور	امام جلال الدین سیوطی	الکتب العلمیۃ/ دار ہجر مصر
۲۵	مختصر تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	دارالقرآن الکریم دمشق
۲۶	تفسیر الطبری (جامع البیان فی تفسیر القرآن)	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	ط: مصطفیٰ الحلبی
۲۷	تفسیر أبی السعود	محمد بن محمد	مکتبہ الریاض الحدیثۃ
۲۸	تفسیر السمرقندی (بحرالعلوم)	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۹	تفسیر محمود	مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور
۳۰	توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن)	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	مکتبہ یوسفیہ دیوبند

کتب احادیث وشروحِ احادیث

۳۱	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء/ قدیمی/ ریاض/ قاہرہ
۳۲	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء/ قدیمی/ الجیل/ آفاق
۳۳	سنن ابی داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	دارالسلام/ بلال/ دارالکتاب
۳۴	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	احیاء/ بلال/ علمیہ/ سعید
۳۵	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی	دارالسلام/ مکتبہ تجاریہ/ حلب
۳۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/ حلبی/ أبوالمعاطی
۳۷	الأذکار	علامہ نووی	دارالفکر/ حلبی/ دارالغد العربی
۳۸	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	قدیمی/ مکتب اسلامی
۳۹	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دارالحدیث/ قرطبہ/ مکتب اسلامی
۴۰	المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	وزارۃ الاوقاف العراقیۃ
۴۱	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	بیروت/ دارالحرمین القاہرۃ
۴۲	الدعاء	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	سنن دارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	دارالایمان سہارنپور
۴۴	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دارالایمان/ دارالمحاسن
۴۵	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۴۶	سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۴۷	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	الکتب العلمیۃ/ مؤسسۃ الرسالۃ
۴۸	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ
۴۹	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ

۵۰	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نورالدین ھیثمی	علمیہ/ دارالکتاب/ القدسی
۵۱	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۵۲	الآداب	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۵۳	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام	منشورات المجلس العلمی
۵۴	مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	المجلس العلمی أفریقہ
۵۵	صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری	المکتب الاسلامی بیروت
۵۶	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن بطال قرطبی	دارالکتب العلمیۃ
۵۷	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	السلفیۃ/ دارالمعرفۃ/ ریاض
۵۸	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۵۹	فیض الباری	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	مشکوۃ الاسلامیۃ/علمیہ/ رشیدیہ
۶۰	الأدب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	السلفیۃ
۶۱	المنہاج شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	احیاءالتراث
۶۲	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ بلال/ احیاءالتراث
۶۳	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم	مفتی شبیر احمد عثمانی/مفتی تقی عثمانی	احیاءالتراث/ اشرفیہ دیوبند
۶۴	المفہم لما أشکل من تلخیص مسلم	ابوالعباس احمد بن عمر انصاری قرطبی	مکتبہ شاملہ
۶۵	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ
۶۶	عون المعبود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	اردن
۶۷	شرح ابی داود	علامہ بدرالدین عینی	مکتبہ الرشد الریاض (شاملہ)
۶۸	شرح ابی داود	عبدالمحسن عباد	شاملہ
۶۹	معارف السنن	علامہ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایچ ایم کراچی
۷۰	نفع قوت المغتذی (حاشیہ)	علی بن سلیمان مالکی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۱	العرف الشذی	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ بلال دیوبند
۷۲	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی مالکی	دارالکتب العلمیۃ
۷۳	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید احمد پالن پوری	مکتبہ حجاز دیوبند
۷۴	شروح سنن ابن ماجہ	تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیۃ
۷۵	حاشیہ ابن ماجہ	شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی مدنی	قدیمی
۷۶	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۷۷	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	ملتان/ اشرفیہ

۷۸	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ	مکتبہ زکریا دیوبند
۷۹	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ/ ادارۃ القرآن
۸۰	فیض القدیر	عبد الرؤف المناوی	دار المعرفۃ بیروت/ نزار ریاض
۸۱	کتاب الآثار	اما محمد بن حسن شیبانی	داالایمان سہارنفور
۸۲	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر طحاوی احمد بن محمد	دار السلام سہارنپور
۸۳	الترغیب والترہیب	حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری	دار الکتب العلمیۃ
۸۴	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ	امام ابی الحسن علی بن محمد عراقی کنانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸۵	کتاب الموضوعات	امام ابن القیم الجوزی	دار الکتب العلمیۃ
۸۶	موسوعۃ أطراف الحدیث النبوی	ابو ہاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸۷	ہامش المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوعۃ	تحقیق: عبد الفتاح ابوغدہ	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۸۸	کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق	علامہ عبد الرؤف المناوی	دار الکتب العلمیۃ
۸۹	مناقب الاسد الغالب علی ابن ابی طالب	علامہ شمس الدین الجزری	مکتبۃ القرآن القاہرہ
۹۰	التلخیص الحبیر	امام ابن حجر	مؤسسۃ قرطبہ/ شرکۃ الطباعۃ

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

۹۱	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دار الکتب/ مطبعۃ السعادۃ
۹۲	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی	دار الکتب العلمیۃ
۹۳	الدر المختار مع الشامیۃ	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دار الکتب العلمیۃ/ زکریا
۹۴	رد المختار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/ نعمانیہ/ سعید
۹۵	تقریرات الرافعی علی رد المحتار	شیخ عبد القادر رافعی	دار الفکر/ دار الکتب العلمیۃ
۹۶	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	بیروت/ دیوبند
۹۷	تعلیق بدائع الصنائع	شیخ علی محمد معوض/ شیخ عادل احمد الموجود	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۸	کنز الدقائق مع التبیین	امام ابوالبرکات نسفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۹	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	بیروت/ رشیدیہ/ دار الفکر
۱۰۰	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دار الکتاب دیوبند
۱۰۱	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دار الکتب/ دار الکتاب
۱۰۲	حاشیۃ الشلبی علی التبیین	شیخ شلبی	بولاق/ دار الکتب العلمیۃ
۱۰۳	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دار الایمان سہارنپور

۱۰۴	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	زکریا/ رشیدیہ
۱۰۵	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۶	فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ	فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی	زکریا/ رشیدیہ
۱۰۷	نتائج الافکار تکملۃ فتح القدیر	علامہ شمس الدین احمد قاضی زادہ	رشیدیہ
۱۰۸	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دار الکتب العلمیۃ/ بولاق
۱۰۹	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دار الارقم / العالمیۃ
۱۱۰	النتف فی الفتاویٰ	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دار الکتب العلمیۃ
۱۱۱	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	شیخ الہند/ اشرفیہ/ بولاق
۱۱۲	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۳	فتح باب العنایۃ	امام نور الدین ہروی قاری	دار ارقم
۱۱۴	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبد اللہ بن مسعود	الکتب العلمیۃ/ یاسر ندیم
۱۱۵	خلاصۃ الفتاویٰ	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	امجد اکیڈمی، بحوالہ محمودیہ میرٹھ
۱۱۶	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دار الایمان/ زکریا
۱۱۷	الفتاوی الولوالجیۃ	ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۱۱۸	المحیط البرہانی	علامہ محمو بن احمد بخاری	دار احیاء التراث
۱۱۹	مجمع الانہر	شیخ عبد الرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	الکتب العلمیۃ/ فقیہ الامت
۱۲۰	الدر المنتقی شرح الملتقی مع مجمع الانہر	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دار الکتب العلمیۃ
۱۲۱	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۲۲	الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	شیخ عبد الرحمٰن بن معوض الجزیری	احیاء التراث بیروت
۱۲۳	الہدایۃ مع فتح القدیر	امام برہان الدین مرغینانی	دار الکتب العلمیۃ
۱۲۴	الہدایہ شرح البدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی/ دہلی/ دار ارقم
۱۲۵	العنایہ شرح الہدایہ	امام اکمل الدین بابرتی	دار الکتب العلمیہ
۱۲۶	البنایہ شرح الہدایہ	علامہ محمد محمود بن احمد عینی	دار الکتب العلمیہ/ کوئٹہ
۱۲۷	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	داالایمان سہارنفور
۱۲۸	نور الایضاح	فقیہ نبیل شیخ حسن بن علی شرنبلالی	بیروت
۱۲۹	مختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	قدیمی
۱۳۰	مختصر القدوری مع التصحیح والترجیح	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	مؤسسۃ الریان بیروت
۱۳۱	المعتصر الضروری مع القدوری	شیخ محمد سلیمان الہندی	ادارۃ القرآن/ سعید/ بشری

۱۳۲	التسہیل الضروری للمسائل القدوری	علامہ عاشق الٰہی برنی	مکتبہ بشری کراچی
۱۳۳	الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالزبیدی	دارالکتب العلمیۃ
۱۳۴	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتبخانہ کراچی
۱۳۵	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۳۶	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۳۷	البحرالعمیق	امام ابوالبقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ مکۃ المکرّمۃ
۱۳۸	ارشادالساری للقاری	ملاعلی القاری	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۱۳۹	حاشیہ ارشادالساری للقاری	ملاعلی القاری	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۱۴۰	اوضح المسالک الی احکام المناسک	عبدالعزیزالحمد السلمان	
۱۴۱	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجرمکی	مکتبہ یادگارشیخ سہارنپور
۱۴۲	فقہ النوازل	محمد بن حسین الجیزانی	دارابن الجوزی
۱۴۳	فتاوی النوازل	فقیہ ابواللیث سمرقندی	دارالایمان سہارنفور
۱۴۴	(تحقیق) حاشیۃ فتاوی النوازل	سید یوسف احمد	دارالایمان سہارنفور
۱۴۵	تحفۃ الفقہاء	علامہ شیخ علاءالدین محمد سمرقندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۶	مجمع البحرین	امام مظفرالدین (ابن ساعاتی حنفی)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۷	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۴۸	الألعاب الریاضیۃ	علی حسین امین یونس	دارالنفائس اردن
۱۴۹	حاشیۃ السراجی	محمد نظام الدین کیرانوی	مکتبہ یاسرندیم
۱۵۰	تحفۃ المودود باحکام المولود	شمس الدین بن ابوبکر ابن قیم الجوزیۃ	مکتبہ نزارمصطفٰی الباز
۱۵۱	اتحاف اولی الالباب بحقوق الطفل واحکامہ	ابوعبداللہ احمد بن احمد العیسوی	دارالکیان الریاض
۱۵۲	فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ	إشراف: د-عبداللہ الفقیہ	شاملہ
۱۵۳	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۵۴	بحوث فقہیۃ من الہند		
۱۵۵	موسوعۃ الفتاوی	بحوالہ اسلام ویب	بحوالہ اسلام ویب
۱۵۶	موسوعۃ مسائل الجمہور فی الفقہ الاسلامی	محمد نعیم محمد ھانی ساعی	دارالسلام قاہرہ
۱۵۷	ہامش موسوعۃ مسائل الجمہور	محمد نعیم محمد ھانی ساعی	دارالسلام قاہرہ
۱۵۸	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	دارالمنار/ ریاض/ قاہرہ
۱۵۹	المغنی والشرح الکبیر	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدمہ المقدسی	دارالفکر دمشق

۱۶۰	حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج	سلیمان بن عمر الجمل	دار الفکر/ احیاء التراث
۱۶۱	مطالب اولی النہی	مصطفیٰ بن سعد السیوطی	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۲	کتاب الام	امام محمد بن ادریس شافعی	مکتبۃ الکلیات الازہریۃ
۱۶۳	نہایۃ المحتاج	شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی	مصطفی الحلبی
۱۶۴	شرح مختصر خلیل للخرشی	محمد بن عبداللہ الخرشی	دار صادر
۱۶۵	شرح منتہی الارادات	منصور بن یونس بن ادریس البہوتی	دار الفکر دمشق
۱۶۶	الانصاف	علاء الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	شاملہ
۱۶۷	المدونۃ الکبری	امام مالک بن انس الاصبحی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۸	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دار الفکر دمشق
۱۶۹	حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج	سلیمان بن محمد البجیرمی	حلبی/ دیار بکر ترکیا
۱۷۰	حاشیۃ الدسوقی	محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی	دار الفکر دمشق
۱۷۱	تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام	ابراہیم بن علی بن محمد ابن فرحون الیعمری	دار المعرفۃ بیروت
۱۷۲	مجلۃ البحوث الاسلامیۃ	الرئاسۃ العامۃ لإدارات البحوث العلمیۃ	....
۱۷۳	مختصر اختلاف العلماء	امام ابوبکر الجصاص	شرکۃ دار البشائر
۱۷۴	عقد البیع	شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا	دار القلم دمشق
۱۷۵	شفاء العلیل وبل الغلیل	ملحقہ رسائل ابن عابدین	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۷۶	إغاثۃ اللھفان فی طلاق الغضبان	امام ابن قیم الحنبلی (بحوالہ موسوعہ)	المکتب الاسلامی بیروت
۱۷۷	مجموعۃ رسائل اللکنوی	علامہ عبدالحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی

کتب فقہ وفتاویٰ اردو

۱۷۸	فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی/ میرٹھ
۱۷۹	حاشیہ فتاویٰ محمودیہ	زیر نگرانی: مولانا سلیم اللہ خان صاحب	مکتبہ فاروقیہ کراچی
۱۸۰	فتاویٰ عزیزی	شاہ عبدالعزیز دہلوی	ایچ ایم سعید کراچی
۱۸۱	فتاویٰ ختم نبوت	مفتی سعید احمد جلال پوری	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان
۱۸۲	آپ کے مسائل اوران کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	قدیم/ جدید
۱۸۳	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن	دار العلوم دیوبند/ زکریا
۱۸۴	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتیان دار العلوم دیوبند	علی شبکۃ نیت
۱۸۵	فتاویٰ بنوریہ	مفتیانِ جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت
۱۸۶	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دار الاشاعت دیوبند

۱۸۷	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۸۸	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت/قدیمی
۱۸۹	فتاوی امارت شرعیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی/مفتیان امارت	امارت شرعیہ (بہار)
۱۹۰	فتاویٰ حقانیہ	مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۱۹۱	امدادالفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۹۲	امدادالاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/عبدالکریم گمتھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۹۳	جامع الفتاوی	مفتی مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
۱۹۴	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت کراچی
۱۹۵	خیرالفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۹۶	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند/ زمزم کراچی
۱۹۷	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۸	قاموس الفقہ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۹	فتاویٰ دارالعلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم پبلشرز کراچی
۲۰۰	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	مکتبہ اسماعیل دیوبند
۲۰۱	کتاب النوازل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	مرکز نشر وتحقیق لالباغ مرادآباد
۲۰۲	فتاویٰ فریدیہ	مفتی فرید صاحب	دارالعلوم صدیقیہ زروبی، پاکستان
۲۰۳	جواہرالفقہ	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند
۲۰۴	فتاوی فلاحیہ	مفتی احمد ابراہیم بیمات	ناشر: حافظ اسجد بیمات
۲۰۵	فتاوی اشاعت العلوم اکل کوا	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	ناشر: جامعہ اکل کوا
۲۰۶	فتاویٰ جامعہ ڈابھیل	مفتی احمد بزرگ سملکی	دارالنشر العلمیہ سملک
۲۰۷	نظام الفتاویٰ	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۲۰۸	منتخبات نظام الفتاویٰ	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۲۰۹	فتاویٰ قاضی	فقیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشنز
۲۱۰	محمود الفتاویٰ	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ محمودیہ ڈابھیل
۲۱۱	باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ	بحوالہ ماہنامہ اذانِ بلال	بحوالہ ماہنامہ اذانِ بلال
۲۱۲	بہشتی زیور	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۱۳	انوارِ رحمت	مفتی شبیر احمد قاسمی	فیصل فبلیکیشنز دیوبند
۲۱۴	موبائل کے مسائل	مفتی محمد اسماعیل برہانپوری	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

۲۱۵	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۲۱۶	محقق ومدلل جدید مسائل	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۲۱۷	درسی وتعلیمی اہم مسائل	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۲۱۸	محقق ومدلل مسائل قربانی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۲۱۹	ٹوکن دے کر زمین کی خرید وفروخت	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۲۲۰	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلی کیشنز
۲۲۱	مجموعہ قوانین فقہ اسلامی	بحوالہ فتاوی دار العلوم زکریا	
۲۲۲	علم الفقہ	مولانا عبد الشکور لکھنوی	مکتبہ فاروقیہ لکھنؤ
۲۲۳	نماز کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۲۲۴	حلال وحرام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۲۵	فقہی مقالات	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈپو دیوبند
۲۲۶	اسلام اور جدید معاشی مسائل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ فیصل کراچی
۲۲۷	شرکت ومضاربت عصر حاضر میں	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۲۸	مالی معاملات پر غرر کے اثرات	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۲۹	امداد الفتاح	بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا	احیاء التراث بیروت
۲۳۰	امداد الحجاج	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۳۱	معلم الحجاج	مفتی سعید احمد	لاہور/سہارنپور
۲۳۲	امداد مسائل الحج (مسائل حج)	حضرت مولانا محمد اقبال قریشی	ادارہ اسلامیات لاہور کراچی
۲۳۳	مسائل حج	مفتی بیمات صاحب	ناشر: حافظ اسجد بیمات
۲۳۴	مسائل عیدین وقربانی	بحوالہ کتاب المسائل	مکتبہ حامد کراچی
۲۳۵	مسائل قربانی وعقیقہ	بحوالہ کتاب المسائل	بحوالہ کتاب المسائل
۲۳۶	قربانی کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۲۳۷	احکامِ میت	بحوالہ کتاب المسائل	بحوالہ کتاب المسائل
۲۳۸	بچپن سے موت تک کے شرعی احکام	مولانا امجد سعید صاحب	مکتبہ نفیس کتاب گھر لاہور
۲۳۹	داڑھی اور بالوں کے احکام	بحوالہ درسی وتعلیمی اہم مسائل	بحوالہ درسی وتعلیمی......
۲۴۰	شناختی چہرہ یعنی داڑھی کا حسن	ابو العتیق سعید الرحمٰن	ممتاز عزیز پرنٹرز راولپنڈی

کتب اصولِ فقہ وقواعد فقہ

۲۴۱	الموافقات فی اصول الاحکام	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفۃ/احیاء التراث

۲۴۲	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	بیروت / دیوبند
۱۲۴۳	ہامش الاشباہ [شرح الحموی]	علامہ شیخ احمد الحموی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۴۴	غمز عیون البصائر (شرح الحموی)	مولانا السید احمد بن محمد حنفی حموی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۴۵	الاشباہ والنظائر	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۴۶	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دارالجیل بیروت
۲۴۷	شرح المجلۃ	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث
۲۴۸	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۲۴۹	المقاصد الشرعیہ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۲۵۰	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	الہدی پبلیکیشنز دہلی / یاسین بکڈ پو
۲۵۱	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن الحسن الشیبانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۲	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈ پو دیوبند
۲۵۳	القواعد الفقہیۃ	علی احمد ندوی	دارالقلم دمشق
۲۵۴	القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ	دکتور محمد عثمان شبیر	دار النفائس الاردن
۲۵۵	شرح القواعد الفقہیۃ	شیخ احمد بن محمد الزرقاء	دارالقلم دمشق
۲۵۶	اعلام الموقعین	امام ابن قیم الجوزیہ	احیاء التراث
۲۵۷	ترتیب اللآلی فی سلک الامالی	محمد بن سلیمان (ناظر زادہ)	مکتبۃ الرشد ریاض
۲۵۸	اُصول الشاسی	شیخ نظام الدین الشاسی	مکتبہ بلال بکڈ پو دہلی
۲۵۹	مسلم الثبوت	علامہ شیخ محب اللہ بہاری	اشرفی بکڈ پو دیوبند
۲۶۰	موسوعۃ قواعد الفقہیۃ	شیخ ابو الحارث الغزی	وزارۃ الاوقاف کویت
۲۶۱	اصول الافتاء وآدابہ	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	علامہ محمد بن طاہر پٹنی اکیڈمی

کتب متفرقہ

۲۶۲	حجۃ اللہ البالغۃ	مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفۃ بیروت
۲۶۳	سبل السلام شرح بلوغ المرام	علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی	دارالجیل بیروت
۲۶۴	مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین	امام ابن قیم الجوزی	دارالکتاب العربی
۲۶۵	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	علی بن أحمد الظاہری	مکتبۃ الخانجی قاہرہ
۲۶۶	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی	المیمنیۃ
۲۶۷	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد غزالی	مصطفی الحلبی
۲۶۸	دعوۃ التقریب بین الادیان	دکتور احمد بن عبد الرحمٰن	دار ابن الجوزی السعودیۃ

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۲۶۹	ادب الدنیاوالدین	علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی	مکتبہ شاملہ
۲۷۰	الصارم المسلول علی شاتم الرسول	امام ابن تیمیہ	مکتبہ عصریہ صیدا بیروت
۲۷۱	تنبیہ الولاۃ والحکام (رسائل ابن عابدین)	علامہ ابن عابدین الشامی	بحوالہ آپ کے مسائل اوران کاحل
۲۷۲	اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان	علامہ ابن القیم	دارالمعرفۃ بیروت
۲۷۳	الطبقات الکبری	ابن سعد	بیروت
۲۷۴	کشاف اصطلاحات الفنون	بحوالہ آپ کے مسائل	سہیل اکیڈمی لاہور
۲۷۵	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دارالکتب العلیمۃ
۲۷۶	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	احسان عُتَیبی	موقع مقالات اسلام ویب
۲۷۷	حاجتنا الی الادب الشرعی	ابوعبداللہ الباتنی	منتدیات استارتایمز
۲۷۸	المستطرف فی کل فن مستظرف	شہاب الدین الابشیہی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۷۹	الکشکول	شیخ بہاء الدین العاملی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۸۰	مجمع الأمثال	ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی	دارالمعرفۃ بیروت
۲۸۱	تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	۲۵رواں سمینار بمقام آسام	ایفا
۲۸۲	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	دارعالم الکتب/مطابع المجد
۲۸۳	ذکروفکر	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۸۴	اسلامی اخلاق وآداب	منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۸۵	ہدیۃ الشیعہ	علامہ قاسم نانوتوی	تالیفاتِ اشرفیہ
۲۸۶	ارشادالشیعہ	علامہ سرفراز خان صفدر	مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ
۲۸۷	تحفۂ اثناعشریہ اردو	شاہ عبدالعزیز/مترجم: مولاناخلیل الرحمٰن	دارالاشاعت کراچی
۲۸۸	تفہیماتِ الاہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	بحوالہ ارشادالشیعہ
۲۸۹	اسلام اورخمینی مذہب	مولانابدرالقاسمی	المجمع الاسلامی مبارکپور
۲۹۰	بولتے حقائق	علامہ یوسف لدھیانوی شہید	مکتبہ لدھیانوی کراچی
۲۹۱	اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام	مولاناروح اللہ نقش بندی	دارالاشاعت کراچی
۲۹۲	تالیفاتِ رشیدیہ	مفتی رشیداحمد گنگوہی	
۲۹۳	مصباح اللغات	ابوالفضل مولاناعبدالحفیظ بلیاوی	المصباح اردوبازارلاہور
۲۹۴	ماہنامہ اذانِ بلال	مئی/اکتوبر ۲۰۱۵ء	دارالعلوم پیرجیلانی آگرہ
۲۹۵	ماہنامہ ارمغان	جنوری/فروری-۲۰۱۶ء	جامعۃ الامام شاہ ولی اللہ پھلت
۲۹۶	ماہنامہ مظاہرعلوم	نومبر ۲۰۱۵ء	جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور